جلد 10

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری

افادات

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس پاکستان

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری

جلد 10

افادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس پاکستان

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34604566 موبائل: 0334-3432345

جملہ حقوق بحق ناشر مکتبہ عمر فاروق محفوظ ہیں

نام کتاب .... خطباتِ شیخوپوری

ازافادات .... حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ

اشاعتِ اول .... نومبر 2015ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34604566 Cell: 0334-3432345

ای میل .... Mfarooq12317@yahoo.com

maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

مکتبہ معارف القرآن - احاطہ دارالعلوم کورنگی کراچی 021-35031565

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی 021-32631834

سعدی اسلامی کتب خانہ گلشن اقبال نمبر۲ کراچی 0333-2305791

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 021-34927159

مکتبہ لدھیانوی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 021-34130020

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی 021-32212220

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ 081-2662263

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور 042-37224228

مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور

مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ 092-3630594

مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

دارالاخلاص محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

باسمہ سبحانہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الاولین والآخرین احمد المجتبیٰ ومحمد المصطفیٰ ومن والاہ۔

مولانا اشتیاق احمد انشہابی خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد کراچی نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دروس قرآن مجید کے سلسلے میں کام کا اہتمام اور اشاعت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔

پہلے انہوں نے "آسان درس قرآن" کے نام سے مولانا شہید کے دروس قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رح کی حیات ہی میں منظر عام پر آگئے تھے۔

پھر دوسرا سلسلہ ~~شروع کیا~~ "درس کیوں اور کیسے" کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رح "القرآن کورسز سینٹر" بہادر آباد میں ہر مہینے کے دوسرے اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔
ان دروس میں ۴۰ دروس کمپوز ہو چکے ہیں۔ ان کی اشاعت کا مرحلہ [illegible]

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رح بالکل معذور تھے چلنے پھرنے سے قاصر تھے لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے (وہ بہترین مدرس بھی تھے) اللہ جل وعلا نے ان سے تفسیر قرآن کریم کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لیے بہت کام لیا۔ (مولانا مرحوم) اس معذوری کے باوجود دینی، اصلاحی، تربیتی خدمات انجام دینے کے لیے بیرون پاکستان مختلف ممالک کے دور دراز علاقوں کے سفر پر جاتے رہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمات کو صدقہ جاریہ بنا کر ان کو اور ان کے اعزاء واقرباء، اساتذہ اور معاونین ومحبین کو ابد الآباد تک اجر وثواب عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا اشتیاق احمد انشہابی خوش نصیب اور قابل رشک ہیں کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا شہید رح کی قرآنی خدمات کو مرتب کرنے اور شائع کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کی ان مساعی کو اللہ پاک حسن قبول عطا فرمائیں اور ان کے لیے اور ان کے والدین، اعزاء، اساتذہ اور معاونین کے لیے بطور صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان
خادم جامعہ فاروقیہ کراچی
۲۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ
۱۴ ستمبر ۲۰۱۵ء

تقریظ

استاذ المحدثین، یادگارِ اسلاف، مخدوم العلماء صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ادام اللہ ظلہم و فیوضہم

باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الاولین والآخرین احمد مجتبیٰ ومحمد ن المصطفیٰ ومن والاہ

مولانا اشفاق احمد امام خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد ۲ نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن مجید کے سلسلے پر کام کا اہتمام اوراشاعت کا نظم قائم کررکھا ہے۔

پہلے انہوں نے ''آسان درسِ قرآن'' کے نام سے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں منظرِ عام پر آگئے تھے۔ پھر دوسرا سلسلہ ''درسِ قرآن کیوں اور کیسے'' کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ ''القرآن کورسز سینٹر'' بہادرآباد میں ہر مہینے کے دوسرے اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ان دروس میں ۶۰ درس کمپوز ہو چکے ہیں ان کی اشاعت کا مرحلہ درپیش ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مرحلہ کو آسان فرمادیں۔ آمین

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ بالکل معذور تھے، چلنے پھرنے سے قاصر تھے، لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے اللہ جل وعلا نے اُن کے تفسیر قرآن کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لئے بہت کام لیا، وہ بہترین مدرّس بھی تھے۔ مولانا مرحوم اس معذوری کے باوجود اپنی اصلاحی تربیتی خدمات انجام دینے کے لئے بیرونِ پاکستان مختلف دور دراز ملکوں کے سفر پر جاتے رہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنا کر اُن کو، اُن کے والدین کو، اعزاء، اقرباء، اساتذہ اور معاونین ومحبین کو ابدالاباد تک اجر وثواب عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا اشفاق احمد انتہائی خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں جن کو اللہ بزرگ وبرتر نے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی خدمات کو مرتب کرنے اور نشر کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے ان کی مساعی کو اللہ پاک حُسن قبول عطا فرمائیں اُن کے لئے اُن کے والدین، اعزاء، اساتذہ اور معاونین کے لئے بطورِ صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

۱۲ ستمبر ۲۰۱۵ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب دامت برکاتہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

محمد عبدالمنان
نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراتشی
التاریخ ۱۴۳۶.۱۱.۲۸ھ

Muhàmmad Abdul Mannan
Naib Mufti & Ustad Jamia Darul-Uloom Karachi
Date:13.9.2015.

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم وعلى آله واصحابه واهل بيته اجمعين

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ العصر میں ایمان والوں کے اوصاف میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کرتے ہیں، اور صبر کی تعلیم دیتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (سورۃ العصر)

اسی طرح حدیثِ مبارکہ ہے "الدين النصيحة" کہ دین سراسر خیرخواہی کا نام ہے ایک اور حدیثِ مبارکہ ہے: "بلغوا عني ولو آية" میری طرف سے اگر دین کی ایک بات بھی تمہیں معلوم ہو تو آگے دوسروں تک پہنچاؤ"۔

مندرجہ بالا ارشادات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین کی نشرو اشاعت تمام مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داری ہے، اور اسی ذمہ داری کے مختلف شعبے درس وتدریس، تصنیف تالف، وعظ اور تبلیغ وغیرہ کو مسلمانوں نے بحسن وخوبی سنبھالا ہے، اور

اپنی اس ذمہ داری سے توفیق اور اپنی استطاعت کے مطابق عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

عوامی سطح پر سب سے زیادہ نافع ترین سلسلہ وعظ وتقریر، بیانات وخطبات کا ہے۔اور اصلاح معاشرہ میں یہ بیانات وخطبات ایک کلیدی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ عام مسلمان جو دینی مدارس میں داخلہ لے کر باقاعدہ علم دین حاصل نہیں کر سکتے وہ زیادہ تر علماء کے بیانات ہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے مستند علماء کے خطبات ایک مؤثر ذریعہ تبلیغ ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''خطباتِ شیخوپوری'' ہے، جو کہ داعی قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سالہا سال کے خطبات کا قیمتی مجموعہ ہے جو مولانا موصوف کے علمی، فکری، اور اصلاحی کاوشوں کا بہترین نمونہ ہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف صلاحیتوں سے نوازا تھا، وہ بیک وقت مفسرِ قرآن، کہنہ مشق مدرس اور عوامی سطح کے بہترین خطیب بھی تھے، جن کے اصلاحی، فکری بیانات اور درس قرآن سے بلاشبہ لاکھوں لوگوں نے استفادہ کیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (سورۃ الجمعہ)

مولانا اشفاق احمد صاحب حفظہ اللہ، فاضل جامعہ دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے انتھک کوششوں کے ذریعہ خطبات کے اس مجموعہ کو مرتب کیا، مولانا موصوف کا نام علماء کے حلقے میں محتاج تعارف نہیں ہے، وہ اس سے پہلے بھی مولانا شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن پر کام کر چکے ہیں اور آسان درسِ قرآن کے نام سے ''عمّ پارہ'' کی تفسیر اور ''درس قرآن کیوں اور کیسے؟'' شائع کر چکے

ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکتیں عطاء فرمائے اور مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے، آمین۔

مذکورہ خطبات کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ درحقیقت عوامی بیانات کا مجموعہ ہے، کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں، لہٰذا اس میں تقریری رنگ غالب اور نمایاں نظر آتا ہے، تاہم مجموعی طور پر یہ ایک فکر انگیز خطبات کا مجموعہ ہے جس سے کوئی خطیب مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے طلبہ، طالبات علماء اور عام مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا ذریعہ بنائے، اور مرتب موصوف کے والدین اور اساتذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین۔۔۔۔ واللہ المستعان

محمد عبد المنان

نائب مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

13/09/2015

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی: اَمّا بعد!

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ

(بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی سچا دین ہے)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی حیات ابدیہ اپنے مبارک دین اسلام میں رکھی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو دین کی آغوش میں اپنی دنیا کی چندروزہ حیاتِ مستعار گزار کر ہمیشہ کی کامیابیاں پالیتا ہے، صدیوں سے اسلام کا یہ ابدی پیغام پہنچانے کے لئے ہر دور کے پاسبان دین وملت تحریر وتقریر دونوں انداز سے امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

دورِ حاضر میں امت مسلمہ جس جدیدیت کے فتنہ کا شکار ہے، ان کا یہ اعتراض زبانِ زدعام ہے کہ اکیسویں صدی کے جدید مسائل پر برسوں پرانے اسلام کی تعلیمات کی تطبیق ناممکن ہے امت کے ایسے ہی سوالات نیز دورِ حاضر کے دوسرے اہم مسائل کا جواب دینے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے داعیِ قرآن، مفسر قرآن، واعظ شیریں بیان حضرت مولانا محمد اسلم شیخو پوری شہید نَوَّرَ اللہ مَرْقَدَہٗ، جیسی عظیم علمی شخصیت کا انتخاب فرمایا اور ''القرآن کورسز نیٹ ورک'' بہادرآباد، کراچی پاکستان کے اسٹیج سے بھائی محمد الطاف موتی صاحب اوران کی ٹیم کی معاونت سے دورِحاضر کے نت نئے

جدید موضوعات پر سیر حاصل بیانات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جو 2006ء تا 2012ء تک ہر ماہ کے دوسرے اتوار نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوتے رہے۔ انہی بیانات کو محترم جناب بھائی محمد الطاف موتی صاحب معیاری سی ڈیز پر ریکارڈ کر کے افادۂ عام کے لئے پیش فرماتے رہے۔ داعی قرآن حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا آخری یادگار بیان ''مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا'' مورخہ 13 مئی، 2012ء کو فرمایا اس کے بعد وہ جامِ شہادت نوش فرما کر داعیٔ اَجل کو لبیک کہتے ہوئے اُمت کو سوگوار چھوڑ گئے۔

حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص اور باوفا دوست برادرِ مکرم جناب محمد شفیق اجمل صاحب حفظہ اللہ جہاں اہل حق کی ترجمان ایک معیاری ویب سائٹ درس قرآن ڈاٹ کام www.darsequran.com پر حضرت کے دروسِ قرآن کریم نشر کرتے رہے، وہیں ان نت نئے موضوعات پر مشتمل بیانات کو بھی نشر کرتے چلے آرہے ہیں اور امت کے نفع کا سامان مہیا کرتے چلے آرہے ہیں۔

تاہم بندہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اس علمی ذخیرہ کو تقریر سے تحریر کی شکل میں لانے کا کام حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش کو سامنے رکھ کر کرنے کے لئے کمربستہ ہوگیا۔ بندہ نے جب کام شروع کیا تو اس وقت بنیادی طور پر پیش نظر ''القرآن کورسز سینٹر'' میں ہونے والے بیانات کا مجموعہ تھا، جس میں سے کچھ بیانات ''ندائے منبر ومحراب'' جلد ۷ میں شائع ہوگئے۔ افادۂ عام کے لئے انہیں بھی شامل کرلیا گیا۔

بعد میں حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اہم موضوعات پر مشتمل چند دیگر

بیانات دستیاب ہوئے، اکابر اساتذہ اور اپنے رفقاء کی مشاورت سے انہیں بھی خطباتِ شیخ چوروی کا حصہ بنا دیا گیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ۸۰ بیانات کا مسودہ تیار ہونے کے بعد کمپوزنگ کے مراحل سے بحمد اللہ گزر چکا ہے حضرات اکابر اور اساتذۂ کرام زید مجدہم کے مشورہ سے تقریباً ۱۰ جلدوں پر مشتمل خطباتِ شیخ چوروی کے نام سے ایک عظیم علمی شاہکار وجود میں آرہا ہے۔

بلاشبہ تمام تر لوازمات کی کماحقہٗ رعایت کرتے ہوئے تقریر سے تحریر کا اسلوب اختیار کرنا مجھ جیسے عاجز انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم بندہ عاجز نے چند امور کا لحاظ رکھا ہے۔

① ۔حتی الوسع حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا حقیقی مواد تحریر میں لایا گیا ہے۔

② ۔مکررات کو حذف کر کے تحریر کو آسان اسلوب میں رکھا گیا ہے۔

③ ۔ہر موضوع پر اٹھنے والے سوالات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔

④ ۔انہی اجمالی سوالات کو حل کرتے ہوئے اس میں عام فہم ضروری عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

یہ خطباتِ شیخ چوروی تقاریر کا مجموعہ ہے جنہیں قلم بند کر کے زیورِ طبع سے آراستہ کرنے میں میرے جن معاونین کا خلوص اور محنت میرے ساتھ رہی ان کا میں تہہ دل سے بے حد ممنون و شکر گزار ہوں جن میں برادرِ مکرم جناب محمد الطاف موتی صاحب، جناب مولانا خالد محمود صاحب اور جناب بھائی محمد فیاض صاحب (مالک مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی) وغیرہ کے نام سرِ فہرست ہیں۔

قابلِ ذکر بھائی محمد فیاض صاحب علم اور علماء کے وہ قدردان شخص ہیں جو میرے حوصلے ''آسان درسِ قرآن'' سے لے کر ''خطبات شیخوپوری'' تک مسلسل بڑھاتے رہے اور میرے اس کام پر بھرپور توجہ اور لگن کا اظہار فرماتے رہے۔ یقیناً ان خطبات کو منظر عام پر لانے کا پہلا سہرا ابھی پھر انہی کے سر سجتا ہوا اچھا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام مساعیٔ جمیلہ میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

اور میں بے حد ممنون ہوں اپنے شفیق و مہربان استاذ محترم جناب حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب زید مجدہم (نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی) کا جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود نظر ثانی فرما کر بعض جگہ تصحیح فرمائی اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام متوسلین حضرات اساتذۂ کرام، والدین اور میرے تمام معاونین کے لئے اس کتاب کو ذریعہ نجات اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

تقبل اللہ منّا و ممّن سعٰی فیہ۔ آمین

دعا گو و دعا جو

بندہ مولانا اشفاق احمد عفا اللہ عنہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
امام و خطیب جامع مسجد بلال
ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
0321-2343648

اجمالی فہرست

برائے

خطباتِ شیخوپوری

نمبر شمار	موضوعات	صفحات
1	محرم کی حقیقت	۴۱
2	محرم کی اہمیت کیوں؟	۷۳
3	پاکستان خطرات کی زد میں کیوں؟	۱۰۹
4	گداگری پاکستانی معاشرے کا رستا ہوا ناسور	۱۳۷
5	ماہ صیام جشنِ نزول قرآن	۱۷۷
6	رمضان ذریعہ نجات	۱۹۳
7	حفظِ قرآن کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریاں	۲۲۱
8	زکوٰۃ کی اہمیت وتاکید	۲۴۹
9	احکام ومصارف زکوٰۃ	۲۷۱
10	سفرحج کے تاثرات	۳۱۱

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

محرم کی حقیقت

- ......آقا ﷺ کا اپنے نواسوں سے پیار۔
- ......ماتم پر وعید۔
- ......سب سے زیادہ المناک دن۔
- ......حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت اور آقا ﷺ کا صبر۔
- ......واقعہ کربلا کا تفصیلی جائزہ۔
- ......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ۔
- ......سب سے پہلے ماتم کس نے کیا؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

محرم کی اہمیت کیوں ہے؟

- ......اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد۔
- ......بارہ مہینوں کی ترتیب کے بارے میں شیطان کا سکھایا ہوا عجیب طریقہ۔
- ......محرم الحرام کی اہمیت وحرمت کب سے؟
- ......ہجرت سے قمری سال کا آغاز کیوں؟
- ......ہجرت کی اہمیت اور اہم سبق۔
- ......١٠ محرم میں ہونے والے واقعات۔
- ......اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز۔
- ......حقائق بیان کرنا فرقہ واریت نہیں۔
- ......ایک پروپیگنڈہ اور اس کا نتیجہ۔

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

پاکستان
خطرات کی زد میں کیوں؟

سورۂ نساء آیت نمبر ۱۴۷ کی روشنی میں

- ......کیا اس کا سبب مغربی سازشیں ہیں؟
- ......کیا اس کا سبب ہندو بنیہ کی ذہنیت ہے؟
- ......کیا اس کا سبب ہمارا کرپٹ نظام ہے؟
- ......کیا اس کا سبب قرآن کریم سے دوری یا منافقانہ رویہ!

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

گداگری
پاکستانی معاشرہ کا رستا ہوا ناسور

- ......بھیک اور بھکاریوں کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟
- ......صحت مند معاشرہ کی تشکیل کے لئے اسلام میں محنت کی ترغیب۔
- ......کیا نظام زکوٰۃ کا مقصد گداگری کی حوصلہ افزائی ہے؟
- ......مختلف NGOS گداگری کو فروغ دے رہی ہیں یا اسے کنٹرول کر رہی ہیں؟
- ......پاکستان اور عالم اسلام کو اس لعنت سے کیسے پاک کیا جا سکتا ہے؟
- ......کیا مساجد اور مارکیٹوں میں بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

جشنِ نزول قرآن

- ......رمضان المبارک میں کون سے اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔
- ......لیلۃ القدر میں کونسی دعا مانگنی چاہیے؟
- ......لیلۃ القدر کو مخفی کیوں رکھا گیا ہے؟
- ......رمضان میں کرنے کے کام
- ......روزہ کا مقصد کیا ہے؟
- ......تقویٰ کی صلاحیت کیسے پیدا ہوگی؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

رمضان ذریعہ نجات

- ......ایک اہم حدیث اور اس کی تشریح
- ......دونوں جہانوں میں نجات کے لئے تین ہدایات
- ......اللہ کی رحمت سے محروم و ناامید شخص
- ......ملکِ پاکستان کا ایک بڑا المیہ
- ......آقا ﷺ کی مثالی گھریلو زندگی
- ......ایمان کی اہمیت اور ایمان والوں کے واقعات

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

حفظ قرآن کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریاں

- ......حفظ قرآن کریم ایک بہت بڑی سعادت
- ......عجیب غریب حفاظ کا ذکر
- ......قبولیت کا حامل خوش نصیب انسان
- ......حفظ کے لئے کیسے بچے کا انتخاب کیا جائے
- ......بنیاد پرستی کیا ہے؟
- ......یوم آزادی: ہمارا کردار اور آنحضرت ﷺ کا عمل
- ......قرآن کریم کے حقوق اور ان کی ادائیگی
- ......بشارتیں اور فضائل کن حفاظ کے لئے ہیں؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

زکوٰۃ کی اہمیت وتاکید

- ......زکوٰۃ کا حکم قرآن میں
- ......انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت
- ......اخلاص کی برکات
- ......خلوص نیت کی فضیلت
- ......زکوۃ اور ٹیکس میں فرق
- ......زکوۃ کے فوائد

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

احکام و
مصارف زکوٰۃ

- ......فرضیت زکوٰۃ
- ......احکام زکوٰۃ پر ایک نظر
- ......ریاست کی فلاح و بہود میں نظام زکوٰۃ کا کردار
- ......کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے؟
- ......قابل زکوٰۃ مال
- ......زکوٰۃ کا حساب کس طرح لگایا جائے
- ......زکوٰۃ کا مستحق کون؟
- ......کن مصارف میں مال زکوٰۃ لگانا افضل ہے؟
- ......غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

سفرِ حج کے تاثرات

- ......اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات
- ......سب سے بڑی حکمت کیا ہے؟
- ......سب سے قیمتی کام کی توفیق
- ......سبق آموز واقعات
- ......حج ایک منفرد عبادت
- ......لباس میں دو ضروری خوبیاں
- ......اسلامی مساوات کا ایک خوبصورت منظر
- ......حج کے انوکھے اصول وقواعد
- ......اجتماعیت کی ضرورت واہمیت

تفصیلی فہرست

خطبات شیخوپوری جلد دہم

صفحہ نمبر	عنوان
۴۱	**محرم کی حقیقت**
۴۴	آقا ﷺ کی عادتِ شریفہ
۴۵	ہماری محبت کی انتہاء
۴۶	حضور ﷺ کا اپنے نواسوں سے پیار
۴۷	ماتم پر وعید
۴۷	مقامِ شہادت
۴۸	حضور علیہ السلام کی دعا کی قبولیت
۴۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عجیب دُعا
۵۰	سب سے زیادہ المناک دن
۵۰	مناقبِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۵۱	مناقبِ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۵۳	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت
۵۴	"علیہ السلام" کا استعمال
۵۵	لفظِ "امام" کا استعمال
۵۶	صلوۃ وسلام کی شرعی حیثیت
۵۷	واقعہ کربلا کا تفصیلی جائزہ

صفحہ نمبر	عنوان
۵۸	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت
۵۹	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ
۵۹	عبداللہ بن سبا کی شرارت
۶۰	خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مراتب
۶۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور
۶۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور مسلمانوں میں صلح
۶۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ
۶۳	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کیوں بھلا دیا گیا؟
۶۳	ایک عجیب بات
۶۴	یزید کو جانشین بنانے کی وجہ
۶۵	ہمارا عقیدہ
۶۵	اجتہادی غلطی کس کو کہتے ہیں؟
۶۶	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روکا گیا تھا
۶۷	عزیمت کو اختیار فرمایا
۶۷	واقعات کے بیان میں احتیاط
۶۸	انتقام کی صدائیں
۶۸	مذاکرات اور تین صورتیں
۶۹	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیعت سے انکار
۷۰	جنگ کی نوبت کیسے آئی؟
۷۱	سب سے پہلے ماتم کس نے کیا؟
۷۱	ہمارا نظریہ

عنوان	صفحہ نمبر

محرم کی اہمیت کیوں ہے؟ ۷۳
اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد ۷۵
شیطان کا سکھایا ہوا عجیب طریقہ ۷۶
محرم کی حرمت کب سے؟ ۷۷
سال بھر کے لیے دُعا ۷۸
ہجرت سے قمری سال کا آغاز کیوں؟ ۷۹
ہجرت کی وجہ سے درجہ میں فرق ۸۰
اسلامی قوانین کی عملی صورت کا نفاذ ۸۰
۱۰ محرم میں ہونے والے واقعات ۸۱
مشابہت سے اجتناب ۸۲
روزہ رکھنے کی ایک اور وجہ ۸۲
اہل بیت کے ساتھ مشابہت ۸۳
محرم کی اہمیت کی وجہ ۸۳
بحیثیت مسلمان معتدلانہ نظریہ ۸۴
محبت کا اصول ۸۵
حضور ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت ۸۵
مشہور روایت ۸۵
سواری اور سوار دونوں پیارے ۸۶
سجدہ طویل فرمادیا ۸۶
نواسے کی محبت ۸۷
بچوں کی محبت نبوت اور دین کے منافی نہیں ۸۷

عنوان	صفحہ نمبر
اللہ کے دین کے لیے اولاد کو پالنا	۸۸
شہادت بہت بڑا اعزاز	۸۹
اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز	۸۹
شہادت کی تمنا	۸۹
ایک سوال اور اُس کا جواب	۹۰
شہادت کی آرزو	۹۱
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عجیب دعا	۹۲
شہادت کی تمنا ایمان کی علامت	۹۲
منافقت کی موت	۹۳
مقام شہادت کا ماتم نہیں	۹۳
اگر ماتم کی اجازت ہوتی	۹۳
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے صبر کا سامان	۹۴
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم	۹۴
تاریخ انسانی کا سب سے بڑا حکمران	۹۵
زندگی کا ہر پہلو قابل رشک	۹۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ	۹۶
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اخلاص اور عاجزی	۹۶
ذرا ذرا سی باتوں پر جماعت بندی	۹۷
ایک دیہاتی سے بدلہ دلوایا	۹۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی جملہ	۹۷
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اُن کا صبر	۹۸

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	۹۹
صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ہی ذکر کیوں؟	۹۹
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشین گوئی	۹۹
حقائق بیان کرنا فرقہ واریت نہیں	۱۰۰
بعض لوگوں کی انتہائی غلط روِش	۱۰۱
ایک اہم اصولی بات	۱۰۱
ایمان اور کفر کی واضح علامت	۱۰۲
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کی رضا کا پروانہ مل چکا	۱۰۳
حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کا واقعہ اور ان کی کیفیت	۱۰۳
اتنا عظیم الشان سرٹیفکیٹ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا حوصلہ	۱۰۴
ہمارے ذہنوں میں محرم کی اہمیت کی وجہ	۱۰۴
ایک پروپیگنڈہ اور اُس کا نتیجہ	۱۰۵
واقعہ کربلا کیا کفر و اسلام کی جنگ تھی؟	۱۰۶
پاکستان خطرات کی زد میں کیوں؟	۱۰۹
لفظِ شاکر کا مطلب	۱۱۲
شکر کی اہمیت	۱۱۳
اللہ کے نزدیک صابر و شاکر کا کیا معیار ہے؟	۱۱۶
شکر کا حق کیسے ادا کیا جائے؟	۱۱۸
تعریف دو طرح کی	۱۲۰
قیامِ پاکستان کا مقصد	۱۲۱
حصولِ پاکستان کا اصل مقصد	۱۲۴

عنوان	صفحہ نمبر
ملک پاکستان تمام نعمتوں سے مالا مال ہے	۱۲۵
مسلم اور غیر مسلم کی سوچ میں فرق	۱۲۸
آج کے مسلمان کی سوچ بدل گئی	۱۳۰
موجودہ زمانے کا سب سے بڑا مسئلہ	۱۳۱
نعمتِ خداوندی کا صحیح استعمال	۱۳۲
بگڑتے حالات میں کس کا ہاتھ ہے؟	۱۳۳
فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ اور ہماری منافقانہ روش	۱۳۳
اللہ کے عذاب کی وجہ	۱۳۵
اللہ کے عذاب کی مختلف صورتیں	۱۳۵
گداگری پاکستانی معاشرہ کا رستا ہوا ناسور	۱۳۷
اسلام میں گداگری کی حیثیت	۱۴۰
انبیاء کرام کو بھی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا حکم ہوا	۱۴۱
اللہ کی طرف سے بافراغت روزی بھی فضل ہے	۱۴۱
اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا حکم دیا	۱۴۲
طلب حلال میں اللہ کی رضا ہے	۱۴۴
کسب حلال کی ترغیب	۱۴۵
بھیک مانگنے کی مذمت	۱۴۶
غیر اللہ سے مانگنے میں حد درجہ احتیاط	۱۴۸
اصحاب صفہ تنگ دستی کے باوجود بھیک نہیں مانگتے تھے	۱۴۸
بھیک نہ مانگنے پر جنت کی ضمانت	۱۵۱
صحابہ رضی اللہ عنہم کسب حلال کرتے تھے	۱۵۴

صفحہ نمبر	عنوان
۱۵۴	اصحاب صفہ کی حالت زار
۱۵۶	مسلمان کے لیے زیادہ احتیاط
۱۵۷	سوالوں کے جوابات
۱۵۸	بھیک مانگنے کے بارے میں اسلامی تعلیمات
۱۵۸	بھیک مانگنے والے کی مذمت
۱۵۸	نصیحت آموز بات
۱۶۰	ہمارے ہاں گداگروں کی معاشی حالت
۱۶۱	پیشہ ور گداگر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سلوک
۱۶۲	انسان سے سوال کرنا حرام ہے
۱۶۲	بھیک مانگنا لوگوں سے اللہ کا شکوہ ہے
۱۶۳	بھیک مانگنا ذلت ہے
۱۶۴	بھیک مانگنے میں ایذا رسانی ہے
۱۶۴	چندہ مانگنے والوں کو بھی الحاح کرنا جائز نہیں
۱۶۶	زکوٰۃ کا نظام گداگری کی حوصلہ افزائی تو نہیں؟
۱۶۷	این جی اوز کا ردّعمل
۱۶۸	بھیک مانگنے کی لعنت سے بچاؤ
۱۶۹	این جی اوز کے دسترخوان
۱۶۹	صدقہ کے بکروں کے اشتہارات
۱۷۱	مساجد میں بھیک مانگنے والے کو دینا
۱۷۱	ہماری ذمہ داری
۱۷۳	آزادئ رائے

عنوان	صفحہ نمبر

قابلِ افسوس ۱۷۵

جشنِ نزول قرآن ۱۷۷

خوب تلاوت کا اہتمام ۱۸۱

روزہ اور قرآن کی شفاعت ۱۸۲

اجر و ثواب کا بڑھنا ۱۸۳

لیلۃ القدر میں کیا دعا مانگی جائے ۱۸۵

افسوس کی بات ۱۸۶

رمضان میں کرنے کا سب سے پہلا کام ۱۸۷

دوسرا عمل ۱۸۷

تیسرا عمل ۱۸۷

تقویٰ کی صلاحیت کیسے پیدا ہوگی؟ ۱۸۸

حقیقی روزہ ۱۸۹

سحری و افطاری میں احتیاط ۱۹۰

حضور ﷺ کی سادہ افطاری ۱۹۱

رمضان ذریعہ نجات ۱۹۳

ایک اہم حدیث اور اس کی تشریح ۱۹۶

نجات کے لئے پہلی ہدایت ۱۹۷

جنت کی ضمانت ۱۹۷

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت ۱۹۸

زبان کے ایک بول کی اہمیت و نزاکت ۱۹۹

اللہ کی رحمت سے ناامید اور محروم شخص ۲۰۰

عنوان	صفحہ نمبر

ملک پاکستان کا بہت بڑا المیہ ۲۰۱
خطبہ نکاح میں موجود نصیحت ۲۰۲
زبان کے غلط استعمال کی تباہ کاریاں ۲۰۳
غیبت کی بیماری ۲۰۳
لمحہ فکریہ ۲۰۴
بڑے بول اللہ کو پسند نہیں ۲۰۵
انسان کی حقیقت ۲۰۶
نجات کے لئے دوسری ہدایت ۲۰۶
سعودی عرب کے لوگ مقروض کیوں رہتے ہیں؟ ۲۰۷
باوفا قسم کے مرد ۲۰۸
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاحی جملہ ۲۰۹
آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی گھریلو زندگی ۲۰۹
ایک غلط سوچ ۲۱۰
نجات کے لئے تیسری ہدایت ۲۱۰
اللہ والوں کا رونا ۲۱۱
دوزخ کی آگ حرام ۲۱۲
رونے دھونے کا ثمرہ ۲۱۳
ایمان ہو تو ایسا ۲۱۳
مصر کے جادوگروں کا قابلِ رشک ایمان ۲۱۴
خاتمہ بالایمان کی اہمیت ۲۱۵
حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان ۲۱۶

عنوان	صفحہ نمبر
فرعون کے ظلم کی انتہا	۲۱۶
حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی صبر کی انتہا	۲۱۷
جنت میں صرف ایک نکاح	۲۱۸
رجوع الی اللہ کی ضرورت	۲۱۸
گناہوں سے سچی توبہ	۲۱۹
حفظ قرآن کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریاں	۲۲۱
حفظ قرآن کریم ایک بڑی سعادت	۲۲۴
دنیا میں حافظ صرف قرآن کے ہیں	۲۲۴
غضب کے ذہین لوگ اپنی کتابوں کے بھی حافظ نہ بن سکے	۲۲۵
عجیب وغریب حفاظ کا ذکر	۲۲۶
گوجرانوالہ سے انعام دینے آیا	۲۲۷
قبولیت کا حامل خوش نصیب انسان	۲۲۸
دل کی آرزو	۲۲۹
حفظ ہر ایک کے لئے لازم نہیں	۲۳۰
حفظ کے لئے کیسے بچے کا انتخاب کیا جائے؟	۲۳۰
پکا مسلمان کون؟	۲۳۱
بنیاد پرستی کیا ہے؟	۲۳۱
صرف نو مہینے میں حفظ مکمل	۲۳۳
با تجوید قرآن پڑھنا فرض عین ہے	۲۳۴
آج مسلمانوں کے گھر قرآن کی آواز سے محروم ہیں	۲۳۵
یوم آزادی اور طوفان بدتمیزی	۲۳۶

عنوان	صفحہ نمبر
آزادی کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کا عمل	۲۳۶
تلاوت قرآن کو معمول بنائیں	۲۳۷
۱۴ اگست اور ستائیسویں شب	۲۳۷
قومیت کی بنیاد مذہب پر ہے	۲۳۸
آج قرآنی احکامات کو نظر انداز کیا جارہا ہے	۲۳۸
ماں کی گود میں ایک پاؤ پارے کا حفظ	۲۳۹
قرآن کریم کا پہلا حق	۲۴۰
قرآن پڑھنے میں مت شرمایئے	۲۴۰
قرآن کریم کا دوسرا حق	۲۴۱
فہم القرآن کی تین صورتیں	۲۴۱
قرآن کریم کا تیسرا حق	۲۴۲
بشارتیں کون سے حفاظ کے لئے!	۲۴۲
آقا ﷺ کا شکوہ	۲۴۳
قرآن کریم کا چوتھا حق	۲۴۴
یہ دولت کس کے لئے ہے؟	۲۴۵
والدین کو مبارک باد	۲۴۶
زکوٰۃ کی اہمیت و تاکید	۲۴۹
خوش نصیب میاں بیوی	۲۵۱
قابل تقلید عمل	۲۵۲
زکوٰۃ کا حکم قرآن میں	۲۵۳
انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت	۲۵۵

عنوان	صفحہ نمبر
اخلاص کی برکات	۲۵۶
خلوص نیت کی فضیلت	۲۵۸
قابل مذمت مالدار لوگ	۲۵۹
زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر سخت وعید	۲۶۰
ہر چیز کا مالک اللہ ہے	۲۶۱
مومن اللہ کے حکم کے پابند	۲۶۳
اللہ کے حکم کی اتباع	۲۶۴
زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق	۲۶۵
زکوٰۃ کے فوائد	۲۶۶
زکوٰۃ کا پہلا فائدہ	۲۶۷
زکوٰۃ کا دوسرا فائدہ	۲۶۹
زکوٰۃ کا تیسرا فائدہ	۲۶۹
ادائیگی زکوٰۃ سے دو بڑی بیماریوں کا علاج	۲۶۹
احکام و مصارف زکوٰۃ	۲۷۱
فرضیت زکوٰۃ	۲۷۴
مثالوں کے ذریعے سے اجر و ثواب کی وضاحت	۲۷۶
بخل کرنے والوں کی مذمت	۲۷۷
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ہدایت	۲۷۹
احکام زکوٰۃ پر ایک نظر	۲۸۰
سال گزرنے کا حساب کیسے لگایا جائے؟	۲۸۰
سال بھر میں تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ ادا کرنے کے دو فائدے	۲۸۲

صفحہ نمبر	عنوان
۲۸۴	ریاست کی فلاح و بہبود میں زکوٰۃ کا کردار
۲۸۴	حقیقی فلاحی ریاست
۲۸۵	مغرب نے اچھے تصورات اسلام سے حاصل کیے
۲۸۶	عدالتی نظام کا صاف شفاف ہونا مسلمانوں کی پہچان
۲۸۷	منکرین زکوٰۃ کے خلاف اعلانِ جہاد
۲۸۹	بینک کا زکوٰۃ کاٹنا
۲۹۱	کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے؟
۲۹۱	عبادت کے معنیٰ
۲۹۴	بیرون ممالک مسلمانوں کے صدقہ وغیرہ کا معمول
۲۹۵	افسوس ناک بات
۲۹۵	زکوٰۃ کے بارے میں منکر حدیث کا فتویٰ
۲۹۶	زکوٰۃ میں حکمت کے پہلو
۲۹۸	زکوٰۃ کا حساب کس طریقہ سے کیا جائے؟
۲۹۹	مستحقینِ زکوٰۃ ومصارف زکوٰۃ
۳۰۳	افضل مصارف زکوٰۃ
۳۰۳	صحیح مصرف کو تلاش کرنا ضروری ہے
۳۰۴	ادائیگی زکوٰۃ کے لئے زکوٰۃ کی وضاحت ضروری نہیں
۳۰۶	غیر مسلم کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۳۰۶	زکوٰۃ کی رقم سے مدرسے، مسجد اور ہسپتال کی تعمیر کا حکم
۳۰۷	این جی اوز کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۳۰۹	زکوٰۃ کے حساب میں قمری تاریخ کا لحاظ کیا جائے

عنوان	صفحہ نمبر

سفر حج کے تاثرات ۳۱۱

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ۳۱۳
سب سے بڑی حکمت ۳۱۴
رزق کی نعمت ۳۱۵
اہل و عیال کی نعمت ۳۱۶
سب سے بڑی نعمت ۳۱۷
سب سے قیمتی کام ۳۱۸
مسجد کا پڑوس ۳۱۸
سبق آموز واقعہ ۳۱۹
بیت اللہ کی حاضری نعمت ۳۲۰
حج ایک منفرد عبادت ۳۲۰
لباس میں دو ضروری خوبیاں ۳۲۱
بے پردگی پر وعید ۳۲۱
لباس کی زینت تقویٰ کے خلاف نہیں ۳۲۲
اہم مسئلہ اور اس کی مثال ۳۲۳
اسلامی مساوات کا خوبصورت منظر ۳۲۴
حج کے اُصول انوکھے ہیں ۳۲۴
عام حالات کا حکم ۳۲۴
رب کو پکارنا ۳۲۷
اجتماعیت کی ضرورت و اہمیت ۳۲۸
ایک وظیفہ ۳۲۸

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت	۳۲۹
ایک خاص دعا	۳۳۰
اصل مومن کون؟	۳۳۱
ہم سب محتاج اور غلام ہیں	۳۳۱
اللہ کے فضل کی داستان	۳۳۲
دین میں نقل مطلوب ہے	۳۳۲
حج نام ہے نقل اتارنے کا	۳۳۳
ایک اور حجت پوری کردی گئی	۳۳۳
مکہ، مدینہ کا دِکھانا بھی اتمام حجت ہے	۳۳۴
مکہ کی حقیقت اور ہماری غفلت	۳۳۵
بعض لوگوں کے بے جا خیالات	۳۳۶
غم کا سال	۳۳۶
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اظہار خیال	۳۳۷
طائف کی اہمیت	۳۳۷
طائف والوں کا ظلم شدید	۳۳۹
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا	۳۳۹
اصل مقصد غضب الٰہی سے حفاظت	۳۴۰
آقا محروم غلام مقبول ہوگیا	۳۴۱
ہر ہر سنت کو زندہ رکھیں	۳۴۲
اللہ کا خاص فضل و کرم	۳۴۳
تین یادگار مساجد	۳۴۳

عنوان	صفحہ نمبر
طائف کی یادگاریں	۳۴۴
بہت سی زیارتیں تو مٹادی گئیں	۳۴۴
ایمان کی تازگی کا ذریعہ	۳۴۴
ایک انوکھی یادگار اور اہلِ مدینہ کی سعادت عظمیٰ	۳۴۵
حج کے موقعے پر اسلام کی دعوت	۳۴۶

محرم کی حقیقت

از افادات

داعئ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

۞......آقا ﷺ کا اپنے نواسوں سے پیار۔

۞......ماتم پر وعید۔

۞......سب سے زیادہ المناک دن۔

۞......حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت اور آقا ﷺ کا صبر۔

۞......واقعہ کربلا کا تفصیلی جائزہ۔

۞......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ۔

۞......سب سے پہلے ماتم کس نے کیا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴، پ ۲)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

بحمد اللہ! میں ان لوگوں میں سے ہوں جو فرقہ ورانہ بیانات سے بچ کر رہتے ہیں اور یہاں جو عرصہ گزرا، چند سال گزرے جن لوگوں کو ہمارے درس قرآن میں شرکت کا موقعہ ملا وہ خوب جانتے ہیں کہ ہم کبھی بھی فرقہ ورانہ مسائل کو چھیڑتے نہیں ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اہل سنت کے عقائد سے دست بردار

ہو جائیں اور معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا جا تا رہے اور ہم اس پر خاموش رہیں، فرقہ واریت سے بچ کر رہیں اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے۔

ہم اپنی بات ان شاء اللہ پیش کرتے رہیں گے اسی سلسلے میں آج یہ پروگرام ہے اور اسے آپ خود محسوس کریں گے۔ کوئی روایتی و جوشیلی تقریر نہیں ہے بلکہ محرم الحرام کے حوالے سے جو حقائق ہیں وہ بیان کرنا مقصد ہے تاکہ نوجوانوں کے عقائد اور نظریات محفوظ رہیں اور جو صراط مستقیم ہے اس پر وہ قائم رہیں اور مخالفانہ پروپیگنڈے سے وہ بچے رہیں سب سے پہلی بات جو محرم الحرام کے بارے میں کہنا چاہوں گا۔ کہ محرم کا معنی جس کی حرمت کی گئی، جس کو عظمت دی گئی چونکہ محرم اسلامی مہینوں کا پہلا مہینہ ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ

اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ہر مہینہ کے شروع میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے؛

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالسَّلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ هِلَالُ رُشْدٍ وَخَیْرٍ

اے اللہ! اس مہینہ کو امن اور سلامتی کا مہینہ بنانا اور پھر چاند سے خطاب کرتے، اے چاند! تیرا رب بھی اللہ ہے اور میرا رب بھی اللہ ہے۔ ہمارے لئے ہدایت کا مہینہ ہو، خیر کا مہینہ ہو تو جیسے آقا ہر مہینہ کے شروع میں یہ دعا پڑھتے تھے، تو محرم الحرام کے شروع میں بھی ظاہر ہے کہ یہ دعا پڑھی جاتی تھی۔

اور یہ تو سال کا پہلا مہینہ ہے اور میں اکثر یہ عرض کرتا ہوں کہ جب مہینہ کے شروع میں یہ دعا پڑھی جائے تو مہینہ کے ساتھ ساتھ آپ پورے سال کی نیت کرلیں۔

اے اللہ! اس پورے سال کو ہمارے لئے امن کا سال بنادے، سلامتی کا سال بنادے، اسلام کا سال بنادے، ہدایت کا سال بنادے، آپس میں خیر اور بھلائی کا سال بنادے، اتفاق اور اتحاد کا سال بنادے۔ تو یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ ہجری سال کی ابتداء اس مہینہ سے ہوتی ہے تو یہ تعزیہ کا مہینہ نہیں ہے، ماتم کا مہینہ نہیں ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس مہینہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت کے دیگر افراد کی انتہائی مظلومانہ شہادت ہوئی ہے۔ معاذ اللہ! ہم ان میں سے نہیں ہیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں۔ اقتدار کا بھوکا قرار دیتے ہیں، اور یزید کو امام عادل تسلیم کرتے ہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں۔ صاف سن لیجئے ہم یزید کے حامیوں میں سے نہیں ہیں۔

ہم تو امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہو اور ان کے اہل بیت کی معیت نصیب ہو۔

ہماری محبت کی انتہاء

اہل سنت والجماعت ہر اس چیز کا احترام کرتے ہیں جس کا تعلق اور جس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔

ہم تو ان گلیوں سے، ان بازاروں سے، زمین کے اس شہر سے، اس ٹکڑے سے، اس بستی سے، اس میدان جنت سے، اس پتھر سے محبت کرتے ہیں جس کی نسبت حضور ﷺ کے ساتھ ہو۔ اس سواری سے محبت کرتے ہیں جس کی نسبت حضور ﷺ کے ساتھ ہو، تو کیا ہم حضور ﷺ کے نواسوں سے محبت نہیں کریں گے۔

حضور ﷺ کا اپنے نواسوں سے پیار

حضور اکرم ﷺ کو اپنے نواسوں سے بہت پیار تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔ جب وہ پیدا ہوئے، کتنے خوش نصیب تھے۔ تحنیک کے طور پر آقا ﷺ نے اپنی زبان ان کے منہ میں رکھی اور انہوں نے آپ ﷺ کا لعاب چوسا ہے۔

آپ ﷺ ان کو گود میں لے کر دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو ان سے بھی محبت فرما۔ حضور اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر سوار کیا۔ راستے میں کسی نے دیکھا تو اس نے کہا او بچے، او بیٹے، بڑی اچھی سواری ملی ہے تجھے، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سواری ہی اچھی نہیں سوار بھی بڑا اچھا ہے۔

تو حضور ﷺ کو اپنے نواسوں سے بڑی محبت تھی اور ان سے بڑا پیار تھا اور فرماتے تھے کہ یہ جنت کے پھولوں میں سے دو پھول ہیں میرے دنیا کے

پھول ہیں۔ اس قدر حضور ﷺ ان سے محبت کرتے تھے۔ جن سے حضور ﷺ نے محبت کی معاذ اللہ! ہم ان سے کیا بغض رکھیں گے۔؟

ماتم پر وعید

محبت کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی یاد میں ان کی شہادت کے موقع پر ماتم نہیں کرتے۔ کیوں نہیں کرتے؟

اس لئے کہ ہمارے آقا ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا؛

حضور اکرم ﷺ نے کہہ دیا ماتم نہیں کرنا، حضور ﷺ نے صاف فرمادیا۔

مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ فَلَيْسَ مِنَّا

جو شخص گریبان کو پھاڑتا ہے اور چہرے کو پیٹتا ہے اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اور بڑے بڑے واقعات پیش آئے لیکن اس واقعات کی برسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، تابعین نے، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے ماتم نہیں کیا۔

مقامِ شہادت

جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو شہادت تو بڑا عظیم مقام ہے آپ اندازہ کیجئے! کتنا بڑا مقام ہے کہ ہمارے آقا ﷺ سید الاولین و سید الآخرین، پہلوں کے بھی سردار بعد والوں کے بھی سردار، نبیوں کے سردار، رحمتہ للعالمین، شفیع المذنبین، شافع محشر، ساقی کوثر یہ سارے مراتب اللہ نے حضور

اکرم ﷺ کو دیئے۔ اس کے باوجود آپ اللہ سے دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ

اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت کی موت عطا فرما۔

جس کو اللہ نے نبیوں کا سردار بنایا وہ دعا کر رہا ہے اے اللہ! مجھے شہادت کی موت عطا فرمانا۔

حضور علیہ السلام کی دعا کی قبولیت

اور بہت سے علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کی یہ دعا قبول کر لی۔ اس لئے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر یہودی عورت نے کھانے میں جو زہر کھلایا تھا اور حضور ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں رکھ کر پھر پھینک دیا تھا تو آپ نے موت سے چند لمحے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ عائشہ! آج میں اس زہر کا اثر محسوس کر رہا ہوں۔

اور زہر سے جو موت واقع ہوتی ہے وہ شہادت کی موت ہوتی ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ نے وہ دعا بھی قبول کر لی۔ تو شہادت بڑا مقام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عجیب دُعا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کریا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَمَوْتًا بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ

اے اللہ! مجھے تو اپنے راستے میں شہادت کی موت دینا اور اپنے نبی کے

شہر میں موت دینا۔

یہ دونوں عجیب دعائیں ہیں بظاہر لگتا ہے کہ متضاد دعائیں ہیں۔ بھائی شہادت تو جہاد کے میدان میں ملتی ہے اور جہاد ہو رہا تھا ایران میں، عراق میں، مصر میں، اور ادھر یہ دعا کہ اے اللہ! مدینہ میں موت آئے اور شہادت کی موت آئے۔

تو بظاہر اس دعا کی تکمیل کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی یا تو مدینہ میں موت آئے گی اور اگر شہادت کی موت آئے گی تو مدینہ سے دور موت آئے گی۔

لیکن اللہ پاک نے ایسے اسباب بنا دیئے کہ دونوں ہی دعائیں اللہ نے قبول فرمائیں۔ موت آئی تو مدینے میں آئی اور شہادت کی موت آئی۔ اور ہر مسلمان کے دل میں شہادت کی تمنا ہونی چاہئے اور جس مسلمان کے دل میں سچی شہادت کی تمنا ہوگی۔ اگر وہ اپنے گھر کے بستر پر بھی مرے گا تو اللہ اسے شہادت کا درجہ عطا فرمائیں گے۔

تو شہادت ایک عظیم مقام ہے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ پاک نے شہادت کا مرتبہ دیا۔ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ پاک نے شہادت کا مقام عطا فرمایا؛ نہ یہ پہلی شہادت تھی اور نہ آخری۔ بلکہ اس ے پہلے بھی شہادتیں ہوئیں اور اس کے بعد بھی شہادتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اگر ہمیں کسی شہید پر ماتم کی جازت ہوتی تو کوئی دن بھی ہمارا ماتم سے خالی نہ جاتا۔ مسلمانوں کی اتنی شہادتیں ہیں۔

سب سے زیادہ المناک دن

آپ دیکھیں تو مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ المناک دن، وہ ۱۲ ربیع الاول کا ہے۔ اس لئے کہ ۱۲ ربیع الاول کو سردر دو عالم سیدنا محمد ﷺ کا انتقال ہوا ہے۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہمارے لئے حضور اکرم ﷺ کی جدائی سے بڑا حادثہ کبھی پیش ہی نہیں آیا۔

اتنا المناک واقعہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ بعد میں اگر ہمارے بچے کا، ہمارے بھائی کا، ہماری ماں کا، ہماری بیوی کا انتقال ہو جاتا تو ہم حضور اکرم ﷺ کے واقعہ کو یاد کرتے تو ہمارا غم ہم سے بھول جاتا تھا اتنا اثر رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لیکن ہم اس کا ماتم نہیں کرتے۔

اگر ماتم کی اجازت ہوتی تو یکم محرم کو ہم ماتم ضرور کرتے۔ اس لیے کہ یکم محرم کو سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

مناقبِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

جن کے بارے میں آقا ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے۔ جن کے بارے میں آقا ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! جس راستے پر تم چلتے ہو شیطان وہ راستہ چھوڑتا جاتا ہے۔

وہ عمر جن کے دورِ خلافت میں ۲۲ لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا ہے۔ اور اپنا مطالعہ تو یہ کہتا ہے کہ تاریخ اسلام اور تاریخ انسانی میں انبیاء علیہم السلام کے

علاوہ سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے بڑا حکمران نہیں گزرا۔

ایسا عادل حکمران، ایسا بہادر حکمران، ایسا سادہ حکمران، رعایا کا خیال رکھنے والا حکمران، اور جس کے دور میں اتنی تیزی سے فتوحات ہوئی ہوں اور یاد رکھیئے شہر، علاقے، دیہات، میدان، پہاڑ، دریا، فتح کرنے والے تو بہت سے حکمران گزرے ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ تھی کہ صرف شہروں اور ملکوں کو فتح نہیں کیا بلکہ انسانی دلوں کو بھی فتح کیا ہے۔ اور عجیب المناک بات یہ ہے کہ ایران جو فتح ہوا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں اسی لئے سب سے زیادہ گالیاں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دی جاتی ہیں یہ نمک حرامی کی انتہائی نایاب قسم کی مثال ہے۔

اگر ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم ۱۸ ذوالحجہ کو ماتم کرتے۔ جب حضور اکرم ﷺ کے دوہرے داماد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

مناقبِ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ جانتے ہیں کہ کون ہیں عثمان؟ جن کے بارے میں آقا ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس سے آسمان کے فرشتے حیاء کرتے ہیں میں کیوں نہ ان سے حیاء کروں۔ وہ عثمان جن کے نکاح میں حضور اکرم ﷺ نے ایک کے بعد دوسری بیٹی دی۔

جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیتا چلا جاتا۔

وہ عثمان رضی اللہ عنہ کہ حدیبیہ کے موقع پر جن کی شہادت کی افواہ پھیل گئی تھی، حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ کو کہا تھا یہ عثمان کا ہاتھ ہے یہ میرا ہاتھ ہے میں عثمان کی طرف سے غائبانہ بیعت کرتا ہوں۔

اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور اللہ نے پھر اس ہاتھ کو ایسا قبول کیا قرآن کو جمع کرنے کے لئے۔ چنانچہ ان کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

اور ۵۰ دن تک ان کا محاصرہ رہا ہے اور ان پر اس کنویں کے پانی کو بند کر دیا گیا جس کنویں کو خرید کر انہوں نے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

اللہ نے مجھے اس کنویں پر جانے کی توفیق دی اس کنویں کے پانی پینے کی توفیق دی۔

اب تو پانی اس کا تقریباً کھاری ہو چکا مرورِ زمانہ کی وجہ سے اور حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے۔ سو وہ وقت تھا جب مدینہ میں مسلمانوں کو پانی دستیاب نہیں تھا اور وہ کنواں یہودی کی ملکیت میں تھا۔ اس نے کہا آدھا بیچتا ہوں آدھا نہیں۔ ایک دن بیچتا ہوں اور ایک دن نہیں۔ انہوں نے کہا ایک دن ہی بیچ دو۔ مسلمان ایک دن اتنا پانی بھرتے تھے کہ دوسرے دن کسی کو ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔ اس نے کہا دوسرا آدھا بھی خرید لو اور آپ نے پورا خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور آپ کے لئے اس کنویں کا پانی بند کر دیا گیا۔

اور شہادت ہوئی روضہ کی حالت میں، تلاوت کرتے ہوئے اور آپ کا خون گرا ہے قرآن کی آیت پر اور عجیب آیات ہیں جن پر خون گرا:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾

(سورۃ التوبۃ آیت ۱۳۷، پ ۱)

پہلے پارہ کی آخری آیت ہے جس پر یہ خون گرا، جس کا معنی ہے۔ اللہ ان سے نمٹ لے گا، چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے نمٹا۔

ان میں سے کوئی پاگل ہو گیا، کوئی اندھا ہو گیا، کسی کو زندہ جلا دیا گیا، کسی کو قتل کر دیا گیا۔ اللہ نے ان کو نمونہ عبرت بنا دیا۔ جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل میں حصہ لیا تھا۔

اور علماء نے عجیب بات کہی کہ قیامت کے دن کسی کی شہادت کی گواہی نیزہ دے گا، کسی کی شہادت کی گواہی زمین دے گی اور عثمان رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت ہیں ان کی شہادت کی گواہی قرآن کے اوراق دیں گے لیکن ہم ان کا بھی ماتم نہیں کرتے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت

اگر ہمیں اجازت ہوتی ماتم کی تو ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ماتم کرتے اُحد میں جو شہید کئے گئے اور صرف شہید نہیں بلکہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا، آنکھیں نکال دی گئیں، کان کاٹ دیئے گئے، ناک کاٹ دی گئی اور سینہ چیر کر کلیجہ نکال دیا جس کو ہندہ نے چبانے کی کوشش کی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچا کی نعش دیکھی اور یہ حال دیکھا تو اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔

ہمارے حضور ﷺ جذباتی نہیں ہوا کرتے تھے لیکن اس دن اپنے جانثار چچا کو اس حال میں دیکھا تو جذباتی ہو گئے اور جذبات میں آ کر کہہ دیا کہ اگر اگلے سال اللہ نے کافروں پر مجھے غلبہ دیا تو میں ۷۰ کافروں کے ساتھ وہی کچھ کروں گا جو انہوں نے میرے چچا کے ساتھ کیا ہے۔

لیکن اللہ نے سورۃ النحل میں یہ آیت نازل فرمادی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾ (سورۃ النحل ایت ۱۲۶، پ ۱۴)

اے میرے حبیب! اگر آپ سزا دینا چاہیں تو اتنی ہی سزا دیں جتنی کہ کافروں نے آپ کو دی لیکن اگر آپ صبر کریں تو صبر کرنا بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے تو آقا ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! میں صبر کرتا ہوں میں ایک بھی کافر کے ساتھ ایسا نہیں کروں گا جو انہوں نے میرے چچا کے ساتھ کیا تھا۔

تو بھائیو! پہلی بات یہ بتا رہا تھا کہ یہ مہینہ ماتم کا مہینہ نہیں ہے۔ تعزیہ کا مہینہ نہیں ہے، غم کا مہینہ نہیں ہے اور نہ ہی اسلام ہمیں کسی شہید کا اس طرح تعزیہ نکالنے اور اسی طرح ماتم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن پروپیگنڈہ کے زور پر اس مہینہ کو ماتم کا مہینہ بنا دیا گیا۔

"علیہ السلام" کا استعمال

دوسرا پروپیگنڈہ جو بنایا گیا اور کیا گیا وہ یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام

کے ساتھ عام طور علیہ السلام بولا جاتا ہے اور لکھا جاتا ہے۔

علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام لکھا جاتا ہے اور بولا جاتا ہے، لفظی اعتبار سے یہ کوئی غلط نہیں ہے۔ عام مسلمان کے لئے بھی آپ بول سکتے ہیں۔ علیہ السلام کا وہی معنی ہے جو السلام علیکم کا معنی ہے۔ اس لئے علیہ السلام کے معنی ہیں اس پر سلام، السلام علیکم کے معنی تم پر سلام، سلام علیکم تم پر سلام تو لفظی اور معنوی اعتبار سے کوئی خرابی نہیں۔

لیکن بعض اصطلاحات ہیں جو مسلمانوں نے بعض شخصیات کے ساتھ مخصوص کیں۔ مثال کے طور پر نبیوں کے لئے علیہ السلام اور سید الانبیاء کے لئے ﷺ، صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہم، عام بزرگوں کے لئے رحمۃ اللہ علیہ اب جب اصطلاحات مخصوص کردی گئیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بھی سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہئے۔

لفظِ "امام" کا استعمال

اسی طرح امام لگایا جاتا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ، امام عالی مقام، لفظی اور معنوی اعتبار سے امام کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، یہ امام ہیں۔

چونکہ سنیوں کا کوئی غلط عقیدہ نہیں ہوتا امام کہتے وقت لہٰذا حضرت امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ امام لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر کسی کا غلط نظریہ ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ویسے ہی معصوم ہیں جیسے سارے نبی معصوم ہیں، جیسا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں تو اب میں کہوں گا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ امام لگانا جائز نہیں۔ اس لئے کہ سوچ بدل گئی۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ لیکن جب نظریہ بدل جائے، سوچ بدل جائے، نیت بدل جائے تو پھر کہنا غلط ہو جاتا ہے۔

صلوۃ وسلام کی شرعی حیثیت

بعض لوگ صلوۃ وسلام کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ پڑھنا جائز ہے بالکل جائز ہے۔ آپ یہاں بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لیکن وہ پڑھ سکتا ہے جس کی نیت صحیح ہو۔ علماء نے لکھا ہے وہ محبت کی بنا پر کہتا ہے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ارے فرشتو! اسی طریقے سے میرا سلام پہنچا دینا جیسا میں پڑھ رہا ہوں، اب جائز ہے۔

لیکن اگر عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور میں پڑھ رہا ہوں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اب یہ جائز نہیں ہوگا۔

کتنی عجیب بات ہے۔ کیا مجھے شرم نہیں آئے گی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بیٹھے ہیں، میں کرسی پر بیٹھا ہوں اور کہوں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا

رَسُولُ اللّٰہِ تو نیت کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔

اگر کوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو امام کہتا ہے بڑے ہونے کی وجہ سے، رہنما ہونے کی وجہ سے، پیشوا ہونے کی وجہ سے تو کوئی حرج نہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔ لیکن اگر کسی کی نیت یہ ہو کہ وہ ائمہ معصومین میں سے ہیں، انبیاء کی طرح معصوم اور پاک ہیں تو اب امام کہنا جائز نہ ہوگا۔

واقعہ کربلا کا تفصیلی جائزہ

محرم کے حوالے سے ایک چوتھی چیز واقعہ کربلا ہے یہ توجہ سے سننے کا ہے۔ واقعہ کربلا کیوں پیش آیا؟ کیسے پیش آیا؟

ہمیں تھوڑا سا تفصیل میں جانا پڑے گا۔ دیکھئے! دنیا میں اسلام کے پھیل جانے سے سب سے زیادہ نقصان یہودیوں کو ہوا ہے اور سب سے زیادہ دکھ یہودیوں کو ہوا ہے۔

اسی لئے جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے یہود اسلام اور مسلمانوں اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کرتے رہے، جنگ احد ہوئی ہے اس میں یہودیوں کا ہاتھ تھا، غزوۂ خندق ہوا ہے اس میں بھی یہودیوں کا ہاتھ تھا۔ خیبر کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی گئی یہ بھی یہودیوں کی سازش تھی۔

ایسا بھی ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف فرما ہیں عمارت کے اوپر سے

پتھر گرا کر آپ کو کچلنے کی کوشش کی گئی یہ یہودیوں کا کام تھا۔

تو حضور اکرم ﷺ کے دور میں مسلسل ان کی سازشیں جاری رہیں۔

لیکن اللہ نے ان کو ہر موقعہ پر ذلیل وخوار کیا، اگرچہ ان کا دور مختصر ہے۔

لیکن ان کا مختصر دور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑا بھاری ہے۔ اس لئے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو امت کے قدم لڑکھڑا گئے اور دشمنوں کے حوصلے بڑھ گئے، انہوں نے سوچا اب بہت اچھا موقع ہے اسلام کا چراغ گل کرنے کا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت

لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں استقامت تھی انہوں نے فتنوں کے آگے بند باندھ دیئے۔

آپ اندازہ کریں ایک طرف مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹے ہوئے تھے، قیصر وکسریٰ تیاری کر رہے تھے، منافق کھل کر سامنے آ گئے، یہودی نکل کر سامنے آ گئے، کئی کئی قبیلے، تقریباً ۲۰ کے قریب قبیلے وہ تھے جو مرتد ہو گئے۔ اسلام کو چھوڑ دیا، کئی لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، کتنے فتنے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرا گئے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈٹ گئے۔ اللہ اکبر!

ایک موقع پر جب بعض حضرات ! نے کہا کہ حضرت کچھ نرمی اختیار فرمائیں، اللہ اکبر! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عجیب الفاظ ارشاد فرمائے:

اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ

کیا دین میں کمی کی جائے اور میں زندہ رہوں؟ میں کیسے برداشت کروں گا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہود کامیاب نہ ہو سکے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کا دس سال دورِ خلافت اور ۲۲ لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا تھا اللہ نے ان کو ایسا رعب اور دبدبہ عطا کیا تھا کہ یہودیوں کو اور منافقوں کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔

میں نے آپ کو حدیث سنائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عمر! تم جس راستے پر چلتے ہو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تو سر ہی نہ اٹھا سکے۔

عبداللہ بن سبا کی شرارت

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بہت نرم مزاج تھے ان کے زمانے میں عبداللہ بن سبا نے اسلام قبول کیا لیکن در پردہ اسلام کے خلاف شرارتیں کرتا رہا۔ اس نے مختلف قسم کے نظریات اہل بیت کے محبت کے بارے میں مسلمانوں میں پھیلا دیئے۔

مثال کے طور پر اس نے پہلا نظریہ یہ پھیلایا اور پہلا پروپیگنڈہ یہ کیا کہ بنو ہاشم کے حقوق سب سے زیادہ ہیں لہٰذا حکومت میں بھی سب سے زیادہ

بنو ہاشم کا حصہ ہونا چاہئے۔لیکن بنو امیہ نے زیادہ حصہ لیا ہوا ہے۔

دوسری بات، دوسرا عقیدہ اس نے لوگوں میں یہ پھیلایا کہ حضور اکرم ﷺ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

تیسرا عقیدہ اس نے یہ پھیلا دیا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مراتب

یہاں ایک بات رک کر کہہ رہا ہوں کہ دیکھئے یہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مراتب کی بات ہے۔اس میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

اگر بالفرض کوئی یہ کہہ دے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقام کو بھی تسلیم کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام کو بھی تسلیم کرے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان و مقام کو بھی تسلیم کرے، ایسے شخص کو ہم کافر نہیں کہیں گے۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے افضل ہے لیکن دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام کو بھی مانتا ہے۔

لیکن اگر وہ بد بخت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پردہ میں دوسرے صحابہ کو گالیاں دے تو اب ہم یہ کہیں گے کہ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان کا انکار کرتا ہے وہ خود مومن نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اس نے ایک نظریہ یہ پھیلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

چوتھا یہ کہ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اب یہ نظریات آہستہ آہستہ وہ پھیلاتا گیا۔

اور پھر یہاں تک وہ بدبخت پہنچ گیا کہنے لگا خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ نے اس حق کو غصب کیا ہے، یہ غاصب ہیں۔ معاذ اللہ!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور

تو ان کے خلاف یہ نفرت اس نے دلوں میں پیدا کر دی ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ جس کے نتیجے میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا، ان کے بعد پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو دور ہے یہ حقیقت میں یوں سمجھیں کہ سازشوں کا دور ہے۔

زیادہ تر مسلمانوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں جنگ جمل بھی ہوئی، جنگ صفین بھی ہوئی، جنگ نہروان بھی ہوئی یہ مختلف جنگیں ہوتی رہیں۔

بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے اپنے ہی گروہ کے ایک شخص عبدالرحمٰن بن ملجم نے معاذ اللہ! شدید زخمی کر دیا۔ جس سے وہ شہید ہو گئے۔

حضور ﷺ کی پیشین گوئی اور مسلمانوں میں صلح

شہادت سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا دیا اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے

میں پیشین گوئی کی تھی کہ اللہ میرے اس نواسے کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

دیکھیے! حضور اکرم ﷺ نے اس گروہ کو بھی مسلمان کہا اور اس گروہ کو بھی مسلمان کہا۔

کہ میرے اس نواسے کے ذریعے اللہ مسلمانوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

اب صورت یہ تھی کہ ایک طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے دعویدار اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا دیا وہ خلافت کے دعویدار لیکن بالآخر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ

آج صرف یزید کو برا نہیں کہا جاتا۔ معاذ اللہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کو بھی گالی بنا دیا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ یزید کے والد تھے۔

تو بھائی! بتاؤ کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غلط تھے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے صحیح کیسے ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت کی ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کیوں بھلا دیا گیا؟

اور آپ دیکھئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا گیا ہے زہر دے کر شہید کیا گیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ انداز میں شہید کیا گیا ہے میں مانتا ہوں لیکن شہید حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی کیا گیا ہے۔

لیکن آج تک آپ نے نہیں سنا ہوگا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نام پر ایک بھی شخص نے ماتم کیا ہو۔؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نام پر کوئی ایک بھی جلسہ ہوا ہو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کو کوئی سنی تو کیا شیعہ بھی نہیں جانتا۔

ایسا بھلا دیا گیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو، ان کا جرم کیا تھا؟ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، صلح کر لی تھی اور امت کو لڑائی سے بچالیا۔ اور یہ جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کی اس کے بعد ۲۰ سال تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران رہے۔

ایک عجیب بات

اور یہ مسلمانوں کے بڑے امن اور مصالحت کا دور تھا اور فتوحات کا دور تھا، اگر آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں فتوحات ہوئی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتوحات ہوئی ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تو بہت زیادہ فتوحات ہوئی ہیں اور ایک عجیب بات آپ کو بتاؤں کہ جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے دعوت دی کہ ہم یزید سے تنگ ہیں۔ آپ

آئیں اور ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اسی طریقے سے کوفیوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی خطوط لکھے۔ کہ آپ آئیں ہم امیر معاویہ سے تنگ ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور کتاب ہے شیعوں کی "تذکرۃ الائمہ فی معرفۃ لائمہ" جس میں یہ الفاظ ہیں:

كَتَبُوْهُ وَدَعَوْهُ إِلَى الْاَمَارَةِ فَأَبٰى لِمَا كَانَ بَيْنَهٗ و بَيْنَ مُعَاوِيَة مِنْ صُلْحٍ

کوفیوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دعوت دی امارت کی لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ ان کے درمیان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان معاہدہ اور صلح ہو چکی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے یزید کو جانشین بنا دیا۔

یزید کو جانشین بنانے کی وجہ

توجہ سے سنیئے گا۔ یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے ان کو تنقید کا شدید نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیوں بنایا؟

اس لئے کہ ان کے سامنے وہ حالات تھے جو مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی ہوئی تو انہوں نے خانہ جنگی سے بچنے کے لئے یہ سوچا کہ اپنے بیٹے کو ہی خلیفہ بنا دوں۔ شیعوں کے علماء نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی

میں یزید میں فسق و فجور نہیں تھا۔ چنانچہ وہ ۳۰۰ جہادی مہمات میں بھی حصہ لیتا رہا۔ وہ جو مشہور واقعہ ہے۔ قسطنطنیہ کے جہاد کا اس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یزید بھی تھا۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا فسق و فجور نہیں آیا۔ چوں کہ ان کی زندگی میں تو وہ بظاہر ایمان پر تھا، تقویٰ پر تھا، جہاد پر تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنا جانشین بنا دیا۔

ہمارا عقیدہ

مگر صاف بات ہے بھائی! ہم وہ عقیدہ رکھتے ہیں جو سنی رکھتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ کام ایک اجتہادی غلطی تھی ہم اس کو اجتہادی غلطی تسلیم کرتے ہیں۔ غلطی تھی مگر اجتہادی غلطی پر کسی کو ملامت نہیں کی جاسکتی۔

اجتہادی غلطی کس کو کہتے ہیں؟

غلطی کرنے والے کی نیت ٹھیک ہوتی ہے بظاہر وہ صحیح لائن پر جا رہا ہوتا ہے لیکن نتیجہ غلط نکل آتا ہے، بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو خلیفہ بنایا۔ میں نے اس کی وجہ بیان کر دی۔ یا تو ان کے ذہن میں یہ تھا کہ خانہ جنگی مسلمانوں میں دوبارہ شروع نہ ہو جائے اور دوسری یہ کہ اُن کی زندگی کے اندر یزید میں کوئی فسق و فجور نہیں تھا۔ بعد میں اس کے اندر یہ غلط باتیں پیدا ہوئیں۔ جب یزید کی غلط حرکات سامنے آئیں۔ کوفیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ میں آئیں۔

ہم یزید کی بیعت کو فسخ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیں گے۔ کثرت سے خطوط لکھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تسلی کے لئے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بھیجا، چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تین ہزار یا اٹھارہ ہزار یا اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کرلی یہ غائبانہ بیعت تھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر لیکن حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر کی۔ تین ہزار یا اٹھارہ ہزار یا اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کرلی۔ حضرت مسلم بن عقیل مطمئن ہو گئے کہ واقعی کوفی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیں گے۔ انہوں نے حوصلہ افزائی کے خطوط لکھے کہ کوفی ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں اتنی کثرت سے میرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔

لیکن پھر جب وقت کے حکمرانوں کی طرف سے ان پر دباؤ ڈالا گیا ان کو لالچ دیا ان کو ڈرایا گیا تو پھر چند ایک کے علاوہ باقی سب ساتھ چھوڑ گئے۔ پھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو انتہائی مظلومیت کی حالت میں کوفہ میں شہید کر دیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روکا گیا تھا

اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے کوفہ کے لئے اور جب کوفہ کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن

جعفر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی کہ خدارا! آپ کوفیوں پر اعتماد نہ کریں۔ اس لئے کہ انہوں نے آپ کے والد کو بھی دھوکا دیا۔ آپ کے بھائی کو بھی دھوکا دیا، یہ آپ کو بھی دھوکہ دیں گے آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

عزیمت کو اختیار فرمایا

اور یہاں تک کہا کہ اگر آپ جانا ضروری ہی سمجھتے ہیں تو کم از کم بچوں اور خواتین کو لے کر نہ جائیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے رخصت کے بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کیا۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ اسلام کے نظام میں خلافت کو جو حکومت میں بدل دیا گیا ہے اور اب یزید نے سنت کے بجائے بدعت کو فروغ دینا شروع کر دیا ہے، اس کا سدباب ضروری ہے۔

واقعات کے بیان میں احتیاط

ہم واقعات کو اس طریقے سے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ پر کسی کو انگلی اٹھانے کا موقعہ نہ ملے نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی انگلی اٹھائے اور نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر کوئی انگلی اٹھائے۔ ہم کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ہیں۔ نہ ہم اِدھر انگلی برداشت کریں گے نہ اُدھر انگلی برداشت کریں گے۔ تو ہم واقعات کی توجیہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا کہ حکومت مکمل بدل گئی ہے خلافت کو حکومت میں بدل دیا گیا۔ تو دوبارہ خلافت کے نظام کو سنت میں بدلنا ضروری ہے۔

اور یزید نے جو بدعات کو شروع کیا ہے اس کا سدباب بھی ضروری ہے۔تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کسی کی بات نہیں مانی اور چل پڑے۔راستے میں انہیں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پتہ چلا اور یہ بھی کہ سارے کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

انتقام کی صدائیں

اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پلٹنا چاہا۔ یہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے لیکن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے جو بھائی تھے انہوں نے انتقام انتقام کی صدائیں بلند کیں کہ ہم اپنے بھائی کا انتقام لئے بغیر نہیں جائیں گے۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ چلتے رہے حتیٰ کہ کربلا کے مقام پر پہنچ گئے۔

یہاں حر بن یزید یہ ایک ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا اور آپ نے خود دیکھا تو لشکر میں وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ لکھ کر بلایا تھا۔

آپ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا او ظالمو! میں تمہارے خطوط پر اور تمہاری دعوت پر اور تمہاری بار بار درخواست پر یہاں آیا ہوں۔کیا مجھ سے لڑنا چاہتے ہو؟ پھر عمر بن سعد آئے چار ہزار کا لشکر لے کر اور عمر بن سعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خون بہے۔

مذاکرات اور تین صورتیں

مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا مصالحت ہونے لگی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

نے تین صورتیں پیش کیں۔

۱)...... ایک صورت یہ کہ مجھے مکہ واپس چلا جانے دو میں مکہ چلے جاتا ہوں۔

۲)...... دوسری صورت یہ کہ مجھے کسی بھی اسلامی سرحد پر جانے دو میں جہاد کرتے ہوئے زندگی گزار لوں گا۔

۳)...... تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو میں ان کے ساتھ ویسے ہی معاملہ طے کرلوں گا جیسا کہ میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے والد معاویہ رضی اللہ عنہ سے طے کرلیا تھا۔

لیکن یہ جو لشکر آیا انہوں نے بیعت پر اصرار کیا اور کہا نہ مدینہ واپس جانے دیں گے نہ کسی دوسری سرحد پر واپس جانے دیں گے نہ یزید کے پاس لے کر جائیں گے آپ کو بیعت کرنا ہوگی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیعت سے انکار

آپ نے بیعت کرنے سے انکار کردیا اور یہ عزیمت کا راستہ تھا جو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا کہ بیعت نہیں کروں گا۔ اس شخص کی خلافت پر میرا دل مطمئن نہیں ہے۔ میں اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا۔

البتہ اگر مجھے جانے دو تو واپس چلا جاؤں گا، سرحد پر جانے دو تو چلا جاؤں گا یا یزید کے پاس جانے دو چلا جاؤں گا۔ میں لڑنا نہیں چاہتا لیکن بیعت بھی نہیں کروں گا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آخر وقت تک لڑائی سے اپنے آپ کو بچایا ہے۔ لڑائی سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ مگر جب دیکھا کہ یہ لوگ اس وقت تک میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرلوں تو آپ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔

جنگ کی نوبت کیسے آئی؟

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ لڑنا چاہتے ہیں، نہ عمر بن سعد رضی اللہ عنہ لڑنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مصالحت ہو جائے۔ پھر جنگ تک نوبت کیسے پہنچی؟

حقیقت میں وہ سبائی گروہ یعنی عبداللہ بن سبا کی پارٹی کے افراد جنہوں نے خط لکھ لکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہاں بلایا تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ہمارا بھانڈا پھوٹنے والا ہے اور ہمارے چہروں سے نقاب ہٹنے والا ہے۔ اب یزید کی نظروں میں بھی ذلیل ہو جائیں گے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نظروں میں بھی ذلیل ہو جائیں گے۔ تو انہوں نے دونوں فریقوں کو آپس میں لڑوا دیا، ٹکرا دیا۔

یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ پیش آیا یہ اُس المناک شہادت کے بارے میں چند حقائق تھے۔ لیکن واضح طور پر سمجھ لیں کہ ہم یزید کو واضح طور پر بریٔ الذمہ نہیں قرار دیتے۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یزید اس کا کوئی ذمہ دار نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ وقت کا حکمران تھا۔ اس کو

ایسے انسان اختیار کرنے چاہئے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان اہل بیت کے دوسرے افراد کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آتا ان کے ساتھ ظلم وستم نہ ہوتا۔اس کو یہ اسباب اختیار کرنے چاہئے تھے، وہ ذمہ دار تھا۔

سب سے پہلے ماتم کس نے کیا؟

اور پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اور خواتین اور بچے یزید کے پاس لے جائے گئے اور اس کے گھر میں اہل بیت کی خواتین کو بھیجا گیا سب سے پہلے جو ماتم کیا ہے وہ یزید کے گھر والوں نے کیا ہے۔ یہ تاریخ سے ثابت ہے۔

سب سے پہلے جو رونے کی آوازیں آئیں ہیں وہ یزید کے گھر سے آئیں ہیں، رونے کی آوازیں۔خود ہی ظلم کیا اور خود ہی رونے دھونے لگ گئے۔

میرے بھائیو اور میری بہنو! یہ محرم الحرام کے مہینے کے حوالے سے چند حقائق تھے جو میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا۔

ہمارا نظریہ

آخر میں یہ بات عرض کروں گا جیسے میں نے پہلے بیان میں بھی یہ بات کہی آپ نے یہ بات سنی کہ اہل سنت والجماعت کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہم سے اپنے دل میں بغض رکھنا یہ حرام سمجھتے ہیں۔ چاہے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں چاہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہوں، چاہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہوں۔ نہ ہمارا ان لوگوں سے تعلق ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں نہ ان

لوگوں سے تعلق ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور اقتدار کا بھوکا قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اور سارے اہل بیت کی سچی محبت نصیب فرمائے اور قیامت میں اللہ ہمارا حشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور ان کے خاندان کے ساتھ فرمادے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محرم کی اہمیت کیوں ہے؟

از افادات

داعی قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد۔
- ......بارہ مہینوں کی ترتیب کے بارے میں شیطان کا سکھایا ہوا عجیب طریقہ۔
- ......محرم الحرام کی اہمیت وحرمت کب سے؟
- ......ہجرت سے قمری سال کا آغاز کیوں؟
- ......ہجرت کی اہمیت اور اہم سبق۔
- ......١٠ محرم میں ہونے والے واقعات۔
- ......اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز۔
- ......حقائق بیان کرنا فرقہ وازیت نہیں۔
- ......ایک پروپیگنڈہ اور اس کا نتیجہ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ ط

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾

(سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹، پ ۴)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قابل احترام خواتین وحضرات! جیسا کہ آپ جان چکے کہ ہمارے آج کے اس درس کا موضوع "محرم الحرام" کی اصل اہمیت ہے۔ محرم الحرام کی اصل اہمیت تو مسلمانوں کے ہاں اس لئے ہے کہ یہ سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے۔

اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد

یہ جو مہینوں کے نام ہیں یہ زمانہ جاہلیت ہی سے چلے آرہے ہیں اور

اسلام سے قبل بھی بارہ ہی مہینے تھے۔ اور یہی اس کے نام تھے۔ جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ؛

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ

(سورۃالتوبۃآیت ۳۶،پ ۱۰)

اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور اس دن سے بارہ ہے جس دن سے اللہ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا !ور ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں تو حرمت والے مہینے بھی اسلام سے پہلے تھے۔

۱۔محرم ۲۔رجب ۳۔ ذوالقعدہ ۴۔ ذوالحجہ یہ چار مہینے حرمت والے تھے اور حرمت والے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب ان چار مہینوں میں جنگ اور قتال کو حرام سمجھتے تھے۔

شیطان کا سکھایا ہوا عجیب طریقہ

ویسے تو قتل و قتال ان کی فطرت میں تھا، ان کی گھٹی میں تھا لیکن ان چار مہینوں کے اندر وہ امن کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ لیکن شیطان نے انہیں ایک عجیب راستہ، ایک عجیب طریقہ سکھایا۔ وہ یہ کہ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ محرم میں جنگ کی ضرورت پیش آجاتی یا ذوالقعدہ میں کہیں ڈاکہ ڈالنا انہیں بڑا فائدہ مند کام دکھائی دیتا۔ تو حرمت والے مہینے میں بھی جنگ کر لیتے اور ڈاکہ بھی ڈال لیتے اور پھر کرتے یہ کہ اس مہینے کی حرمت کو تھوڑا سا آگے

کر لیتے۔

مثلاً وہ کہتے کہ اس سال صفر کا مہینہ محرم ہوگا یا ذوالقعدہ کو کچھ آگے کر دیتے۔اس تقدیم و تاخیر کی وجہ سے وہ بھول ہی گئے تھے کہ حقیقت میں محرم کون سا مہینہ ہے؟اور صفر کون سا اور ربیع الاول کون سا، رمضان کون سا؟ یہ بھول چکے تھے اپنی خواہشات کی خاطر تقدیم وتاخیر کی وجہ سے۔

لیکن اللہ کی طرف سے ایسا ہوا کہ جس سال ہمارے آقا سیدنا محمد رسول ﷺ نے حج فرمایا اس سال اتفاقی طور پر ذوالحجہ کا مہینہ اپنی اصلی جگہ پر آچکا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا! کہ آج زمانہ اپنی اسی حالت پر آگیا جس حالت پر اس دن تھا جس دن اللہ نے ارض وسماء کو پیدا فرمایا تو گویا کہ حضور ﷺ کا حج اور مسلمانوں کا حج یہ ذوالحجہ میں ہی ہوا۔

محرم کی حرمت کب سے؟

مجھے بتانا یہ تھا کہ محرم کی حرمت یہ اسلام کے بعد نہیں ہوئی یا واقعہ کربلا پیش آنے کے بعد یہ حرمت والا مہینہ نہیں بنا بلکہ اس کی حرمت زمانہ جاہلیت ہی میں تھی چار مہینے اللہ نے ملت ابراھیمی میں ہی حرمت والے قرار دیئے تھے اور اہل عرب بھی ان چار مہینوں کو حرمت والے مہینے سمجھتے تھے۔

تو محرم کی اہمیت تو اس بنا پر ہے کہ اس مہینے سے سنِ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔اور مسلمان حضور ﷺ کی اقتداء میں ہر نئے مہینے کا جب چاند دیکھتے ہیں تو دعا پڑھتے ہیں۔

-اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ رَبُّكَ اللّٰهُ هِلَالَ رُشْدٍ وَخَیْرٍ

اے اللہ! اس مہینے کو ہمارے لئے امن والا، ایمان والا، سلامتی والا، اسلام والا مہینہ بنا دے اور پھر مسلمان چاند سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا رب بھی اللہ اور تیرا رب بھی اللہ ہے۔

گویا کہ مسلمان چاند سے خطاب کرتا ہے کہ میں تجھے اس کائنات کے وجود میں موثر حقیقی نہیں سمجھتا کہ تیری وجہ سے اس کائنات میں کوئی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ بلکہ تو بھی اللہ کے سامنے ایسے ہی مجبور ہے جیسا کہ میں اللہ کے سامنے مجبور ہوں۔

سال بھر کے لیے دُعا

اور پھر مسلمان دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میرے لئے اس مہینے کو ہدایت ورشد اور میرے اہل وعیال کے لئے بھی خیر کا مہینہ بنا، بھلائی کا مہینا بنا یہ تو ہر مہینے کی ابتدا میں مسلمان پڑھتا ہے لیکن میرا ناقص خیال یہ ہے کہ جب ہم محرم کے مہینے کا چاند دیکھیں اور دعا کریں تو نیت کرلیں کہ پورے سال کے لیے دعا کر رہے ہیں۔

اے اللہ! آج ہمارے اسلامی سال کا آغاز ہو رہا ہے آپ ہمارے لئے پورے سال کو رشد وہدایت اور بھلائی کا سال بنا دے۔

ہجرت سے قمری سال کا آغاز کیوں؟

پھر اس طرف بھی توجہ کیجئے کہ یہ مہینے تو پہلے سے تھے۔لیکن مسلمانوں نے اپنے سن کا آغاز ہجرت سے کیا۔اپنے سن ہجری کا آغاز ہجرت سے کیا اور ہجرت ہوئی تھی ربیع الاول کے مہینے میں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک کمیٹی بنائی اور اس میں یہ مسئلہ پیش کیا کہ ہماری تاریخ کا آغاز سن سے ہونا چاہیے؟ دوسری اقوام میں سے کسی قوم نے اپنے سن کا آغاز کسی بڑی شخصیت کی ولادت سے کیا اور کسی نے اپنے سن کا آغاز کسی بڑی شخصیت کے یوم وفات سے کیا۔اور کسی نے اپنے سن کا آغاز کسی مشہور جنگ سے کیا،لیکن اسے مسلمانوں کی اور خصوصاً سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بصیرت کہنا چاہیے،دوراندیشی کہنا چاہیے کہ انھوں نے اپنے سن کا آغاز نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے کیا اور نہ ہی وفات سے کیا۔

حالانکہ مسلمانوں کے لئے اور پورے عالم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بڑی کوئی خوشی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بڑا کوئی سانحہ اور حادثہ نہیں۔

اس کے باوجود مسلمانوں نے اپنے سن کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا سن وفات سے نہیں کیا۔بلکہ مسلمانوں نے اپنے سن کا آغاز ہجرت کے واقعہ سے کیا۔یعنی جس وقت مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔اس لئے کہ یہ جو ہجرت کا عمل ہے یہ مسلمانوں کی اور اسلام کی تاریخ میں ایک اہم

موڑ ثابت ہوا تو انہوں نے اس سے اپنے سن کا آغاز کیا۔ تا کہ یہ مسلمانوں کو یاد کراتا رہے کہ سچا مسلمان وہ ہے جب ضرورت پڑے تو وہ اللہ کے دین کے لئے مال بھی چھوڑ سکتا ہے، وطن بھی چھوڑ سکتا ہے، قبیلہ بھی چھوڑ سکتا ہے، دکان بھی، کاروبار بھی چھوڑ سکتا ہے، بیوی بچے بھی چھوڑ سکتا ہے۔

ہجرت کی وجہ سے درجہ میں فرق

چنانچہ اللہ نے ان لوگوں کی تعریف بھی فرمائی؛

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰

(سورۃ التوبہ آیت ۲۰، پارہ ۱۰)

فرمایا کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا درجہ بڑا ہے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے بعد میں ایمان قبول کیا ہجرت سے پہلے ایمان لانے والوں کا درجہ بڑا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے ایمان قبول کیا ہجرت کے بعد۔ تو ہجرت کا واقعہ مسلمانوں کی تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلامی قوانین کی عملی صورت کا نفاذ

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی پہلی حکومت وسلطنت مدینہ میں قائم ہوئی۔ جہاں پر قرآن کا قانون اور اسلام کا قانون عملی صورت میں نافذ کیا گیا۔ قرآن کتابی صورت میں تو نازل ہوتا تھا لیکن مکہ مکرمہ میں عملی صورت

میں نافذ کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ مدینہ منورہ میں اسلام کے قوانین کو عملی صورت میں نافذ کیا گیا اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے سال کو اسلامی سال کا آغاز قرار دیا۔ تو مسلمانوں کی نظر میں اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ محرم سے ان کے اسلامی سال یعنی سنِ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔

۱۰ محرم میں ہونے والے واقعات

تاریخی اور ضعیف روایات سے یہ بھی ثابت کہ ۱۰ محرم الحرام کو مشہور تاریخی واقعات پیش آئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو محرم کی ۱۰ تاریخ تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ساحل پر لگی تو وہ ۱۰ محرم کی تاریخ تھی۔

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوئے تو وہ ۱۰ محرم کی تاریخ تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو آزادی ملی تو وہ ۱۰ محرم کی تاریخ تھی۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں لیکن یہ روایات اتنی صحیح نہیں ہیں۔ یاد رکھیں کہ یہ ضعیف روایات ہیں۔

حدیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلا کہ یہودی ۱۰ محرم کو روزہ رکھتے ہیں اور وہ اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ دس محرم کو ہمیں فرعون کی غلامی سے نجات ملی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تو زیادہ حقدار ہیں کہ روزہ رکھیں۔

مشابہت سے اجتناب

لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہودی صرف ۱۰ محرم کو روزہ رکھتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایک روزہ اور رکھیں گے۔ تا کہ ان کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ یہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو ایک روزہ اور رکھوں گا۔ لیکن اس کی نوبت آئی ہی نہیں۔ مگر اتنا تو ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ دو روزے رکھے جائیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی اس خواہش کو دیکھتے ہوئے اور آپ کے اس عمل کو دیکھتے ہوئے مسلمان یہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ ۹ اور ۱۰ محرم کو یا ۱۰ اور ۱۱ محرم کو روزے رکھیں۔ اصل تو روزہ صرف اس لئے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود روزہ رکھا اور اس تمنا کا اظہار کیا کہ اگر اگلے سال میں زندہ رہا تو دو روزے رکھوں گا تو ہم تو روزے رکھتے ہیں اسی لئے۔

روزہ رکھنے کی ایک اور وجہ

لیکن میں بعض اوقات ایک وجہ ایسے ہی بیان کرتا ہوں یوں سمجھ لیں کہ ایک جذباتی قسم کی وجہ۔ میں اسے شرعی حیثیت قرار نہیں دیتا کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت بھی ہے۔ ایک جذباتی ایک اور بیان کرتا ہوں اور وہ بعض لوگوں کے خیالات کو سامنے رکھ کر کہ بھئی! اللہ کے نیک بندوں کی مشابہت کو تو ہر کوئی باعثِ رحمت سمجھتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی مشابہت کی جائے۔ وہ مشہور شعر تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔

تیرے نبی کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں تو صورت لے کر آیا ہوں

اہل بیت کے ساتھ مشابہت

تو اللہ کے نیک بندوں کی مشابہت نیک عمل ہے۔ اور امید رکھنی چاہئے کہ یہ مشابہت ہی ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ تو میں اکثر عرض کیا کرتا ہوں کہ بھئی! ہم دعویٰ کرتے ہیں اہل بیت کے ساتھ عشق اور محبت کا اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ۹ اور ۱۰ محرم کو خاندان اہل بیت بھوکا پیاسا تھا تو ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم بھی ۹ اور ۱۰ محرم کو بھوکا پیاسا رہ کر ان کی مشابہت اختیار کریں۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ ہم اور دنوں کے مقابلے میں زیادہ کھاتے پیتے ہیں ۹ اور ۱۰ محرم کو کہیں دودھ کی سبیلیں، کہیں حلیم اور کھچڑے اور کہیں دوسرے کھانے کی چیزیں ان کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تو وہ جو مشابہت ہونی چاہئے کہ خاندان نبوت کے ساتھ ہماری محبت ہے ہم ان کی مشابہت اختیار کریں۔ تو وہ مشابہت خود بخود ہو سکتی ہے کہ اگر ہم ان دو تاریخوں کے اندر روزے کا اہتمام کر لیں۔

محرم کی اہمیت کی وجہ

بہر حال میں موضوع سے ہٹ جاؤں گا جس کا اعلان کیا گیا کہ محرم کی اہمیت کیوں ہے؟

کیا محرم کی اہمیت صرف اسی لئے ہے کہ اس مہینے میں سیدنا حسین ابن

علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا؟ اس دعوے کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ معاذ اللہ! اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے خاندان نبوت کی شہادت کا غم اپنے دل میں محسوس نہیں کرتے یا کہ معاذ اللہ! ہم انہیں شہید کرنے والوں کے لئے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ نہیں! اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔

بحیثیت مسلمان معتدلانہ نظریہ

نہ تو ہم ان کے قاتلوں کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور نہ ہی معاذ اللہ! خاندان اہل بیت اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے دل میں کدورت کا ذرہ بھی محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت کے لئے اپنے دل میں کدورت رکھے گا اس کے ایمان سے محروم ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مجھ پر اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے محبت رکھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے محبت رکھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات سے محبت رکھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت رکھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلی کوچوں سے یہاں تک کہ میں کہتا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے ایک ایک چیز سے محبت رکھنا یہ کمال ایمان کی علامت ہے۔

محبت کا اصول

ہوتا یہی ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ہر ادا سے محبت ہوتی ہے اس کے ہر طریقے سے محبت ہوتی ہے۔ اور اس کے تعلق والوں سے محبت ہوتی ہے، اس سے محبت کرنے والوں سے محبت ہوتی ہے۔

اور جن سے وہ محبت کرے ان سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھتے تھے۔

حضور ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت

اپنی ساری بیٹیوں سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت تھی اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت تھی، بڑا قلبی تعلق تھا اور اس قلبی تعلق کا اثر تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکیں۔

مشہور روایت

اور وہ مشہور روایت تو آپ نے سنی ہوگی کہ جس میں آتا ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بیماری اور تکلیف کو دیکھ کر بہت پریشان تھیں۔ انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا۔ ہائے میرے ابا کی تکلیف۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نزدیک بلایا اور کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم

ﷺ نے کان میں کچھ بات کہی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر بلایا اور کان میں کچھ بات کہی اور حضرت فاطمہ مسکرانے لگیں۔ اور اسے اپنے سینے میں راز رکھا۔ مگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ اصرار کے ساتھ پوچھا کیا بات کہی تھی کہ جوتم رو پڑی تھیں اور پھر مسکرا پڑی تھیں؟ تو پھر کہنے لگیں کہ میں کسی کو بتانا تو نہیں چاہتی تھی لیکن اب آپ نے پوچھا ہے تو بتا ہی دیتی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے پہلی بار بلا کر یہ فرمایا کہ اے فاطمہ! میں دنیا سے جانے والا ہوں تو میں جدائی کے غم سے رو پڑی اور پھر بلا کر فرمایا کہ اے فاطمہ! میرے تعلق کے لوگوں میں سے اور میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم میرے پاس آؤ گی۔ تو میں اس خوشخبری کو سن کر مسکرا پڑی۔

تو حضور اکرم ﷺ کو محبت تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی بہت محبت تھی، وہ شکل وصورت کے اعتبار سے بھی حضور اکرم ﷺ سے بہت مشابہ تھے۔

سواری اور سوار دونوں پیارے

حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر سوار کیا ہوا تھا ایک کہنے والے نے کہا: ارے بھائی! سواری تو بہت پیاری ملی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صرف سواری ہی پیاری نہیں ہے سوار بھی تو بڑا پیارا ہے۔

سجدہ طویل فرمادیا

ایک بار حضور اکرم ﷺ سجدے میں گئے نماز پڑھ رہے تھے حضرت

حسین رضی اللہ عنہ کھیلتے ہوئے کمر پر چڑھ گئے تو حضور اکرم ﷺ نے سجدہ ہی طویل کر دیا کہ ان کو مزہ آرہا ہے میری کمر پر بیٹھنے کا تو سجدہ لمبا کر دیا۔

نواسے کی محبت

نبی اکرم ﷺ ممبر پر تشریف فرما ہیں اور خطبہ دے رہے ہیں اچانک دیکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما لڑکھڑاتے ہوئے آرہے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا دونوں میں سے ایک حضور اکرم ﷺ ممبر سے اترے اور اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ممبر چھوڑ دیا اور ان کو خوش کرنے کے لئے اور نواسوں کو خوش کرنے کے لئے تو حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ

تو اللہ کہتا ہے تمہاری اولاد اور تمہارے اموال تمہاری ایک آزمائش ہیں گویا بتا یا دیا کہ تمہارے دل میں اپنے بچوں کی محبت ہے تو میرے دل میں بھی اپنے بچوں کی اور نواسوں کی محبت ہے۔

بچوں کی محبت نبوت اور دین کے منافی نہیں

یہ بھی بتا دیا کہ دل میں اپنے بچوں کی، اپنے پوتوں کی، اپنے نواسوں کی محبت ہونا یہ نبوت کے منافی نہیں بلکہ نبوت کا تقاضا ہے۔ جو جتنا مومن ہو گا اتنا ہی زیادہ اس کے دل میں اپنی اولاد کی محبت ہوگی۔ اگر سچا مومن اپنی اولاد کو اللہ کے دین کے لئے قربان کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معاذ

اللہ ! اس کو اپنی اولاد سے محبت نہیں ہے۔ محبت کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ کے دین کے لئے قربان کرتے ہیں۔اللہ اکبر!

اللہ کے دین کے لیے اولاد کو پالنا

اللہ کرے ایسا ہی ہو جائے جو بات میں کہنے والا ہوں الحمد للہ! اللہ نے مجھے پانچ بیٹے عطا فرمائے تو بعض اوقات میں اُن کو دیکھتا ہوں اور دل میں ان کی محبت بھی ہے، زبان سے بھی کہتا ہوں اور دل سے بھی۔ زبان سے تو کہتا ہی ہوں مگر دل میں بھی یہی ہے کہ اللہ! تیرے دین کے لئے ان کو پال رہے ہیں کہ تیرے دین کے لئے ضرورت پیش آ جائے تو ہم ان کو پیش کریں ،قربان کریں۔ بلا تشبیہ کہہ رہا ہوں کہ جیسے کوئی پورا سال جانور کو پال رہا ہو اور عید الاضحیٰ میں اس کو قربان کر دے۔ رب کعبہ کی قسم! ہماری نیت بھی یہی ہے ہم اولاد کو پالتے ہیں اس لئے تا کہ وقت آئے تو ہم اسے اللہ کے دین کے لئے قربان کر دیں۔ نیت یہی ہے۔اب آگے اسکی مرضی ہے وہ جہاں چاہے قبول کر لے، ہماری نیت یہی ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نبی ہونا، ولی ہونا، اللہ کا بندہ ہونا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اولاد سے محبت نہ ہو۔ بیوی سے محبت نہ ہو۔نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے جو جتنا نیک انسان ہوگا وہ اتنا ہی اپنے بیوی بچوں سے ،اپنے والدین سے، اپنے بھائی بہنوں سے،اپنے عزیز و اقارب سے محبت کرنے والا ہوگا۔

تو اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ محرم کی اہمیت اس لئے نہیں ہے کہ اس میں حضرت

حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی نفی کرتے ہیں تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمیں معاذ اللہ اہل بیت سے محبت نہیں ہے۔ میں اسکی وضاحت کر رہا تھا۔

شہادت بہت بڑا اعزاز

حقائق کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور حقائق میں ملاوٹ ہونے سے بچانا، ذہنوں کو بچانا، اپنی تاریخ کو بچانا، اپنے نظریات کو بچانا یہ بھی ضروری ہے۔ حقائق اپنی جگہ محبت اپنی جگہ۔ تو محرم الحرام میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا لیکن مسلمان کہتے ہیں کہ شہادت بہت بڑا اعزاز ہے اور شہادت معاذ اللہ! ماتم کی چیز نہیں بلکہ شہادت تو اللہ کا شکر ادا کرنے کی چیز ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں۔

اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز

اور مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں اسلام کے لئے اتنی شہادتیں دی ہیں کہ اگر ان میں سے ہر شہادت پر ماتم کیا جائے تو مسلمانوں کا پورے سال میں ہر مہینہ بلکہ ہر ہفتہ اور ہر دن ماتم سے خالی نہ جائے اتنی شہادتیں ہیں الحمد للہ! ہماری تاریخ شہادتوں کی تاریخ ہے۔ اسلام کے لئے قربانیوں کی تاریخ ہے۔ اگر ہم ہر شہادت اور ہر بڑی شخصیت کے سانحۂ وفات پر ماتم کرنے لگے تو یقین جانیں کہ ہمارے پاس کوئی دن اور کوئی ہفتہ خالی نہ بچے۔

شہادت کی تمنا

شہادت تو وہ عظیم مقام ہے جس کی تمنا خاتم النبیین، رحمت للعالمین،

سید الرسل ﷺ کیا کرتے تھے۔

کون سا مقام تھا جو اللہ نے آپ کو نہیں دیا تھا سب سے اونچا مقام جو آخرت میں کسی کو ملے گا وہ ہے مقام محمود اور اللہ نے اپنے نبی سے وعدہ کر دیا۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹

امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا (آیت ۷۹ پارہ ۱۵)

اور آپ جانتے ہیں کہ یہ جو انداز ہے ناں کہ امید ہے۔ اس انداز کو شاہانہ انداز کہا جاتا ہے۔ بادشاہوں کے وعدے ایسے ہی ہوتے ہیں امید ہے آپ کو نوازا جائے گا۔ اور جب اللہ کہہ دے کہ میرے محبوب! آپ کو مقام محمود عطا کیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے یقینی طور پر کہہ دیا کہ آپ کو مقام محمود مل کر رہے گا۔

ایک سوال اور اُس کا جواب

کوئی سوچے کہ پھر ہم دعا کیوں کرتے ہیں؟ ہر اذان کے بعد۔ دعا میں کہتے ہیں۔ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ حضور ﷺ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ تو ہم تو درود شریف میں بھی دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

اے اللہ! حضور پر رحمت نازل فرما۔ تو کیا ہمارے دعا کئے بغیر حضور پر رحمت نازل نہیں ہوتی؟

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ

توکیا ہمارے دعا کئے بغیر حضور پر برکت نازل نہیں ہوتی؟ ہم حضور کے لئے دعا کرتے ہیں درحقیقت ہم اپنے لئے دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ جو حضور ﷺ کے لئے رحمت اور برکت کی دعا کرے گا خود اس پر رحمت و برکت نازل ہوگی۔ اور جو حضور کے لئے مقام محمود کی دعا کرے گا جہاں پر آپ امت کے لئے شفاعت کریں گے۔ تو جو حضور ﷺ کے لئے مقام محمود کی دعا کرے گا۔ تو ان شاء اللہ وہ قیامت کے دن شفاعت سے محروم نہیں رہے گا۔

یہ تو حقیقت میں اپنے لئے دعا مانگنا ہے بظاہر تو حضور کے لئے لیکن حقیقت میں یہ اپنے لئے دعا ہے۔ اسی لئے تو کہا ہے کہ جو درود شریف پڑھتا ہے اسکے گناہ معاف ہوتے ہیں اس کو سو نیکیاں ملتی ہیں اور اسکے درجات بلند ہوتے ہیں۔

شہادت کی آرزو

ہاں تو حضور ﷺ کو کون سا مقام تھا جو عطا نہ کیا گیا لیکن اس کے باوجود آپ تمنا کیا کر رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ

بلکہ ایک حدیث میں تو اللہ کے نبی نے فرمایا:

کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں شہید ہوں، پھر زندہ

ہوں، پھر شہید ہوں، پھر زندہ ہوں، پھر شہید ہوں۔ بار بار مجھے زندگی ملے اور بار بار اس زندگی کو اللہ کی راہ میں قربان کرتا رہوں شہادت کا مقام حاصل کرتا رہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عجیب دعا

تو شہادت کی تمنا اللہ کے نبی کے دل میں، شہادت کی تمنا صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں۔ یوں تو سارے ہی صحابہ شہادت کی تمنا کرتے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی دعا تو بہت مشہور ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَفِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ

اے اللہ! شہادت کی موت دینا اور اپنے نبی کے شہر میں موت دینا۔

اللہ نے دونوں دعائیں قبول فرمالیں۔ شہادت کی موت ملی اور مدینہ منورہ میں شہادت حاصل ہوئی۔

شہادت کی تمنا ایمان کی علامت

شہادت کی تمنا ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے۔ اس تمنا کا ہونا دل میں ایمان کے ہونے کی علامت ہے۔ اور اگر کسی کے دل میں شہادت کی تمنا ہوگی کہ اے اللہ! موقع آجائے کہ تیرے دین کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑے تو میں پیش کروں۔ جس کے دل میں یہ تمنا ہوگی اور اگر وہ گھر کے بستر پر بھی مرا تو اسکو شہادت کا درجہ ملے گا۔

منافقت کی موت

اور جس نے نہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کیا نہ اسکے دل میں جہاد کی تمنا تھی، نہ شہادت کی تمنا تھی اسے موت آگئی تو منافقت کی موت آگئی۔منافقت کی حالت میں موت، نفاق کے شعبہ میں موت، کس شخص کو؟ جس کے دل میں نہ جہاد کی تمنا، نہ شہادت کی، نہ عملی طور پر دل میں تمنا۔تو شہادت کی تمنا تو ہر مسلمان کے دل میں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھی۔

مقام شہادت کا ماتم نہیں

لہذا اگر کسی کو شہادت کا مقام نصیب ہوجائے۔تو یہ مبارک باد اور صبر و شکر کا مقام ہے، اللہ کے نیک بندے تو ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں کہ اللہ نے تیری اولاد تیرے، بھائی اپنے دین کے لئے قبول فرمالئے یہ کوئی ماتم کی چیز تو نہیں ہے۔

اگر ماتم کی اجازت ہوتی

اگر بالفرض ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم بارہ ربیع الاول کو ماتم ضرور کرتے۔اس لئے بارہ ربیع الاول مشہور روایات کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ بارہ ربیع الاول کے بارے میں یوم ولادت ہونا ہمارے ہاں عام طور پر تسلیم کرلیا گیا۔حالانکہ یوم ولادت ہونے کے بارے میں تو بڑا اختلاف ہے صحیح روایات سے تو یہ ثابت نہیں کہ بارہ ربیع

الاول کو حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ لیکن مشہور روایات سے یہ ثابت ہے کہ بارہ ربیع الاول کو حضور ﷺ کی وفات ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے صبر کا سامان

تو اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم ضرور ماتم کرتے اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے جو اس وقت مسلمان موجود تھے ان کے لئے حضور ﷺ کی وفات کے حادثے سے بڑا حادثہ کوئی نہ تھا۔ مسلمانوں کے قلب و دماغ پر اثر کا اندازہ آپ اس بات سے کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب کوئی بڑا حادثہ پیش آجاتا ہمارا بیٹا وفات پا جاتا، بھانجا فوت ہوجاتا، بھائی فوت ہوجاتا، والد فوت ہوجاتا یا والدہ فوت ہوجاتی اور ہمیں غم ہوتا تو حضور ﷺ کی وفات کے سانحہ کو یاد کرتے تھے۔ تو اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے وفات کا غم ہلکا معلوم ہوتا تھا، ہم بھول جاتے تھے۔ اس بڑے حادثے کو سامنے رکھ کر یہ چھوٹے حادثے ہماری نظر میں کوئی وقعت ہی نہیں رکھتے تھے۔

پیغمبر ﷺ کی وفات کا غم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ آئے تھے۔ تو مدینہ کی ہر چیز روشن روشن محسوس ہوتی تھی اور جس دن حضور ﷺ دنیا سے چلے گئے تو ہر چیز تاریک تاریک محسوس ہوتی تھی۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ہوش وحواس گم کر بیٹھے، بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ کی سواری تک جدائی کا غم

برداشت نہ کر سکی اور آپ کی جدائی کا غم برداشت نہ کرتے ہوئے فوت ہو گئی۔

تو مسلمانوں کے لئے بہت بڑا حادثہ تھا اگر مسلمانوں کو اجازت ہوتی تو بارہ ربیع الاوّل کو ضرور ماتم کرتے۔ اگر اجازت ہوتی تو مسلمان یکم محرم کو ماتم کرتے جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ حیرت کی بات نہیں ہے کہ اس تاریخ کو تو کوئی یاد ہی نہ رکھے کہ اس تاریخ کو بھی کوئی تاریخی واقعہ پیش آیا؟ جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرا جو ناقص مطالعہ ہے میں آپ کو دعوت دوں گا شاہان عالم کا مطالعہ کیجئے گا۔

تاریخ انسانی کا سب سے بڑا حکمران

تاریخ میں جتنے بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں میں صرف اسلامی تاریخ کی بات نہیں کر رہا۔ انسانی تاریخ کی بات کر رہا ہوں کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک میرا ناقص مطالعہ یہ ہے۔ اور آپ ان شاء اللہ اگر غیر متعصب ہو کر مطالعہ کریں گے تو میرے اس دعوے کی تصدیق کریں گے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بڑا حکمران تاریخ انسانی میں نہیں گزرا۔

اللہ نے اونٹوں کے چرانے والے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا کر کے کچھ ایسا بنا دیا کہ ان کی حکمرانی کی غیر مسلم بھی مثالیں دیتے تھے۔

زندگی کا ہر پہلو قابل رشک

ان کا عدل و انصاف، ان کا اپنی انتظامیہ پر کنٹرول، ان کا اپنی رعایا

کے حالات سے واقفیت اور ان کا اپنے عمال کی سخت نگرانی، انکی سادہ زندگی ایک ایک پہلو قابل رشک ہے۔

جس عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہوں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ دریائے نیل کے کنارے اگر بھوکا کتا مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا کہ عمر! حکمرانی تیری تھی کتا کیوں بھوکا مرا؟

آپ سوچئے کہ جو کتے کے بارے میں یہ کہہ رہا ہو وہ انسانوں کے بارے میں کیا درد رکھتا ہوگا۔ راتوں کو چل پھر کر دیکھنے والے، کہ کوئی بھوکا تو نہیں، پریشان حال تو نہیں، کوئی مظلوم تو نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ

اور رعب اور دبدبے کا یہ عالم کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، سیف اللہ، واقعی سیف اللہ، اللہ کی تلوار۔ ان کو یک لخت عہدہ سے معزول کر دیا اور کس طریقے سے معزول کیا؟ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی پگڑی اتار کے ان کے گلے میں ڈال دی اور یوں پکڑ لیا۔ کہا کہ تمہیں معزول کر دیا گیا ہے یہ امیر المومنین کا حکم ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اخلاص اور عاجزی

کتنے بڑے سپہ سالار کو یوں معزول کر دیا لیکن کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوئی اور قربان جائیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خلوص اور

عاجزی پر کہ نہ جماعت چھوڑی نہ جماعت الگ بنائی پہلے سپہ سالار کے طور پر لڑتے تھے پھر سپاہی کے طور پر لڑتے رہے، جہاد کرتے رہے۔

ذرا ذرا سی باتوں پر جماعت بندی

ہمارے ہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے الگ جماعتیں بنا لیتے ہیں پروپیگنڈے کا محاذ کھول لیتے ہیں وہی لیڈر جوان کو عیب دکھایا کرتا تھا۔ جماعت سے نکلنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ہر عیب اس کے اندر پایا جاتا ہے۔

ایک دیہاتی سے بدلہ دلوایا

غالباً حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک دیہاتی کو کوڑا لگا دیا تھا اور جب دیہاتی نے آنکھیں دکھائیں تو کہا مجھے جانتے نہیں ہو ہم بڑوں کی اولاد ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر لوگوں کی باتیں سنا کرتے تھے اور حکم دیا ہوا تھا کہ سارے میرے عمال اور گورنر وغیرہ موجود رہیں، سب موجود اور اسی وقت اس صاحبزادے کو بلایا۔ تم نے اس دیہاتی کو کوڑا مارا تھا؟ اقرار کیا ہاں کوڑا مارا تھا۔ اس دیہاتی کو بلایا اور کوڑا اس کو دیا اور کہا مارو اور زبان سے کہا۔ اے بڑوں کی اولاد! مزہ چکھو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی جملہ

اور اس موقع پر ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا۔

مُذکَمْ تَعبد تُّمَ النّاس وَقَدْ وَلَدَ تْھُم اُمَّھَا تُھُمْ اَحْرَاراً

تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنایا ہے؟ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد

جنا تھا۔ دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اللہ اکبر! حکمت ایسی، بصیرت ایسی، ذہانت ایسی، دور اندیشی ایسی۔

آپ کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھ کر دیکھیں تاریخ انسانی میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بڑا کوئی حکمران نہیں گزرا۔ اگر ہمیں اجازت ہوتی تو ہم یکم محرم کو ماتم ضرور کرتے اور ہم پورے محرم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیتے لیکن ہم نہیں کرتے۔ اس لئے کہ اسلام ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اُن کا صبر

اگر ہمیں اجازت ہوتی ماتم کی تو ہم ۱۸ ذی الحج کو ماتم کرتے۔ جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی انتہائی ظالمانہ شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

• ۴۰ دن تک محاصرہ رہا وقت کے امیر المومنین ہیں یا تو ہابیل نے یہ منظر دنیا کو دکھایا اور قابیل سے کہا کہ تم خون بہانا چاہتے ہو تو بہا لو۔ لیکن میں خون نہیں بہاؤں گا۔

لَئِنۡۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾

(سورۃ المائدہ آیت ۲۸، پ ۶)

میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔

اور یاد ہوگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا تھا، جب پیشکش کی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہ حضرت! اجازت دیجئے مدینے کی گلی کوچوں کو باغیوں کی لاشوں سے بھر دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مسلمانوں کو دست گریباں بنا کر دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ خود اپنی جان دے دی لیکن مدینہ منورہ میں جنگ وجدال کو برداشت نہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

اگر ہمیں ماتم کی اجازت ملتی تو ہم ۲۱ رمضان کو ماتم کرتے۔ جب سیدنا علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔

صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ہی ذکر کیوں؟

بعض کے علم میں یہ بات ہوگی اور جن کے علم میں نہیں ہے ان کو بھی بتا دوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقریباً ۱۹ بیٹے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام لیا جاتا ہے اور کسی صاحب زادے کا نام ہی نہیں لیا جاتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہونا اگر فخر کی بات تھی تو دوسرے بیٹوں کو یہ فخر کیوں نہیں دیا جاتا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشین گوئی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی تو شہید ہوئے۔ ان کو زہر دے کر شہید کیا لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو بڑے بھائی ہیں ان کا کوئی

ذکر تک نہیں کرتا۔اس لئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی تھی اور یہ صلح نبی اکرم ﷺ کی پیشینگوئی تھی۔

حضوراکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ حسن میرا بیٹا ہے اللہ میرے اس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

حضوراکرم ﷺ مسلمانوں کی دو جماعتیں کہہ رہے ہیں یہ نہیں کہہ رہے کہ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

حقائق بیان کرنا فرقہ واریت نہیں

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ الحمد للہ ! فرقہ واریت ہمارا مقصد نہیں ،فرقہ واریت ہماری پہچان نہیں،فرقہ واریت ہمارا مزاج نہیں۔اللہ جانتا ہے کہ میں اپنے دل میں مسلمانوں کے لئے ایک درد محسوس کرتا ہوں۔

لیکن جہاں صورت ہو کہ پروپگینڈے کی وجہ سے حقائق مسخ ہو رہے ہوں ، عقائد ونظریات خراب ہو رہے ہوں اور اہل سنت و الجماعت کو رافضیت کے رنگ میں رنگا جارہا ہو۔وہاں کم ازکم حقائق کی روشنی میں بات کو واضح کرنا توضروری ہے۔وگرنہ ایک وقت آئے گا اگر ہم نے قطعی طور پر خاموشی اختیار کر لی۔ارے بات مت کرو یہ فرقہ واریت ہے۔حقیقت مت بتاؤ یہ فرقہ واریت ہے۔ٹی وی پر جھوٹ سن رہے ، انٹرنیٹ پر جھوٹ سن رہے، اخباروں مین جھوٹ سن رہے اور یہاں پر آکر خاموشی اختیار کر لی گئی۔تو آنے والی نسل کو پتا ہی نہیں چلے گا۔کہ اہل سنت کیا ہے؟ رافضیت کیا

ہے؟ تو بس اس کو دین سمجھنے لگیں گے۔

بعض لوگوں کی انتہائی غلط روِش

تو ہم ۲۱ رمضان کو ماتم کرتے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ وہ تو بڑے بھائی تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح ہوگی۔

یہ جملہ کہتے کہتے بعض لوگ اتنا دور چلے جاتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتے کہتے اتنا دور چلے جاتے ہیں کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا ان کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میرے صحابہ کو گالی نہ دو، میرے صحابہ کو گالی نہ دو" میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرو۔

ایک اہم اصولی بات

ایک اصولی بات یاد رکھیں۔ قرآن کا مقام اپنا ہے، حدیث کا مقام اپنا ہے اور تاریخ کا مقام اپنا ہے۔ تاریخ کو اور تاریخی روایات کو حدیث کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ حدیث کی روایات کو قرآن کا درجہ نہیں دیا جا سکتا قرآن کیا کہتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں، قرآن کہتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ

بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز

(سورۃ الفتح آیت ۲۹، پ ۲۶)

میرے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کافروں کے لئے سخت آپس میں مہربان تم ان کو دیکھو گے سجدے کی حالت میں، رکوع کی حالت میں وہ سب اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ اور قرآن کہتا ہے۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ

میرے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالیں تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ہیں۔

ایمان اور کفر کی واضح علامت

اور قرآن کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال کھیتی کی سی ہے۔ کھیتی لہلہاتی ہے کاشتکار اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اور دشمن غیظ وغضب میں مبتلا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر، صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ سن کر ان کے کارنامے سن کر خوش ہونا یہ ایمان کی علامت ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنا یہ کفر کی علامت ہے۔ یہ قرآن کہہ رہا ہے۔

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط (سورۃ الفتح آیت ۲۹، پ ۲۶)

قرآن کہہ رہا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کی رضا کا پروانہ مل چکا

لوگ کہتے ہیں کہ" میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی"۔ میں کہتا ہوں اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ کوئی کافر، کوئی ان سے دشمنی رکھنے والا کیا کرسکتا ہے جب اللہ کہہ رہا ہے وہ مجھ سے میں ان سے راضی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْ عَنْہُ

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کا واقعہ اوران کی کیفیت

چند دن پہلے کبیر والا کے علاقے میں گیا وہاں میری بیٹی ہے۔ مخدوم پور ایک گاؤں ہے وہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد ہیں سو سال سے زیادہ عمر ہے۔ سید امین شاہ ان کا نام ہے۔ اور میں اب تک دل میں ان کی ملاقات کا اثر محسوس کرتا ہوں۔ بڑی روحانی شخصیت ہیں۔ تو بات چیت کے درمیان مجھے انہوں نے بتایا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خط لکھا۔ جس میں یہ لکھا کہ امین! میں تم سے راضی ہوں۔ لکھنے والے کون ہیں؟ شیخ الاسلام ہیں۔ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ صحابہ کے درجے کے نہیں ہیں، تابعی کے درجے کے نہیں ہیں تبع تابعی کے درجے کے نہیں ہیں۔ ہمارے قریب کے زمانے کے ایک بزرگ ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا کہ امین! میں تم سے راضی ہوں۔ تو مجھے جو یہ واقعہ سنا رہے تھے بزرگ یہ بات سناتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ وقت کے ولی نے کہہ دیا کہ میں تم سے راضی ہوں، میں تم سے راضی ہوں۔ مجھے اتنی بڑی سند مل

گئی۔ انہوں نے کہہ دیا میں تم سے راضی ہوں۔

اتنا عظیم الشان سرٹیفکیٹ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا حوصلہ

میرے دل میں خیال آیا جیسا یہ صاحب کہہ رہے ہیں میں تم سے راضی ہوں ان کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا اللہ نے کہہ دیا میں تم سے راضی ہوں رَضِیَ اللهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡ عَنۡهُ ۔ میں تو کہتا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بڑا حوصلہ تھا کہ اتنی بڑی سند کو برداشت کر گئے ورنہ اتنا بڑا سرٹیفکیٹ تھا کہ سینہ پھٹ جاتا۔

جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ (سورۃ البینہ آیت ۸، پ ۳۰)

اتنی بڑی خوشخبری تھی رَضِیَ اللهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡ عَنۡهُ اتنی بڑی خوشخبری تھی کہ ہمارے جیسے لوگوں کا تو سینہ پھٹ جاتا۔ اللہ اکبر! میں کیا کیا واقعات پیش کروں۔ ہماری اسلامی تاریخ تو کثیر تعداد صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیوں سے بھری پڑی ہیں۔

لیکن میں نے عرض کیا کہ ہم ان میں سے کسی کی شہادت پر ماتم نہیں کرتے اس لئے کہ ہم شہادت کو ماتم کی چیز نہیں سمجھتے بلکہ شہادت کو بہت بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

ہمارے ذہنوں میں محرم کی اہمیت کی وجہ

اصل جو موضوع تھا کہ محرم کی اہمیت کیوں ہے؟

ہمارے ذہن میں بٹھا دیا گیا ہے کہ محرم کی اہمیت صرف اس لئے ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت انتہائی مظلومانہ تھی۔ ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو ایمان کا جز سمجھتے ہیں، ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتے ہیں لیکن اسکے باوجود حقیقت یہ ہے کہ محرم کی اہمیت صرف واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں ہے۔

محرم کی اہمیت تو پہلے سے تھی اور محرم کی اہمیت اور بھی کچھ واقعات کی وجہ سے ہے جو اس میں پیش آئے اور محرم کی اہمیت صرف شہادت کی وجہ سے ہو تو تاریخ اسلام میں اور بھی بہت سارے شہادت کے واقعات پیش آئے۔

ایک پروپیگنڈہ اور اُس کا نتیجہ

ایک آخری بات کہہ کر بات کو ختم کرتا ہوں۔ ایک جو شدید پروپگنڈہ کیا گیا اس کے نتیجے میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کربلا میں جو جنگ تھی یہ کفر اور اسلام کی جنگ تھی۔ اور شاعروں کا کام تو ہوتا ہے مبالغہ کرنا۔ ایک شاعر نے کہہ دیا:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ تأثر دے دیا گیا۔ چونکہ شاعری میں الفاظ پرکشش ہوتے ہیں شاعری میں اگر کوئی جھوٹ بولنا شروع کردے ہم بھی بولنا شروع کردیتے ہیں۔ اسی طرح اگر شاعری میں کوئی کفر بکنا شروع کردے ہم بھی بک دیتے

ہیں معاذ اللہ! اب ہر کسی نے لکھنا شروع کر دیا۔ اخباروں میں، مضمونوں میں، اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔

چنانچہ بھولے بھالے اور عام مسلمان یہ سمجھ بیٹھتے ہیں گویا کہ اسلام مردہ ہو چکا تھا اور کربلا کے واقعے کے بعد اب زندہ ہو گیا۔

اور اب بھی ایسا ہی ہوگا کہ اسلام زندہ کرنے کے لئے یہی صورت ہے۔

واقعہ کربلا کیا کفر واسلام کی جنگ تھی؟

آپ جانتے ہیں کہ جو اس نظریئے کا پرچار کرنا چاہتے ہیں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں وہ کہنا چاہتے ہیں کہ ۷۰ کے قریب افراد جو کربلا میں آئے تھے ان میں چھوٹے بچے بھی تھے، بچیاں بھی تھیں اور چند مرد بھی تھے۔ یہ تو تھے اسلام کو زندہ کرنے والے۔ اور باقی ۸، ۱۰ لاکھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین، تبع تابعین تھے ان کو اسلام زندہ کرنے کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ یہ عقیدہ ہمیں دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ! کسی کو فکر نہیں تھی اسلام زندہ کرنے کی۔

آپ جانتے ہیں کہ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، تابعین تھے، تبع تابعین تھے اولیاء تھے، مشائخ تھے (رحمہم اللہ)، وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ سب اسلام مردہ کرنے والی قوتوں سے متفق تھے اور معاذ اللہ! مداہنت اختیار کر چکے تھے۔

سوائے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ساتھیوں کے یہ جھوٹ ہے، غلط ہے ہم اس کو نہیں مانتے کہ یہ کیا جانیں کہ کسی کو اسلام سے تعلق نہیں تھا

جب اسلام مردہ ہو رہا تھا، کسی کو فکر نہ تھی۔ جنگ ہوئی، منافقوں کی ریشہ دوانیاں ہوئیں۔ ابن سبا اور اس کی پارٹیوں کا پروپیگنڈہ تھا۔ خون ناحق بہا، مظلومیت کی نادر مثالیں قائم ہوئیں اس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ یہ کہیں کہ یہ کفر اور اسلام کی جنگ تھی۔ پھر دیکھئے! حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب میدان کربلا میں پہنچتے ہیں تو وہ تین تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کتابوں میں موجود ہے۔ سب نے لکھا وہ کہتے ہیں:

① ۔ مجھے یزید کے پاس جانے دو میں خود بات کروں گا۔

② ۔ دوسری تجویز مجھے مدینہ منورہ واپس چلے جانے دو۔

③ ۔ تیسری تجویز مجھے کسی اسلامی سرحد پر جانے دو میں ساری زندگی جہاد کرتے ہوئے گزار لوں گا۔ یہ تین تجویزیں پیش کیں۔

تو اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ چلے جانے دیا جاتا تو اسلام مردہ ہو جاتا؟ یہاں ان کا خون نہ بہایا جاتا کسی اور سرحد پر بہایا جاتا تو کیا اسلام مردہ ہو جاتا؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ تجویز پیش کر رہے ہیں مجھے مدینہ منورہ جانے دو، کسی سرحد پر جانے دو، یزید کے پاس جانے دو میں بات پیش کرتا ہوں۔ دوٹوک بات کروں گا آپ کے سامنے بات کروں گا۔

تو یہ حقائق یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمیں اس جنگ کو کفر اور اسلام کی

جنگ قرار دینا یہ ہمارے نظریئے کے لئے بہت بڑی تباہی ہے۔

اللہ پاک ہمیں حقیقت کو سمجھنے کی سمجھانے کی اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

پاکستان خطرات کی زد میں کیوں؟

سورۂ نساء آیت نمبر 147 کی روشنی میں

از افادات

داعی قرآن، مفسر قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

۞......کیا اس کا سبب مغربی شازشیں ہیں؟

۞......کیا اس کا سبب ہندو بنیہ کی ذہنیت ہے؟

۞......کیا اس کا سبب ہمارا کرپٹ نظام ہے؟

۞......کیا اس کا سبب قرآن کریم سے دوری یا منافقانہ رویہ!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ
اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَا یَفۡعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۷﴾

(سورۃالنساء ۱۴۷ پ ۵)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے قابل احترام بھائیو اور بہنو!

پاکستان اس وقت داخلی اور خارجی دونوں طرف سے مشکل ترین حالات سے گزر رہا ہے اور اس کی اپنی بقا اور سلامتی شدید خطرات سے دوچار ہے۔ اس کے ؛' وہ غربت، افلاس، بے روزگاری، بے حیائی، قتل و غارت گری، لوٹ مار اور اسٹریٹ کرائمز سمیت مختلف مسائل ہمارے ملک وملت کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

ملک عزیز داخلی طور پر معاشی دیوالیہ بن چکا ہے جبکہ اس کا تجارتی و تہذیبی مرکز کراچی ٹارگٹ کلنگ اور دہشت گردی کا گڑھ بن چکا ہے...... کیا آپ نے اس کا کبھی کوئی جواب تلاش کیا؟...... کہ ایسا کیوں ہے یقیناً جواب نہیں میں ہی ہوگا۔ مگر حق سبحانہ وتقدس نے ہمیں اس کا ایک جواب سورہ نساء کی آیت ۱۴۷ میں کچھ اس انداز میں دیا ہے کہ اگر تعصب کا چشمہ اتار کر دیکھیں اور غور سے آیت کو پڑھیں تو ہمیں اپنی حالت زار کا خود ہی علم ہو جائے گا تو اللہ کریم نے فرمایا؛

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾ (سورۃالنساء ۱۴۷ پ۵)

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اللہ کو تمہیں عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے:

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ (اگر تم شکر کرو اور تم ایمان لاؤ)

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا○ (اور اللہ تعالیٰ شاکر و علیم ہے:)

لفظِ شاکر کا مطلب

جب ہم لفظ شاکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ اللہ قدر دان ہے اور بندے کی طرف جب ہم نسبت کرتے ہیں کہ بندہ شاکر ہے تو معنی یہ ہے کہ بندہ شکر کرنے والا ہے، لیکن شکر کے اندر بھی قدر دانی

کا پہلو پایا جاتا ہے اس لیے کہ شکر وہی ادا کرے گا جس کے دل کے اندر منعم اور محسن کے احسان کی قدر ہو خواہ وہ احسان اللہ کی طرف سے ہو یا وہ احسان بندے کی طرف سے ہو دیکھیے شکر کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ دل کے اندر اپنے منعم اور محسن کے احسان کی قدر ہو یہ شکر کا پہلا مرتبہ ہے۔ تو قدر دانی ایک ایسا مشترک پہلو ہے کہ چاہے لفظ شاکر کی نسبت اللہ کی طرف ہو یا پھر بندے کی طرف ہو اس میں یہ پہلو پایا جاتا ہے۔ تو اللہ فرماتے ہیں کہ اے بندو! اگر یہ دو صفات تمہارے اندر پائی جائیں تو تم اللہ کے عذاب سے، آفات اور بلیات سے محفوظ رہو گے۔ پہلی صفت شکر اور دوسری صفت ایمان۔

شکر کی اہمیت

قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث میں شکر کا ذکر کیا گیا ہے تقریباً پچاس آیات ہیں جن میں اللہ پاک نے کسی نہ کسی انداز میں شکر کا ذکر فرمایا ہے مثال کے طور پر سورہ بقرہ کی یہ آیت:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

(سورۃالبقرہ ۱۵۲ پ ۲)

میرے بندو! تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکرا پن اختیار نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے شکر کی ضد میں قرآن میں جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ کفر کا لفظ ہے کفر ایمان کی بھی ضد ہے اور کفر شکر کی بھی ضد ہے تو کفران نعمت کہا جاتا ہے شکر ادا نہ کرنا۔ تو یہاں پر بھی یہی فرمایا

وَاشْکُرُوْا لِیْ اور میرا شکر کرو وَلَا تَکْفُرُوْنِ اور کفر نہ کرو کفران نعمت نہ کرنا، سورہ ابراہیم میں بھی فرمایا

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ (سورۃ ابراھیم۷پ۱۳)

اگر تم شکر کرو گے تو میں نعمتوں میں اضافہ کردوں گا اور اگر تم کفر کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے

یہاں پر بھی شکر کے مقابلے میں اللہ نے کفر کا لفظ استعمال کیا سورہ نحل میں اللہ نے فرمایا کہ اے انسانو! تمہیں پیدا کرنے کا مقصد اور تمہیں مختلف اعضاء کے دیئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ تم میرا شکر کرو، فرمایا

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(سورۃ النحل۷۸پ۱۴)

اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا اس حالت میں تم کچھ نہیں جانتے تھے (کسی چیز کا علم تمہارے پاس نہیں تھا) اللہ نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے تاکہ تم اللہ کا شکر کرو

تمہاری تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ تم شکر کرو تمہیں قوت شنوائی، قوت بینائی اور دل و دماغ دینے کا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ کا شکر کرو، آیات کے علاوہ متعدد احادیث بھی ہیں نبی اکرم ﷺ نے بھی شکر کا ذکر کیا ہے اور اس کی

اہمیت اور فضیلت بیان کی ہے اور ہمارے آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بات سمجھانے کا اور دل میں اتارنے کا بہترین سلیقہ عطا فرمایا کہ کس طریقے سے بات کو سمجھایا جائے، کیا اسلوب اس کے لیے اختیار کیا جائے چنانچہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ دوست کے ساتھ اور انداز میں بات کی جاتی ہے اور دشمن کے ساتھ اور انداز میں بات کی جاتی ہے، کافر کیساتھ اور لہجے میں، دیہاتی کے ساتھ اور انداز میں اور شہری کے ساتھ اور انداز میں بات کی جاتی ہے تاکہ بات سمجھ میں آجائے اور دل میں اتر جائے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے انتہائی محبوب اور چہیتے صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہاتھ پکڑنے کے بعد قسم کھا کر فرمایا وَاللهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں دو دفعہ فرمایا اور یہاں دیکھیے کہ حضور ﷺ نے بات کو دل میں اتارنے اور اس کی اہمیت کو دل میں بٹھانے کے لیے دو عجیب انداز اختیار فرمائے ہیں۔ پہلا یہ کہ ہاتھ پکڑ کر قسم کا کھانا ''دوسرا'' محبت کا اظہار دو مرتبہ کرنا، اب یہاں دیکھیے حضور بات کو کیسے سمجھا رہے ہیں کہ بات دل میں اتر جائے اس کی اہمیت دل میں بیٹھ جائے ہاتھ پکڑ کر قسم کھا کر فرمایا اللہ کی قسم! اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اس کے بعد فرمایا اے معاذ! نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ! تو اپنا ذکر کرنے پر اور اپنا شکر ادا کرنے اور اپنی بہترین عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔

تو ہر نماز کے بعد تم اللہ سے اس کی توفیق مانگا کرو، ذکر کے لیے، شکر کے لیے اور حسن عبادت کے لیے۔

اللہ کے نزدیک صابر و شاکر کا کیا معیار ہے؟

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَصْلَتَانِ مَن كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا

جس انسان کے اندر یہ صفات پائی جائیں تو اللہ پاک اسے اپنی کتاب میں ہمیشہ کے لیے شاکر و صابر یعنی شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا لکھ دیتا ہے اور جس کے اندر یہ دونوں صفتیں نہ ہو

لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا

اللہ کے ہاں نہ تو اسے شاکر شمار کیا جاتا ہے اور نہ ہی صابر شمار کیا جاتا ہے کون سی دو صفتیں؟ فرمایا:

مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ إِلٰى مَنْ فَوْقَهُ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ إِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ

جو شخص دینی امور کے اعتبار سے اسے دیکھے جو اس سے آگے ہو اُس کی اقتدا کی کوشش کرے اور دنیا کے اعتبار سے ان کو دیکھے جو ان سے پیچھے ہیں

اور پھر اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ (اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے) اس کو ان لوگوں سے بہتر حالت میں رکھا ہے، میں اگر پانچ وقت نماز پڑھتا ہوں تو میں گھمنڈ کا شکار نہ ہو جاؤں، یہاں اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوتی، میں اگر فرض زکوٰۃ ادا کرتا ہوں تو میں اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکیدار نہ سمجھنے لگوں یہاں اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو کثرت کے ساتھ نفلی صدقات کرتے ہیں، میں اگر اللہ کے دین کی اشاعت کے لیے چار گھنٹے دے رہا ہوں تو میں تکبر نہ کروں یہاں اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ کے لیے وقف کی ہے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے دین کی خاطر اپنی اولادوں کو قربان کرنا اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتے ہیں تو فرمایا کہ دین کے اندر ان کو دیکھو جو تم سے آگے ہیں اور ان جیسا بننے کی کوشش کرو اور اپنے آپ کو کمتر سمجھو کہ مجھ سے تو بہت سے لوگ آگے ہیں اور دنیا کے اعتبار سے ان کو دیکھو جو تم سے پیچھے ہیں اگر ایسا کروگے تو بے ساختہ تمہارے دل کی گہرائی سے الحمد للہ نکلے گا اور یہی حقیقت ہے کہ دنیا کے اعتبار سے بے شمار لوگ ہیں جو ہم سے پیچھے ہیں الحمد للہ اللہ پاک نے دنیا کی بھی بہت ساری نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، اگر ہم شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے اور دین کے اعتبار سے ہوش سنبھالنے سے دین میں لگے ہوئے ہیں قرآن پڑھا، حفظ کیا، پھر مدرسوں میں پڑھایا، پھر پڑھا، پھر تفسیر بیان کی، پھر تفسیر لکھی جو اللہ نے توفیق دی اور حج عمروں کی بھی اللہ نے

توفیق عطا فرمائی اس کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ کروڑوں انسان ہیں جو مجھ سے دین میں آگے ہیں اور کروڑوں انسان ہیں جو مجھ سے دنیا میں پیچھے ہیں مجھ سے ابتر زندگی گزار رہے ہیں تو فرمایا یہ سوچ جس کی ہوگی دین میں اپنے سے آگے والوں کو جو دیکھے گا اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے گا اللہ کے ہاں اس کو لکھ دیا جائے گا کہ یہ شاکر اور صابر ہے اور جو دنیا کے اعتبار سے ان کو دیکھے گا جو اس سے پیچھے ہیں تو یہ اللہ کے ہاں شکر کرنے والا شمار ہوگا اور صبر کرنے والا، ایمان تو اسی میں ہے شکر میں اور صبر میں تو اس آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے شکر کی اہمیت واضح ہوگئی۔

شکر کا حق کیسے ادا کیا جائے؟

شکر کے حوالے سے علماء نے لکھا ہے شکر کی پانچ بنیادیں ہیں ان پانچ بنیادوں کا جو لحاظ کرے گا وہ حقیقی شاکر کہلائے گا اور اس کا شمار اللہ تبارک و تعالیٰ شاکروں میں کریں گے۔

پہلی بنیاد یہ ہے کہ جو شاکر شکر کرنے والا ہے وہ مشکور کے سامنے عاجزی اختیار کرے گا اگر اس کو آنکھیں دکھاتا ہے اور اس کے سامنے تکبر کرتا ہے تو یہ شکر کرنے والا نہیں۔

اور شکر کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ اپنے محسن اور منعم سے محبت کرے ویسے تو محسن سے محبت کرنا یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے بلکہ صرف انسان ہی نہیں حیوان کی فطرت میں بھی شامل ہے۔ احسان کے ذریعے سے انسان

حیوان کو بھی غلام بنالیتا ہے، وحشی حیوان کو بھی غلام بنالیتا ہے۔ کہ کتے جیسا جانور جس کا نام بڑی حقارت سے لیا جاتا ہے اور اگر کسی کو اللہ نہ کرے کوئی کتا کہتا ہے تو وہ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اس حقیر جانور کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے محسن سے شدید محبت کرتا ہے حتی کہ اس کی خاطر جان دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، اس کے قدموں میں لوٹتا پوٹتا ہے، اس کے گھر کی چوکیداری کرتا ہے وہ نظر آ جائے تو اس کے سامنے دم ہلاتا ہے تو محسن سے محبت کرنا یہ فطرت میں شامل ہے۔

تیسری بنیاد شکر کی یہ کہ اپنے محسن کی نعمت کا اعتراف کیا جائے، اقرار کیا جائے اسلام کی جو تعلیم ہے وہ یہ کہ اللہ کا بھی شکر کرنا ہے اور اللہ کے بندوں کا بھی شکر کرنا ہے ایک حدیث میں سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا تو تیسری بنیاد اس کی یہ ہے کہ اپنے محسن کے احسان کا اعتراف کیا جائے

اور چوتھی بنیاد شکر کی وہ یہ کہ اس نعمت کے بدلے میں اپنے محسن کی تعریف کی جائے۔

اور پانچویں بنیاد شکر کی کہ محسن نے جو نعمت عطاء کی ہے وہ اس کی ناراضگی کی جگہ پر استعمال نہ کی جائے یہ پانچ بنیادیں ہیں شکر کی صرف زبان سے شکر کرنا یہ کافی نہیں صرف زبان سے الحمدللہ کہہ دینا یہ کافی نہیں بلکہ یہ پانچ شرطیں پائی جائیں گی تو شکر کا حق ادا ہو جائے گا۔

تعریف دو طرح کی

ویسے تو اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں مادی نعمتیں بھی، روحانی نعمتیں بھی انسانی جسم (ڈھانچہ) اللہ پاک کا دیا ہوا چلتا پھرتا اشتہار ہے اور ایک بات جان لیجئے وہ یہ کہ اگر ہم زبان سے اپنے مالک کی تعریف نہ بھی کریں تو ہمارا جسم دو طرح کی اللہ کی تعریف کر رہی رہا ہے ایک زبان قال ہوتی ہے اور ایک زبان حال ہوتی ہے ایک ہے منہ کی زبان اور ایک ہے حال کی زبان یہ پوری کائنات زبان حال سے اللہ کی تعریف کر رہی ہے درخت بھی، پہاڑ بھی، آسمان بھی، زمین بھی، دریا بھی، سمندر بھی، یہ بادل بھی، یہ چرند پرند بھی، یہ ساری چیزیں زبان حال سے اللہ کی تعریف کر رہی ہے اور خود ہمارا جسم بھی حتی کہ کافر کا جسم، مشرک کا جسم، ابوجہل کا جسم اور ابولہب کا جسم بھی زبان حال سے اللہ کی تعریف کر رہا ہے کہ وہ مالک کتنا عظیم ہے کہ کتنا خوب صورت جسم بنایا ہے

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾

انسان کے حسن کی اور اس کے قد وقامت کی خوب صورتی تو اللہ نے قسمیں اٹھا کر بیان فرمائی ہے؛

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾

(سورۃ التین ۴،۳،۲،۱ پ ۳۰)

توزبان حال سے ہمارے جسم کی بناوٹ، ہماری آنکھیں ہمارے کان، ہماری زبان، ہماری ناک، ہمارا ماتھا، ہمارا رخسار، ہمارا سر، سر کے اندر دماغ ہاتھ اور یہ ہاتھوں کے اندر کام کرنے کی صلاحیت یہ انگلیاں، یہ پاؤں، یہ ٹانگیں، یہ چلتی ہوئی آتی جاتی سانس یہ اللہ کی تعریف کر رہی ہے اس لیے کہ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں تو یہ انسان کا جسم اللہ کی نعمتوں کا چلتا پھرتا اشتہار اور ہمارے پاس سر چھپانے کے لیے مکان اللہ کی نعمت، دو وقت رزق حلال پیٹ بھر کر میسر آ جانا اللہ کی نعمت، یہ تن ڈھانپنے کے لیے لباس اللہ پاک کی نعمت، یہ اولاد جس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں یہ اللہ کی نعمت، یہ والدین ان کا ہمارے سر پر سایہ یہ اللہ کی نعمت، یہ رشتے، ناتے، یہ ماموں، یہ چچا، یہ خالہ، یہ پھوپھی، یہ رشتے یہ اللہ پاک کی نعمت، اور پھر یہ رکوع، یہ سجدہ، یہ دماغ، یہ دل، یہ اسلام، یہ قرآن، یہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا شرف، یہ مکہ، یہ مدینہ، یہ روضہ رسول، یہ کعبہ، یہ اللہ پاک کی نعمتیں تو یہ سب اللہ پاک کی نعمتیں ہیں۔

قیامِ پاکستان کا مقصد

لیکن ہم پاکستان کے اعتبار سے بات کرتے ہیں تو پاکستان کی صورت میں بھی اللہ پاک نے ہمیں بہت بڑی نعمت عطا فرمائی یہ بہت بڑی نعمت ہے اگر ہم آج سے ساٹھ سال پیچھے چلے جائیں اور اس سے بھی پیچھے تک ہم انگریزوں کی غلامی میں تھے، ہندو کی بالادستی میں زندگی گزار رہے تھے

جب غلامی جیسی کیفیت تھی ملازمت کے دروازے بند اور تعلیم کے دروازے بند آپ اس وقت کے اعتبار سے بھی دیکھیں تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم کو ایک آزاد خطہ ملے گا جہاں مسلمان جو چاہیں کریں گے اور اس وقت ہمارے لیڈروں نے جو نعرے لگائے جو تقریریں کیں ان سب کا خلاصہ وہی نعرہ تھا پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ ایک نعرہ نہیں تھا یہ پورے پروگرام کی ایک سرخی تھی، کسی اخبار میں کسی خبر کے حوالے سے کسی سانحے اور واقعے کے حوالے سے ایک نمایاں سرخی لگتی ہے مگر تفصیل دوسرے کالموں میں چھپی ہوئی ہوتی ہے پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہمارے لیڈروں نے یہاں ایک نعرہ لگا کر باور کرایا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں ان کے نظریات الگ، حقائق الگ، افکار الگ، معاشرت اور ثقافت الگ، معاملات الگ، مذہب الگ لہٰذا یہ دونوں قومیں ایک جگہ نہیں رہ سکتیں مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہاں یہ اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرسکیں لیکن کون سی زندگی؟ ہم آزاد خطہ اس لیے چاہتے تھے کہ ہم اسلام کے مطابق نکاح کرسکیں، اسلام کے مطابق طلاق دے سکیں، اسلام کے مطابق نماز پڑھ سکیں، اسلام کے مطابق روزہ رکھ سکیں، اسلام کے مطابق قرآن پر عمل کرسکیں، اسلام کے مطابق صدقہ خیرات دے سکیں کیا صرف اس لیے؟ خدا کی قسم! صرف یہ مقصد پیش نظر نہیں رکھا گیا اگر صرف یہی مقصد تھا تو آج بھی ہندوستان میں

کروڑوں مسلمان بستے ہیں ان میں سے بہت سارے ایسے ہیں جو ہم سے زیادہ اسلامی تعلیمات پر کاربند ہیں ہم سے کہیں زیادہ جو نکاح کرتے ہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق، طلاق دیتے ہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق، صدقہ خیرات کرتے ہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق، روزے رکھتے ہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق، وہاں مدرسے بھی ہیں، مسجدیں بھی ہیں، تبلیغی جماعتیں بھی ہیں، تصوف کی خانقاہیں بھی ہیں یہ سارے سلسلے ہیں، حج کے لیے بھی وہاں سے مسلمان جاتے ہیں بلکہ ہمارے لیے تو بڑی شرم کی بات ہے اس پہلو سے کہ جتنی سہولتیں انڈیا کی حکومت نے اپنے حاجیوں کو مہیا کیں پاکستانی حکومت نے نہیں کیں یہاں سرکاری طور پر جو حج کرایا گیا ۵۵ ہزار روپے میں یہاں ٹکٹ ایک لاکھ دس ہزار کا وہاں ٹکٹ ۳۵ ہزار روپے کا اور اس میں سے بھی چار ہزار روپے حکومت نے واپس کیے کہ پیٹرول کی قیمتیں نیچے آگئیں اور ہمارے وزیر مذہبی امور اللہ ان کو ہدایت دے جو اپنے آپ کو علامہ بھی کہلواتے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ انڈیا کی حکومت نے اس میں سے بھی کم کرایا اور چار چار ہزار روپے واپس کر دیے انہوں نے ایسا گول مول سا جواب دیا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ پاکستانیوں سے زیادہ پیسے وصول کرنا گویا کہ یہ بھی ہماری مذہبی تعلیمات کا تقاضا ہے محسوس تو یوں ہو رہا تھا کہ جیسے کہنا چاہتے ہوں کہ اسلام نے ہمیں اس کی بھی تعلیم دی ہے کہ پیسے زیادہ سے زیادہ وصول کرو ان سے تب ان کا حج قبول ہوگا۔

حصولِ پاکستان کا اصل مقصد

صرف یہ مقصد نہیں تھا کہ ہمیں ایسا خطہ مل جائے کہ جہاں ہم نماز پڑھ سکیں، جہاں ہم مسجدیں بنا سکیں، جہاں مدرسے بنا سکیں، جہاں تبلیغی جماعتیں نکال سکیں، جہاں خانقاہیں بنا سکیں صرف یہ مقصد نہیں تھا یہ مقصد تو آج بھی ہندوستان کے مسلمان بلکہ دنیا بھر کے مسلمان بطریق احسن سر انجام دے رہے ہیں، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں چند ملکوں میں مسلمان دس فیصد ہیں جن ملکوں میں مسلمان پانچ فیصد ہیں وہاں پر وہ اذان بھی کہتے ہیں، تکبیر بھی کہتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، حج کے لیے بھی جاتے ہیں، قرآن بھی پڑھتے ہیں مدرسے اور مسجدیں بھی بناتے ہیں۔ تو صرف یہ مقصد تو نہیں تھا بلکہ ہمارا مقصد تو یہ تھا کہ ہم ایک ایسا خطہ حاصل کریں جہاں زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی تعلیمات پر ہم عمل کریں اس لیے کہ اسلام کی جو انفرادی تعلیمات ہیں وہ تو دارالکفر میں بھی پوری کی جاسکتی ہیں ،ان پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن جو اسلام کی اجتماعی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی تعلیمات ہیں ان پر دارالکفر میں رہتے ہوئے عمل نہیں کیا جاسکتا اس کے لیے ہمیں آزاد خطے کی ضرورت تھی اللہ پاک نے ہم پر بہت بڑا کرم کیا، بڑا احسان کیا کہ ہمیں پاکستان کی صورت میں ایک آزاد ملک دے دیا اور جان لیجیے! کہ دنیا کا کوئی ملک بھی اسلام کی بنیاد پر آزاد نہیں ہوا سوائے پاکستان کے عرب ممالک کی بات کرتے ہیں جیسے سعودیہ وہاں تو پہلے ہی سے

مسلمانوں کی حکومت چلی آرہی تھی تو ایسا نہیں کہ اسلام کے نام پر اس ملک کو آزادی ملی ہو۔

دنیا بھر میں پاکستان واحد ملک ہے جس کے بنانے والوں نے اسلام کے نام پر آزادی حاصل کی اگر لاکھوں مسلمانوں کو جنہوں نے قربانیاں دیں ان بہنوں کو، ان بیٹیوں کو، جنہوں نے اپنی عزتوں کو، ناموس کو پامال کروایا ان والدین کو جنہوں نے اپنی نظروں کے سامنے اپنے بچوں کو ذبح ہوتے ہوئے اور آگ میں جلتے ہوئے دیکھا اور نیزوں سے اپنی نظروں کے سامنے اپنے بچوں کے ٹکڑے دیکھے اگر ان کو پتا ہوتا کہ یہ ملک اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے نہیں بلکہ مخصوص قسم کے طبقے کے لیے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں اور رشوت خوروں کی عیاشی کے لیے اس ملک کو حاصل کیا جارہا ہے تو وہ کبھی بھی قربانیاں نہ دیتے۔

ملک پاکستان تمام نعمتوں سے مالا مال ہے

تو یہ اللہ پاک کا بڑا کرم، بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کی نعمتوں میں سے ہمارے لیے بہت بڑی نعمت یہ وطنِ عزیز ہے اللہ پاک نے یہ ملک ایسا دیا، ہمیں ایسا خطہ کہ ہر اعتبار سے معزز، محل وقوع کے اعتبار سے، موسموں کے اعتبار سے، جغرافیوں کے اعتبار سے، دنیا میں ایسے ممالک بھی ہیں جہاں سردی ہی سردی ہوتی ہے گرمی نہیں ہوتی، ایسے بھی ہیں جہاں گرمی ہی گرمی ہوتی ہے سردی نہیں ہوتی لیکن اس ملک کے اندر چاروں موسم سردی کا موسم

بھی ،گرمی کا موسم بھی ، بہار کا بھی ،خزاں کا بھی ،ایسے ملک بھی ہیں دنیا میں جہاں کبھی بارش برستی ہی نہیں الا ماشاء اللہ اور ایسے بھی ہیں جہاں پورا سال بارش برستی رہتی ہے۔

دھوپ کو لوگ ترس جاتے ہیں لیکن یہاں خشکی کا موسم بھی آتا ہے، بارش کا موسم بھی آتا ہے، دھوپ بھی ہمیں میسر آتی ہے، یہاں پہاڑ بھی ہیں، میدان بھی ہیں ساحل بھی ہیں، ہر قسم کے پھل یہاں پیدا ہوتے ہیں، ہر قسم کا غلہ یہاں پیدا ہوتا ہے، اللہ پاک نے جن مرد حضرات اور خواتین کو حرمین شریفین کے سفر کی سعادت نصیب فرمائی حج کی صورت میں یا عمرے کی صورت میں وہ جانتے ہیں کہ حرمین شریفین میں دنیا بھر کے پھل ہوتے ہیں اور زرخیز ملکوں کے پھل امریکا کے، افریقہ کے، شام کے، فلسطین کے دستیاب اور پتا نہیں کہ ہم پاکستانی کس تعصب کا شکار ہیں اور یہ حقیقت ہے اللہ جانتا ہے کہ پاکستان کے پھل کی لذت سارے ملکوں کے پھلوں کے مقابلے میں کچھ اور ہی ہوتی ہے یہاں کا کیلا بھی منفرد، یہاں کے سیب بھی منفرد، یہاں کے آم بھی منفرد، یہاں کے امرود بھی منفرد، یہاں کے انگور بھی منفرد، یہاں کا چاول دنیا بھر میں ممتاز، تو ہر اعتبار سے اللہ پاک نے اس ملک کو نوازا ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی اور گویا کہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ کہا گیا کہ پاکستان حقیقت میں سورہ رحمن کی ایک عملی تفسیر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے پاکستان والوں سے سوال کیا ہے؛

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

(سورۃ الرحمٰن ۱۳ پ ۲۷)

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتیں جھٹلاؤ گے؟

وہ کون سی نعمت ہے جو ہم نے تم کو عطا نہیں کی؟ اللہ نے کہا جب تم شکر کرو گے تو میں تمہیں کیوں عذاب دوں گا؟ مجھے تمہیں عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارا اللہ معاذ اللہ! ان دیوتاؤں جیسا نہیں جو اپنے ماننے والوں کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور جن کے ماننے والے اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو نا قابل برداشت سزا دیتے ہیں کہ ہمارے دیوتا خوش ہوں گے، کوئی کھڑا ہوا تو سالہا سال کھڑا ہی رہتا ہے میرا دیوتا خوش ہوگا، کوئی سالہا سال بھوکا رہتا ہے، روکھی سوکھی کے علاوہ کچھ کھاتا ہی نہیں سوچ لیا کہ میرا دیوتا خوش ہوگا، ایسے بھی ہیں کہ اپنے جسموں سے نوکیلی کنگھیوں سے گوشت کو نوچتے ہیں سوچ یہ لیتے ہیں کہ ہمارے دیوتا ہم سے خوش ہوں گے، خود اخباروں میں تصویریں دیکھیں ایسے بھی ہیں جو لوہے کی آری سے اپنے جسم کو کاٹتے ہیں سوچ یہ ہے کہ ہمارے دیوتا ہم سے خوش ہوں گے لیکن ہمارا اللہ وہ نہیں ہے جو اپنے ماننے والوں کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہو ہمارا اللہ تو رحمٰن و رحیم ہے وہ رحیم اس کے ننانوے ناموں میں سے ہر نام اس کی رحمت اور اس کی محبت پر دلالت کرتا ہے وہ احسان کرنے والا اللہ کہتا ہے:

مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ (اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟)

کیا حاصل ہوگا اللہ کو تمہیں سزا دے کر اللہ ان دیوتاؤں جیسا نہیں جو اپنے ماننے والوں کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اللہ کہتا ہے کیا کروں گا عذاب دے کر لیکن شرط یہ ہے:

اِنْ شَكَرْتُمْ (اگر تم شکر کرنے والے ہو۔)

تو بھائیو! ہم نے اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا نہیں کیا پاکستان کی صورت میں اللہ پاک نے ہمیں جو عظیم ترین نعمت عطا فرمائی ہم نے اس نعمت کا شکر ادا نہیں کیا کفران نعمت کا راستہ اختیار کیا اور دوسری شرط اللہ نے کیا لگائی

وَاٰمَنْتُمْ ط

میرے بندو! تم میرے عذاب سے، میری سزا سے محفوظ رہ سکتے ہو جب تک تم میں ایمان رہے ایمان کی صفت اور ایمان کی حقیقت تمہیں حاصل ہو جائے تو پھر تم مغلوب نہیں ہو سکتے، پھر تم شکست نہیں کھا سکتے، پھر تمہیں اللہ عذاب نہیں دے گا، اللہ تمہیں سزا نہیں دے گا۔

مسلم اور غیر مسلم کی سوچ میں فرق

ایمان بنیاد ہے ہماری طاقت اپنی جگہ...... ہمارا اتحاد اپنی جگہ...... ہمارے وسائل اپنی جگہ...... اسلحہ اپنی جگہ...... ایٹم بم اپنی جگہ لیکن ہم مسلمان ہیں ہماری سوچ اور غیر مسلم کی سوچ میں فرق ہے ان ساری چیزوں کا ہونا ضروری ہے میں ان کی افادیت سے انکار نہیں کرتا اسلحے کی افادیت سے، فوج کی افادیت سے، ہوائی جہازوں کی افادیت سے، مادی وسائل

کی افادیت سے میں انکار نہیں کرتا لیکن ہم مسلمان ہیں اور ہماری سوچ الگ یہودی کی سوچ ہماری سوچ سے الگ ،عیسائی کی سوچ سے الگ، ہماری سوچ یہ ہے کہ ہماری طاقت کا اصل راز اسلام و ایمان ہے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا جب بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرتِ آپ قیمتی لباس پہن لیں اس لیے کہ یہاں کے رہنے والے سادے لباس میں آپ کو دیکھ کر حقارت کی نظر سے دیکھیں گے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا آج ہمیں کہنا چاہیے، فرمایا اے مسلمانو! ہم عرب دنیا کی سب سے ذلیل ترین قوموں میں شمار ہوتے تھے نہ کوئی ہماری شان تھی اور نہ ہی کوئی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا ہم جاہل تھے، بدو چرواہے تھے، ہم پر تو کوئی حکومت بھی نہیں کرنا چاہتا تھا...... یہ روم اور ایران والے تو ہم سے گفتگو کرنا اپنی توہین سمجھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت دی، شان دی، رفعت دی اسلام کی وجہ سے، ایمان کی وجہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی وجہ سے صحابہ کو جو عزت ملی، دنیا کے مسلمانوں کو جو عزت ملی اللہ کی قسم! اونٹوں کی قطاروں کی وجہ سے نہیں اور گھوڑوں کے لشکر کی وجہ سے نہیں اور چمکتی تلواروں کی وجہ سے نہیں اور سونے چاندی کے انبار کی وجہ سے نہیں اور اسلحے کی فروانی کی وجہ سے نہیں ان کو جو عزت ملی وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بنیاد پر ملی تو فرمایا کہ ہمیں اللہ نے عزت دی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بنیاد پر اگر ہم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو چھوڑ کر، ایمان کو چھوڑ کر کسی اور چیز میں عزت تلاش کرنا چاہی تو ہم ذلیل ہو جائیں گے، ہماری طاقت کا راز اسلام ہے، ایمان ہے،

ایمان کمزور ہوگا تو ہم کمزور ہوجائیں گے، ایمان کا اثر پڑے گا ہر شعبے پر، تو ہماری طاقت کا راز بھی ایمان، ہمارے اتحاد کا راز اور اتحاد کی بنیاد بھی ایمان ہے جو لوگ کلمہ پڑھنے والوں کو قومیت کی بنا پر، زبان کی بنیاد پر، نسل کی بنیاد، پر وطن کی بنیاد پر متحد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو گمراہی کے راستے پر چلتے ہیں ہمارے اتحاد کی بنیاد ایمان ہے ہمارا لازوال حصہ ایمان۔

آج کے مسلمان کی سوچ بدل گئی

اب مسلمانوں نے اپنے آپ کو متحد کرنا چاہا تو خطے کی بنیاد پر، صرف پاکستان کی بات نہیں کر رہا بلکہ دنیا بھر کے مسلمان، کیسے کہیں اللہ کی قسم! زخمی دل سے کہتے ہیں کہ جس سرزمین پر ایمان نازل ہوا، قرآن نازل ہوا اس سرزمین کے رہنے والے بھی اب اپنے باشندوں کو متحد کر رہے ہیں زبان کی بنیاد پر، وطن کی بنیاد پر ایمان کی بنیاد پر نہیں۔ آج حیرت کی بات ہے سعودیہ میں کہیں کا بھی مسلمان آئے وہ عجمی کہلاتا ہے کیونکہ عرب اپنے علاوہ باقی سب دنیا والوں کو عجمی کہتے ہیں تو جب عربی زبان کی بنیاد پر لوگوں کو متحد کیا جائے گا طاقت نہیں رہے گی۔ الحمدللہ ہمیں عربی زبان سے محبت ہے اس لیے کہ قرآن عربی میں ہے لیکن اس کے باوجود ہم اپنے آقا کی دی ہوئی تعلیمات کی بنیاد پر کہتے ہیں ہماری طاقت کا راز عربی زبان نہیں ایمان ہے اور مسلمانوں کے اندر اتحاد بھی ایمان کی بنیاد پر ہی قائم ہوسکتا ہے، خود پاکستان والوں کو بھی تقسیم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے یہ سندھی، یہ مہاجر، یہ پٹھان، یہ پنجابی، یہ

بلوچی، یہ بروھی، نسلوں کی بنیاد پر، زبانوں کی بنیاد پر، حالانکہ اتحاد کی بنیاد تھی ایمان اور اسکی بنیاد کو ہم نے کمزور کردیا، شکر کی بجائے ہم نے ناشکرا پن اختیار کیا، ایمان کی بجائے ہم نے منافقت اختیار کی ہے۔

موجودہ زمانے کا سب سے بڑا مسئلہ

آج کل عالم اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ منافقت ہے، خالص مومن کم رہ گئے منافقت بہت زیادہ ہوگئی ہے قول اور فعل میں تضاد پایا جاتا ہے الغرض کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں، اسلام کے نعرے بھی لگاتے ہیں، اسلام کا مذاق بھی اڑاتے ہیں، حرام کاروبار کرتے ہیں، سود کھاتے بھی ہیں کھلاتے بھی ہیں، اللہ سے بغاوت کرتے ہیں، قدم قدم پر جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں، وعدہ خلافی کرتے ہیں، منافقوں والے کام کرتے ہیں جن کو ہم کافر کہتے ہیں جو مشرک ہیں پہلے ان کو ہماری منافقت کا علم نہیں تھا اب ان کو بھی پتا چل گیا کہ یہ بھی منافق ہیں وہ ڈرتے رہے کہ یہ مومن ہیں، یہ ایمان والے ہیں یہ بڑی جرأت والے ہوتے ہیں، یہ بڑے بہادر ہیں، ساری دنیا کے مسلمان ایک ہیں، یہ ایمان کی بنیاد پر متحد ہیں، یہ کالے اور گورے میں فرق نہیں کرتے، یہ عربی اور عجمی میں فرق نہیں کرتے، یہ امیر غریب اور چھوٹے بڑے میں فرق نہیں کرتے، یہ سارے ایک ہیں، ایک پر گولی چلے گی دوسرا اپنے سینے میں اس کا درد محسوس کرے گا وہ ہمیں مومن سمجھتے رہے لیکن اب ان کو پتا چل گیا کہ یہ مومن نہیں ہیں منافق ہیں، ہر جگہ

منافقت کا رویہ برپا ہو گیا ہے اور منافقانہ روش ہم کو لے ڈوبی اور ساتھ ہی ساتھ اس موڑ پر لے آئی جس پر اللہ کی پکڑ ہوئی ہم نے اپنے اندر سے ان صفات کو نکال دیا جن کے ہوتے ہوئے اللہ کا عذاب نہیں آتا یعنی شکر اور ایمان...... اسلام ایک عمارت کا نام ہے جس کی بنیاد ایمان ہے اس کی بلندی اعمال صالحہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اخلاص، شکر وغیرہ ہیں جب ہماری بنیاد ہی کمزور ہو گی تو اس پر کھڑی ہونے والی عمارت کیسے مضبوط ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ہم اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور ایمان مضبوط ہو گا اعمال صالحہ کو اختیار کرنے سے اور اعمال صالحہ میں شکر سب سے اہم ہے جب اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدر دانی اور شکر گزاری کی جائے گی تو ایمان مضبوط ہو گا۔

نعمتِ خداوندی کا صحیح استعمال

اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی ناراضگی والی جگہ میں استعمال نہ کیا جائے آپ اگر اپنے ضمیر سے پوچھیں اور آپ کے اندر سچ بولنے کی جرأت ہو تو آپ اقرار کریں گے اور ہر شخص اقرار کرے گا کہ یہ جو اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے پاکستان کی صورت میں اس کو ہم نے اللہ کی رضا کے لیے کم استعمال کیا اللہ کی ناراضگی کے لیے زیادہ استعمال کیا، ڈاکو اور لٹیرے کی عزت ہے اور زاہد اور پارسا کی عزت نہیں ہے، عالم کی عزت نہیں ہے تو ہم نے اس نعمت کی قدر نہ کی اللہ کی ناراضگی کے لیے اس کو استعمال کرتے رہے، اللہ کی دی

ہوئی آزادی کو اس کی منشاء کے خلاف استعمال کرتے رہے۔

بگڑتے حالات میں کس کا ہاتھ ہے؟

دوسری بنیاد تھی ایمان وہ بھی کمزور پڑ گئی جان لیجیے! ہمارے ساتھ سب سے زیادہ ظلم نہ امریکا نے کیا، نہ انگریز نے کیا، نہ ہندو نے کیا، ہمارے ساتھ سب سے زیادہ ظلم ہم نے خود کیا، سب سے زیادہ ہم قصور وار ہیں ہم ہر چیز میں سازش تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے، فلاں کا ہاتھ ہے، فلاں کی سازش ہے، فلاں نے یہ کیا، ارے! سب سے زیادہ ہم خود ذمہ دار ہیں یہ نظام کس کا قائم کردہ ہے شاید ہی کوئی اللہ کا بندہ بچا ہوا ہو کرپشن سے، مگر نیچے سے اوپر تک ڈاکہ زنی اور کرپشن ہو رہا ہے صرف دو لوگ کرپشن سے بچے ہوئے ہیں ایک وہ جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے اور دوسرا وہ جس کا داؤ نہیں چلتا صرف یہ دو بچے ہوئے ہیں اور یہ منافقت کی بیماری صرف پاکستان تک محدود نہیں عالم اسلام کا بہت بڑا حصہ اس منافقت کا شکار ہے۔

فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ اور ہماری منافقانہ روش

آج جو فلسطینیوں پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے کئی دن ہو گئے صرف پندرہ لاکھ کی آبادی جس کو اسرائیل جیسا مسلح لاکھوں کی فوج لے کر تہس نہس کر رہا ہے اور اس پر چڑھائی کر رہا ہے، آگ برسا رہا ہے روزانہ ہم اخباروں میں دیکھ رہے ہیں معصوم بچوں کی لاشیں، بچیوں کی لاشیں، مسخ شدہ لاشیں، معصوم

کلیاں جو ابھی کھلی بھی نہ تھیں سن رہے ہیں ان کو پانی میسر نہیں، بجلی میسر نہیں، راشن میسر نہیں ہم سن رہے ہیں سب کچھ سن بھی رہے ہیں دیکھ بھی رہے ہیں: اور ان کے قریب رہنے والے، چند گھنٹوں کی مسافت پر رہنے والے مسلمان عیاشیاں کررہے ہیں، ان کے شراب خانے بھی آباد ہیں، ہوٹل بھی آباد ہیں دعائیں، بھی کررہے ہیں یا اللہ! اسرائیل کو تباہ کردے، اللہ مومنوں کی دعائیں سنتا ہے قبول بھی کرتا ہے لیکن ہماری منافقانہ روش کی بناء پر چھوٹا سا ملک غالب آرہا ہے ہمیں میدان میں نکلنا ہوگا ارے! قدم اٹھا کر تو دیکھو اللہ فتح کے دروازہ نہ کھول دے تو کہنا ہم بالکل بنی اسرائیل کی طرح کہہ رہے ہیں۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

(سورۃ المائدہ ۲۷ پ ٦)

اللہ! تو جا کے لڑ یہودیوں سے، ہم تو صرف دعا ہی کرسکتے ہیں یعنی اللہ ہوائی جہاز لے کر آئے، اللہ بم لے کر آئے، اللہ فوجی لے کر آئے، اور اللہ ان کو تباہ کرے، ہم نہیں قدم اٹھائیں گے، ہم تو ان کی مصنوعات بھی استعمال کریں گے، مشروبات بھی استعمال کریں گے، عطریات بھی استعمال کریں گے، ملبوسات بھی استعمال کریں گے، ان سے دوستیاں بھی رکھیں گے، تعلقات بھی قائم کریں گے بلکہ ضرورت پڑی تو ان کے گلے میں گولڈ میڈل بھی ڈالیں گے، ہار بھی پہنائیں گے اور ساتھ اللہ سے دعا بھی کریں کہ اللہ ان کو تباہ کردے لاکھوں دعا کررہے ہیں، کروڑوں دعا کررہے ہیں لیکن

جب منافقانہ رویہ ہوگا تو دعائیں کیسے قبول ہوں گی۔

اللہ کے عذاب کی وجہ

آج ہماری منافقت کی وجہ سے، قرآن کریم سے دوری کی وجہ سے اور ان دو بنیادوں کے نہ ہونے کی وجہ سے (نہ شکر نہ ایمان) اللہ کا عذاب آرہا ہے ہم پر اللہ کا عذاب مختلف صورتوں میں ہوتا ہے اللہ کے عذاب کی صرف یہ صورت نہیں ہے کہ آگ برسے اور قوم نوح کی طرح سیلاب آجائے یا چنگھاڑ یا ہوا آجائے قوم عاد کی طرح۔

اللہ کے عذاب کی مختلف صورتیں

اللہ کے عذاب کی مختلف صورتیں ہیں یہ مہنگائی بھی اللہ کے عذاب کی ایک صورت ہے، یہ قحط اللہ کے عذاب کی ایک صورت ہے، یہ آپس میں نفرتیں، ایک دوسرے کا خون بہانا، ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی اور نفرت کرنا یہ بھی اللہ کے عذاب کی صورت ہے اور کافروں کا خوف اور ڈر دل پر مسلط ہو جانا یہ بھی اللہ کے عذاب کی ایک صورت ہے، عالم اسلام کے تمام حکمران قربانی کے بغیر جنگ جیتنا چاہتے ہیں یہ بھی اللہ کے عذاب کی ایک صورت ہے اللہ نے فرمایا؛

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ

اگر شکر نہیں کرو گے اور ایمان کی بنیاد ہی کمزور ہو جائے گی تو اللہ کا عذاب مختلف صورتوں میں تم پر نازل ہو سکتا ہے جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دشمن کا خوف تمہارے دلوں پر قائم ہو جائے، مسلط ہو جائے اور تمہیں ہر وقت ڈر لگا رہے پتا نہیں ہمیں زندہ رہنے بھی دیا جائے گا یا نہیں، پتا نہیں ہمارا ملک بھی قائم رہے گا یا نہیں، کل کو پاکستان ہو گا یا نہیں، یہ خوف، یہ ڈر یہ بھی اللہ کے عذاب کی صورت ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنے عذاب کی صورتوں سے محفوظ فرمائے ایمان وشکر کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

گداگری

پاکستانی معاشرہ کا رِستا ہوا ناسور

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

۞ ......بھیک اور بھکاریوں کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

۞ ......صحت مند معاشرہ کی تشکیل کے لئے اسلام میں محنت کی ترغیب۔

۞ ......کیا نظام زکوٰۃ کا مقصد گداگری کی حوصلہ افزائی ہے؟

۞ ......مختلف NGOS گداگری کو فروغ دے رہی ہیں یا اسے کنٹرول کر رہی ہیں؟

۞ ...... پاکستان اور عالم اسلام کو اس لعنت سے کیسے پاک کیا جاسکتا ہے؟

۞ ......کیا مساجد اور مارکیٹوں میں بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الرُّسُلُ کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ ﴿۵۱﴾

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے اسلامی بھائیو اور بہنو!

جیسا کہ آپ کو بتایا گیا اس ماہانہ درس قرآن کا موضوع ''گداگری پاکستانی معاشرے کا رستا ہوا ناسور'' ہے اسلام سے پہلے گداگری کا تصور بعض مذاہب میں مذہبی لوگوں کو کسب معاش کی اجازت نہیں تھی اور ان کی گزر بسر بھیک اور نذر و نیاز پر تھی، ہندو مذہب میں برہمن اونچی ذات کہلاتی ہے لیکن ان کی گزر بسر بھی خیرات پر ہوتی تھی اور برہمنوں کے علاوہ جو عام

ہندو تھے بلکہ آج بھی ان پر لازم ہے کہ وہ برہمنوں کو خیرات پیش کریں، اسی طریقے سے عیسائیوں میں جب رہبانیت کا عروج تھا تو نہ صرف مذہبی پیشوا، بلکہ جو لوگ بھی اپنے آپ کو ریاضت کے لیے وقف کر دیتے تھے تو ان کا گزارا بھی مخیر حضرات کی خیرات سے ہوتا تھا، ایسے ہی بت مذہب میں بھی یہ تصور پایا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے پہلے دن سے کسب حلال کو ضروری قرار دیا اور گداگری کی مذمت بیان کی۔

اسلام میں گداگری کی حیثیت

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف عام لوگوں کو بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حلال کمانے اور حلال کھانے کا حکم دیا، چنانچہ جو آیت کریمہ خطبہ میں تلاوت کی اس میں اللہ فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ

اے میرے رسولو! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو!

بعض حضرات نے اس میں مناسبت بھی بیان کی ہے کہ اللہ پہلے فرما رہے ہیں کہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور پھر حکم دے رہے ہیں کہ نیک عمل کرو۔ تو ان دونوں چیزوں میں مناسبت کیا ہے؟ وہ مناسبت یہ ہے کہ جب انسان پاک و حلال کھاتا ہے تو اللہ پاک اس کو نیک عمل کی توفیق بھی عطا فرماتے ہیں۔

حرام کے کھانے سے دل سخت ہو جاتے ہیں اور نیک عمل کی توفیق سلب ہو جاتی ہے، بہت سے حرام کھانے والے ایسے ہیں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ بعض

ایسے ہیں نماز تو پڑھتے ہیں لیکن ان کی نمازوں میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا، بعض ایسے بدنصیب بھی ہوتے ہیں کہ حرام کھانے کی وجہ سے مسلسل ایمان تک سے محروم ہو جاتے ہیں، انہیں خاتمہ بالایمان نصیب نہیں ہوتا ہے۔

انبیاء کرام کو بھی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا حکم ہوا

اس لیے اللہ پاک نے قرآن کریم میں کئی بار تاکید فرمائی ہے: اے ایمان والو! کھاؤ میری دی ہوئی نعمتیں استعمال کرو لیکن پاکیزہ چیزیں، حلال چیزیں حرام نہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والوں جو چیزیں ہم نے تم کو دی ہے ان میں سے پاکیزہ چیزیں حلال چیزیں استعمال کرو اور اللہ کا شکر بھی ادا کرو

تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اللہ نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا حکم دیا اور پھر حلال اور پاک کا حکم دیا۔

اللہ کی طرف سے بافراغت روزی بھی فضل ہے

اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا حکم دیکھنا ہو تو آپ دیکھیے کہ اللہ پاک نے صاحب عزیمت پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

ترجمہ: اے ہمارے پیغمبر! آپ کشتی بنائیں ہماری نظروں کے سامنے

اور ہمارے حکم سے

چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے کشتی کو بنایا، اسی طریقے سے اللہ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو حکم دیا:

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا

کہ آپ زرہیں بنائیں اور اچھے طریقے سے بنائیں۔ چنانچہ حضرت داوٗد علیہ السلام بہت اچھی زرہ بنایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا حکم دیا

تو اپنے ہاتھ سے کام کرنا، یہ نہ منصب نبوت کے منافی ہے، نہ مقام ولایت کے منافی ہے، نہ کسی مدرس، محدث، مفسر اور مبلغ کی شان کے منافی ہے۔ اللہ نے قرآن کریم میں عبادت کرنے والوں کو حکم دیا سورۂ جمعہ میں:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ

جب جمعہ کے دن نماز ادا ہو جائے تو اب زمین میں پھیل جاؤ اور جا کر اللہ کا فضل تلاش کرو

جمعہ کا دن سید الایام سارے دنوں کا سردار انتہائی مبارک دن ہونا تو یہ چاہیے کہ اللہ کہے کہ آج کا سارا دن میرے گھر میں گزارو، آج کا سارا دن عبادت میں، تلاوت میں اور دعا میں گزارو جیسے یہودی ہفتے کا دن پورا عبادت میں گزارتے تھے، لیکن اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب جمعہ کے لیے پکارا جائے تو دوڑ کر آجاؤ اور جب جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو اب چلے جاؤ

زمین میں پھیل جاؤ اور جا کر اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اللہ کے فضل سے مراد حلال روزی ہے۔ اللہ پاک نے رزق حلال کو اپنا فضل قرار دیا ہے اللہ کا فضل صرف ایمان نہیں، اللہ کا فضل صرف نماز کی توفیق نہیں بلکہ رزق حلال کے مواقع میسر آ جانا۔ اور اللہ کا بافراغت روزی کسی کو دینا یہ بھی بہت بڑا فضل ہے اور اس سے یہ مانگنا چاہیے جو ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ وضو کے بعد مانگا کرتے تھے بڑی پیاری دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ

اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما دے، میرے گھر میں وسعت پیدا فرما دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما دے

یہ وضو کے مقام پر دعا ہے تو رزق میں وسعت اور عزت والی روزی کا مل جانا اور حصول رزق کے مواقع میسر آ جانا، دکان چل جانا، کاروبار کا ترقی کر جانا جب کہ شریعت کے دائرے میں ہو، یہ اللہ پاک کا فضل ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا: جب فارغ ہو جمعہ سے تو میرا فضل تلاش کرو ایک بزرگ کے بارے میں میں نے پڑھا کہ جب وہ جمعہ ادا فرما لیتے تو پھر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر دعا کرتے: اے اللہ آپ نے مجھے جمعہ کے لیے پکارا تھا میں آ گیا، اور پھر آپ نے حکم دیا کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ اور میرا فضل تلاش کرو تو اب میں آپ کی فضل کی تلاش میں جا رہا ہوں، میرے لیے اپنے فضل کی تلاش آسان فرما دیجیے۔ تو عبادت گزاروں کو بھی اللہ نے یہی حکم دیا کہ عبادت سے فارغ ہو کر میرا فضل یعنی حلال روزی تلاش کرو۔

طلب حلال میں اللہ کی رضا ہے

اور اسلام نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ کی رضا صرف نماز میں نہیں، صرف روزوں میں نہیں، صرف حج میں نہیں اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے پہاڑوں کی غاروں میں اور جنگلوں کے تاریک گوشوں میں جانے کی ضرورت نہیں، اور اللہ کی رضا صرف مسجد اور خانقاہ میں حاصل نہیں ہوسکتی، بلکہ اللہ کی رضا مزدوروں کی ٹوکری اٹھا کر اور ٹھیلہ چلا کر اور زراعت اور صناعت اور تجارت کر کے اور مریضوں کا علاج کر کے، راستے سے پتھر ہٹا کر، ماں کے قدموں میں بیٹھ کر، بیوی کے حقوق ادا کر کے اور شوہر کے خدمت کر کے بھی اللہ کی رضا حاصل ہوسکتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات وہ شخص جو فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ رزق حلال کے لیے محنت بھی کرتا ہے وہ اس عبادت کرنے والے سے افضل ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو صرف نماز روزے کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے دو صحابی اپنے ساتھ اپنے ایک تیسرے ساتھی کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور وہ جو تیسرا ساتھی تھا وہ بڑا ہی لاغر اور بیمار سا لگ رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: اسے کیا ہوا؟ ان دونوں نے بتایا: اے اللہ کے نبی! یہ ہر وقت سارا سال روزے رکھتا ہے اور نماز پڑھتا رہتا ہے، اس لیے اس کی یہ حالت ہوگئی۔ آپ نے پوچھا کہ اس کے اونٹ کون چراتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم چراتے ہیں۔ آپ نے

پوچھا اس کے بچوں کی کفالت کون کرتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم کفالت کرتے ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تم اس سے زیادہ عبادت کرنے والے ہو، تم اللہ کے فرائض بھی ادا کرتے ہو اور ساتھ اس کی خدمت بھی کرتے ہو محنت مزدوری، اللہ تعالیٰ زیادہ تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

کسب حلال کی ترغیب

میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مختلف احادیث میں کسب حلال کی ترغیب دی اور بھیک مانگنے کی اور انسانوں سے ہاتھ پھیلانے کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ

حلال روزی کا کمانا اور اسے طلب کرنا یہ ایک فریضے کے بعد فریضہ ہے، یہ اہم فریضہ ہے حلال روزی کا کمانا۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کسی نے اے اللہ کے نبی:

أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ

سب سے پاکیزہ کمائی کون سی ہے، سب سے پاکیزہ روزی کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ

انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا، اور ہر جائز تجارت کرنا یہ سب سے پاکیزہ کمائی ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ انسان جو اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے بہتر اور اس سے پاکیزہ روزی کوئی نہیں اور فرمایا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے باوجود اس کے کہ وقت کے بادشاہ تھے، پھر بھی اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے تھے، اور اپنی روزی خود کما کر کھاتے تھے۔ تو ایک طرف تو آپ نے کسب حلال کی ترغیب دی، ہاتھ سے کام کرنے کی ترغیب دی اور دوسری طرف اپنے صحابہ کو انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے اور بھیک مانگنے سے سختی سے منع فرمایا۔

بھیک مانگنے کی مذمت

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے سات یا آٹھ یا نو افراد تھے، خود حضور نے فرمایا:

أَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ

کیا تم اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے ہم نے عرض کیا: ہم تو آپ کے دست مبارک پر بیعت کر چکے ہیں، آپ نے پھر یہی سوال دہرایا:

أَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ

کیا تم اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے وہی جواب دہرایا:

قَدْ بَايَعْنٰكَ

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم دوبارہ بیعت کے لیے تیار ہیں۔

فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا

ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے کہ ہم پھر بھی بیعت کر لیتے ہیں، لیکن اے اللہ کے نبی یہ تو بتا دیجیے ہم کس چیز پر بیعت کریں؟ تو آپ نے فرمایا:

أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللهُ لَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ان کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، پانچ نمازیں ادا کرنا، میری اطاعت کرنا۔

وَلَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَيْئًا

اور انسانوں سے کبھی بھی سوال نہ کرنا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے جو نئی بیعت لی یہ یہی تاکید کرنے کے لیے لی کہ انسانوں سے کبھی سوال نہ کرنا۔ اس لیے کہ عبادت کی بیعت تو آپ پہلے بھی لے چکے تھے، براءت کی بیعت آپ پہلے بھی لے چکے تھے، پانچ نمازیں ادا کرنے کی بیعت آپ پہلے لے چکے تھے، اپنی اطاعت کی بیعت لے چکے تھے۔ آج کی نشست میں جس چیز پر آپ بیعت لینا چاہتے تھے وہ یہ کہ انسانوں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا، انسانوں سے بھیک نہ مانگنا، مقصد اس چیز پر بیعت تھی، لیکن برکت کے لیے دوسری چیز پر بیعت کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا: اللہ کی

عبادت کو بھی اور شرک سے براءت کو بھی۔

غیر اللہ سے مانگنے میں حد درجہ احتیاط

تو حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ جنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے وہ بتاتے ہیں کہ جن لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی تھی کہ انسانوں سے سوال نہ کرنا ان مین سے بعض نے اس پر اتنی سختی سے عمل کیا کہ اگر سواری پر سوار ہوتے اور چابک گر جاتی، ڈنڈی گر جاتی، جس سے وہ سواری کو ہکار ہے ہوتے تو کسی سے سوال نہیں کرتے تھے کہ یہ چابک مجھے پکڑا دو، بلکہ سواری سے اترتے اور پھر چابک پکڑ کر دوبارہ سوار ہوتے اتنی تکلیف اور مشقت گوارا کرتے، تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تاکید پر عمل کر سکیں یقینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس حد تک سوال نہ کرنا، لیکن انہوں نے اس قدر اس تاکید پر عمل کیا کہ انسانوں سے کسی بھی قسم کا سوال کرنا چھوڑ دیا۔

اصحاب صفّہ تنگ دستی کے باوجود بھیک نہیں مانگتے تھے

آپ اصحاب صفہ کو دیکھے حالاں کہ یوں سمجھ لے کہ اصحاب صفہ اس وقت مسلمانوں میں سے سب سے غریب طبقہ تھا جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑا تھا، صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کے لیے، تعلیم کے لیے، تزکیہ کے لیے، تربیت کے لیے۔ وہاں روزگار کے زیادہ مواقع نہ تھے اور ویسے بھی وہ حضور کے خدمت میں پڑے رہتے تھے، بعض اوقات فاقوں پر فاقے گزر جاتے، لیکن کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ پاک نے قرآن

پاک میں فرمایا:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا

اے لوگو! تم اپنے صدقات اپنی خیرات ان فقرا کو دو جو اللہ کے راستے میں محصور ہیں، زمین میں چلنے پھرنے اور محنت مزدوری کی طاقت نہیں رکھتے، ایک انجان آدمی ان کو سمجھتا ہے کہ یہ غنی ہیں اس لیے کہ وہ سوال سے بچتے ہیں

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

لیکن تم ان کو ان چیزوں سے پہچانتے ہو ان کے چہرے پر بھوک کے آثار کمزوری کے آثار بھوک اور کمزوری کے باوجود ''لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا'' لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے

تو فرمایا کہ زکوٰۃ کے مستحق یہ لوگ ہیں جن کو ایک انجان آدمی سمجھتا ہے کہ شاید یہ غنی اور مال دار لوگ ہیں حالاں کہ بھوک کی وجہ سے ان کی جسمانی حالت بھی قابل رحم ہے۔ اور ان کے چہروں سے بھی ان کی نقاہت اور ان کی بھوک کی حالت بھی قابل رحم ہے۔ اور ان کے چہروں سے بھی ان کی نقاہت اور ان کی بھوک کا اظہار بھی ہوتا ہے مگر زبان سے پھر بھی کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔

تو ناداری کے باوجود، بھوک کے باجود اصحاب صفہ کسی سے مانگتے نہیں

تھے، مدینے والے بعض اوقات اپنے باغات سے کھجوروں کے خوشے توڑ کے لاتے اور صفہ میں لٹکا دیتے تھے، اور یہ وہی کھجوریں توڑ توڑ کر اپنی بھوک ختم کرتے تھے مگر پھر بھی سوال نہ کرتے تھے۔ ان میں سے بعض بھوک کی وجہ سے بے ہوش تک ہو جاتے تھے، لیکن مانگنا پھر بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ خود حضور اکرم ﷺ کی نظر میں یہ اتنے قابل قدر لوگ تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ اصحاب صفہ کے پاس سے گزرے، اور ان کی حالت کو دیکھا تو فرمایا:

اَبْشِرُوْا! یَا أَصْحَابِ الصُّفَّةِ

اے صفہ والوں تمہیں خوش خبری ہو، میری امت میں سے جو شخص تمہاری صفات کا حامل ہوگا

فَإِنَّهُ مِنْ رُفَقَائِيْ

تو وہ شخص میرے رفیقوں میں سے ہوگا

میرے دوستوں میں سے ہوگا جس کے اندر تمہاری صفات پائی جاتی ہیں اور کیا تھا اصحاب صفہ کے ساتھ کہ اپنے آپ کو تعلیم و تربیت اور تزکیہ کے لیے فارغ کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپڑے، اور بھوک اور تکلیف کو برداشت کیا، مگر کسی سے بھیک نہیں مانگی۔ تو یہ حضور کی تربیت کا اثر تھا آپ کی تاکیدات کا اثر کہ تکلیف کے باوجود صحابہ کسی سے مانگتے نہیں تھے۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ان پر ایسا وقت بھی گزرا کہ تین دن بھوکے رہے مگر کسی سے سوال نہیں کیا، نبی اکرم

ﷺ کو ان کے بارے میں اطلاع ملی تو فرمایا جو کوئی سوال سے بچتا ہے تو وہ میرے صحابی مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے کہ تین دن تک بھوکا رہا، مگر پھر بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔

بھیک نہ مانگنے پر جنت کی ضمانت

ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ يَّكْفُلُ لِيْ أَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا أَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ

ترجمہ: تم میں سے کون ہے جو مجھے یہ ضمانت دیتا ہے کہ میں انسانوں سے بھیک نہیں مانگوں گا؟ جو مجھے یہ ضمانت دے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ کبھی کسی انسان سے سوال نہیں کروں گا، حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

صرف یہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے لیے نہ تھی، اور حضور کے زمانے کے مسلمانوں کے لیے نہ تھی، قیامت تک جو لوگ اپنے آقا کی تعلیم پر انسانوں سے سوال کرنے سے بچیں گے تو یہ ان کے لیے ضمانت ہے ان شاء اللہ! قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ اللہ کے حضور اس کے لیے جنت کی سفارشی ہوں گے۔

صحابہ کا حال تو یہ تھا کہ جب حضور سے کوئی وعدہ کر لیتے تو پھر اسے زندگی

پھر نبھاتے تھے، اس لیے کہ وہ صرف زبانی عاشق نہ تھے، صرف نعروں کے عاشق نہ تھے۔ حضور ﷺ سے وعدہ جو وعدہ کرتے تو پھر اس کو پورا کرتے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے میں نے کچھ سوال کیا، حضور نے مجھے دے دیا میرا سوال پورا کیا۔ میں دوبارہ حاضر ہوا، پھر سوال کیا، آپ نے پھر میرا سوال پورا کر دیا۔ تیسری دفعہ سوال کیا حضور نے پھر میری حاجت پوری کر دی، لیکن اس موقع پر حضور نے فرمایا: اے حکیم!

إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حَلْوَةٌ

یہ مال بڑا سرسبز ہے اور بڑا میٹھا ہے

فَمَنْ أَخَذَهُ بِطِيْبِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ

ترجمہ: جسے اللہ پاک خود عطا فرمادے، بن مانگے عطا فرمادے تو اس کے مال میں برکت دی جاتی ہے

وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ

ترجمہ: لیکن کوئی شخص لالچی بن کر لوگوں سے مانگتا ہے

لَمْ يُبَارِكْ لَهُ فِيْهِ

ترجمہ: تو اس کے رزق میں برکت نہیں دی جاتی ہے

اور فرمایا کہ مانگنے والا اس شخص جیسا ہوتا ہے جو کھاتا تو بہت ہے لیکن کبھی سیر نہیں ہوتا، لہٰذا اے حکیم انسانوں سے سوال نہ کیا کرو! وعدہ کیا: یا رسول اللہ! آج کے بعد میں کسی انسان سے سوال نہیں کروں گا، چنانچہ پھر اس

وعدے کو زندگی کی آخری سانس تک نبھایا کسی سے سوال نہیں کیا، حضور دنیا سے رخصت ہو گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا جو حصہ بنتا تھا ہدیے میں ان کو دینا چاہا، نہیں لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا سے چلے گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو عطیہ میں سے ان کا حصہ دینا چاہا ہے مگر نہ لیا، کہا: میں نے اپنے حبیب اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آج کے بعد کسی انسان سے سوال نہیں کروں گا۔

اتنی تاکیدات قرآن میں اور حدیث میں رزق حلال کمانے کی اور اتنی مذمت بھیک مانگنے کی، اور پھر اتنی تاکید انسانوں سے سوال نہ کرنے کی! لیکن شرم کا مقام ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ بھیک مانگنے والے مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں، ہماری کوئی جگہ کوئی مقام بھیک مانگنے والوں سے خالی نہیں ہے، نہ مارکیٹیں نہ بازار، نہ محلے نہ مسجدیں، حتیٰ کہ حرمین شریفین بھی پیشہ ور گداگروں سے خالی نہیں ہیں۔ ایسے بدنصیب بھی ہیں جو جیبیں کاٹنے کے لیے جاتے ہیں۔ یہی ہے مقصد چوری چکاری کے لیے جا رہا ہے۔ اللہ کے گھر کی زیارت حج یا عمرہ پیش نظر نہیں، بلکہ چوری چکاری اور جیبیں کاٹ رہے ہیں، آپ کو ہر طرح کے بھیک مانگنے والے ملیں گے، بوڑھے بھی، جوان بھی، بچے بھی، خواتین بھی، اور ایسے ڈھیٹ قسم کے جو پیچھا تک نہیں چھوڑتے پھر حرم کے اندر بھی۔

تو مذہب بھی ایسا، پیغمبر بھی ایسا جس نے حلال کمانے کی ترغیب دی،

محنت کی ترغیب دی اور خود محنت کر کے دکھائی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کسب حلال کرتے تھے

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا اس پر عمل کر کے دکھایا، اور حضور کا تو بچپن بھی محنت مزدوری میں گزرا، جوانی بھی کسب حلال میں گزری، بچپن میں آپ نے بکریاں چرائی، جوانی میں آپ نے تجارت فرمائی۔ پھر آپ کے خلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تاجر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تاجر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تاجر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ محنت مزدوری کرنے والے۔ بارہا دفعہ مزدوری کی، ایسے بھی مواقع آئے جب کسی غیر مسلم کے ہاں مزدوری کی ہے۔ اور مزدوری بھی انتہائی مشقت والی کہ کنویں سے ڈول کھینچ کھینچ کر زمین کو سیراب کیا ہے، اور تھوڑی کھجوریں مزدوری میں ملی ہیں، اور وہ گھر والوں کے لیے لے کر آئے ہیں۔ تو مذہب ایسا، پیغمبر ایسا، خلفا ایسے، صحابہ کرام ایسے: اصحاب صفہ کی حالت ایسی کہ بھوک برداشت کر لی لیکن کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے۔

اصحاب صفہ کی حالت زار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے، بے ہوش ہو جاتے، پیٹ کے بل لیٹ جاتے۔ لوگ سمجھتے کہ اس پر مرگی کا دورہ پڑا ہے، حالاں کہ بھوکے ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں کوئی دورہ مجھے نہیں پڑتا،

جب سخت بھوک ہوتی تب بھی زبان سے کسی کے سامنے اپنی بھوک ظاہر نہ فرماتے۔ ہاں ایسا ہوا کہ اشارۃً ظاہر کرنے کی کوشش کی، لیکن زبان سے ظاہر نہیں کیا۔

جیسا کہ ایک مشہور واقعہ ہے، فرماتے ہیں: کہ میں ایک دفعہ بھوک سے بہت ہی زیادہ پریشان ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر نکلے، اور میں نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھنا شروع کیا خیال یہ تھا کہ مسئلے کا جواب دیں گے، بات کرتے گھر تک پہنچ جاؤں گا تو کھانے کی ہی دعوت دے دیں گے۔ انہوں نے مختصر سا جواب دے کر رخصت کر دیا۔ دوسرے صاحب نکلے تو ان سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کیا، تیسرے صاحب نکلے انہوں نے بھی یہی کیا۔ اول تو ہوسکتا ہے کہ وہ سمجھے ہی نہ ہوں کہ سوال کرنے کا مقصد یہ ہے، اور دوسری بات اگر سمجھ بھی گئے ہوں تو ممکن ہے کہ ان کے ہاں بھی اس دن کھانے کی تیاری نہ ہو۔ آخر میں سید الانبیاء سید الانس والجن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، میں نے حضور سے بھی مسئلہ پوچھنا شروع کر دیا۔ حضور مسئلہ سن کر مسکرا اٹھے، سمجھ گئے ہوں گے کہ ابوہریرہ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: آجاؤ ابوہریرہ میرے ساتھ آجاؤ۔ حالانکہ حضور کے ہاں بھی کچھ نہ تھا، توکل علی اللہ گھر لے گئے۔ گھر والوں سے پوچھا: کچھ ہے انہوں نے کہا کچھ نہیں! سوائے اس کے کہ کسی نے ایک دودھ کا پیالہ بھیج رکھا ہے، جو ہم نے آپ کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے میں خوش ہوگیا، حضور کچھ خود پئیں گے کچھ مجھے پلائیں گے۔ لیکن حضور نے فرمایا: ابوہریرہ جاؤ! سارے صفہ

والوں کو بلا کر لے آؤ۔ فرماتے ہیں: بڑا بوجھ ہوا طبیعت پر، کہ دودھ کا تو ایک پیالہ ہے، اور حضور فرما رہے ہیں کہ سارے صفہ والوں کو بلا لو۔ اول تو مجھے اتنی بھوک ہے کہ میرے لیے بھی ناکافی۔ اور حضور کہہ رہے ہیں: سب کو بلا لو۔ لیکن حضور کا حکم تھا تعمیل کیوں نہ کرتا! گیا، صفہ والوں کو بلا کر لے آیا، اور عجیب منظر ہے: حضور فرما رہے ہیں کہ ابو ہریرہ ان کو پلاؤ۔ اب خود دل چاہ رہا ہے کہ پیوں، لیکن حضور فرما رہے ہیں: ان کو پلاؤ، میں نے سب کو پلانا شروع کر دیا، جب سب نے پی لیا تو آخر میں حضور نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! اب تم پیو، میں نے پیا خوب پیا، چھوڑا تو حضور نے فرمایا اور پیو، پھر چھوڑا تو حضور نے فرمایا: اور پیو، تین بار پی چکا لیکن میں نے دیکھا کہ دودھ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ آخر میں حضور نے فرمایا کہ اب مجھے دے دو، آخر میں خود نبی اکرم ﷺ نے نوش فرمایا۔

مسلمان کے لیے زیادہ احتیاط

بھائیو! ہم اس پیغمبر کے ماننے والے جنہوں نے سوال کرنے سے انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے منع فرمایا، اس مذہب کے ماننے والے جس مذہب میں بھیک مانگنے والوں کی مذمت کی گئی۔ لیکن آج سب سے زیادہ گداگر، سب سے زیادہ بھیک مانگنے والے ایسا لگتا ہے کہ شاید بلکہ بعض لوگ تو مسلمان ہونے کو بھیک مانگنے کی دلیل اور جواز سمجھ لیا کہ اب مسلمان ہو گیا تو بھیک مانگنا میرے لیے جائز ہو گیا۔

ایک صاحب کا مضمون یاد آ گیا انھوں نے عجیب انداز سے لکھا تھا کہ

ایک مانگنے والا آ گیا: میرے پاس کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو جزاك اللہ: میں نے پوچھا کیوں دے دوں؟ کہنے لگا: مسلمان ہوگیا ہوں۔ جزاك اللہ! میں نے کہا: پہلے کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا: کام کرتا تھا جزاك اللہ! میں نے کہا: اب کیوں نہیں کرتے؟ کہتا ہے: مسلمان ہو گیا ہوں جزاك اللہ: اب (جزاك اللہ) پر گزارہ ہے، کچھ دے دو، اس لیے کہ اسلام قبول کرلیا ہے، محنت مزدوری کرتا تھا اب نہیں کرتا۔

کئی لوگوں کو دیکھا وہ مسجدوں میں کھڑے ہوجاتے ہیں اپنے اسلام قبول کرنے کی سند لے کر بھائیو! میں نے اسلام قبول کرلیا اب میں بھکاری بن گیا ہوں، میری کچھ مدد کرتے جاؤ بہت بڑی سعادت ہے آپ نے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن کیا اسلام اس لیے قبول کیا کہ اب بھیک مانگنا شروع کردیں؟ پہلے محنت مزدوری کرتے تھے ہر طرح جھاڑو بھی دے لیتے تھے، لیٹرینیں بھی صاف کرلیتے تھے اور ٹوکری بھی اٹھا لیتے تھے اور ٹھیلہ بھی چلا لیتے تھے لیکن اب نہیں! اس لیے کہ اب میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ اب تو زیادہ ضروری ہے کہ آپ اپنے آپ کو سوال سے بچائیں تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مسلمان بھیک مانگتے ہیں۔

۱. سوالوں کے جوابات

یہ تو موضوع کے حوالے سے بنیادی بحث تھی اور بنیادی مواد تھا جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا اب میں سوالوں کے جواب کی طرف آتا ہوں۔

بھیک مانگنے کے بارے میں اسلامی تعلیمات

ان میں سے جو پہلا سوال کیا گیا ہے وہ کہ یہ بھیک اور بھکاریوں کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ اول تو آپ سمجھ گئے ہوں گے لیکن چند احادیث واضح طور پر سن لیجیے جن میں بھیک مانگنے کی سخت مذمت بیان کی ہے۔

بھیک مانگنے والے کی مذمت

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ جو شخص انسانوں سے مانگتا رہتا ہے اور مانگتے مانگتے اس کا انتقال ہو جائے تو قیامت کے دن اٹھے گا تو اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا، ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگا۔ دور سے دیکھنے والے پہچان لیں گے یہ وہ شخص ہے جس نے زندگی بھیک پر گزاری ہے، گداگری میں گزاری ہے۔ بالخصوص ایسا شخص جو قوی ہو اور تندرست ہو وہ بھیک مانگے شرم کی بات ہے اور ایسے شخص کی زیادہ مذمت بیان کی گئی ہے۔

نصیحت آموز بات

محض اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے آپ کو بتا رہا ہوں اور عبرت اور نصیحت کے لیے میرے ساتھ جو میری معذوری کا معاملہ ہو گیا اور اللہ پاک نے محض اپنے فضل و کرم سے دین کی لائن میں لگا دیا، قرآن کا خادم بنا دیا، قرآن کا طالب علم بنا دیا۔ بعض اوقات میں اپنے شاگردوں سے بھی

کہتا رہتا تھا الحمد للہ! اس حالت میں بھی اپنا رزق حلال خود کماتا ہوں، کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ اور واضح طور پر مجمع میں کہتا بھی رہتا ہوں: میں سالہا سال سے زکوٰۃ دیتا ہوں، زکوٰۃ لیتا نہیں ہوں، صاحب نصاب ہوں، اپنی روزی خود کماتا ہوں۔ وہ وقت بھی گزرا جب میں ایک طرف حدیث کا سبق پڑھاتا تھا اور دوسری طرف خود اپنے ہاتھوں سے بوتلیں دھو کر ان میں شہد بھی بھرتا تھا اور شہد بیچتا تھا۔ اب بھی جو میرا ذریعہ معاش ہے وہ شہد اور مسواک ہے تو اب عبرت کے لیے بتا رہا ہوں کہ اگر کمزور آدمی ہمت کر کے اپنے لیے حلال روزی کما سکتا ہے، تو شرم آنی چاہیے اس کو جو ہٹا کٹا ہونے کے باوجود اور تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا ہے۔

حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کی زیادہ مذمت بیان فرمائی سنن نسائی میں عبیداللہ بن ابی کی روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ صدقہ تقسیم فرما رہے تھے کہ دو شخص آ گئے، صدقے میں اپنا حصہ مانگنے کے لیے۔ حضور نے ان کی طرف دیکھا نظر اٹھائی پھر نظر جھکا لی، جائزہ لیا تو دیکھا دونوں طاقت ور تھے، صحت مند تھے، تو حضور نے فرمایا:

إِنْ شِئْتُمَا أَتَيْتُكُمَا

اگر تم مانگتے ہو میں تمہیں دے دوں گا، لیکن یاد رکھو

وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا قَوِيٍّ

اس صدقے میں نہ غنی کا حصہ ہے نہ اس صحت مند انسان کا حصہ ہے

جو کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کا کوئی حصہ نہیں۔ آج ہٹے کٹے مانگ

رہے ہیں، تندرست لوگ مانگ رہے ہیں، ایک پیشہ بن گیا اچھے خاصے لوگ بظاہر معزز نظر آنے والے وہ مانگ رہے ہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ غنی کا کوئی حصہ نہیں تو آپ ذرا سن لیجیے حضرت علی رضی اللہ عنہ غنی کس کو فرما رہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی غنی ہے اور وہ لوگوں سے بھیک مانگتا ہے تو فرمایا وہ بھیک نہیں مانگتا، وہ پیسہ نہیں مانگتا، وہ دوزخ کے انگارے مانگ رہا ہے۔ پوچھا گیا: حضرت غنی کس کو کہیں گے؟ فرمایا کہ جس کے پاس ایک رات کا کھانا موجود ہے وہ غنی ہے، وہ اگر بھیک مانگتا ہے گویا دوزخ کے انگارے مانگتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو فرما رہے ہیں کہ جس کے پاس ایک رات کا کھانا، ایک رات کی گزر بسر کا سامان موجود ہے تو وہ مستغنی ہے اس کو بھیک مانگنے کی اجازت نہیں، یہاں ہمیں ایسے بھکاری مل جائیں گے جو ہزاروں کے نہیں لاکھوں کے مالک ہیں، پھر بھی بھیک مانگ رہے ہیں۔

ہمارے ہاں گداگروں کی معاشی حالت

اخبار میں ایسی خبریں پڑھی کہ بعض بھکاریوں کی گاڑیاں چلتی ہیں لیکن پھر بھی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور پورا خاندان بھیک مانگ رہا ہے: ابا بھی، اماں بھی، اور بیوی بھی اور اولاد بھی سب، بھیک مانگنے کی گویا باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے، تربیت کی جاتی ہے۔ حرمین شریفین میں بہت ساری لڑکیاں اور لڑکے ایسے ملتے ہیں، وہ اس طریقے سے کہ لگتا ہے ان کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ میں حیران تھا اتنے ہاتھ کٹے ہوئے یہاں کیسے جمع ہو گئے؟

جس کو دیکھو اس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں؛ پھر میں نے خود غور کیا تو اوپر جرسی یا ایسا کپڑا پہنا ہوتا ہے کہ ہاتھ اوپر رکھے ہوتے ہیں اور صرف کہنیاں ننگی ہوتی ہیں دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ تو ایسے ایسے مکر وفریب ایسے ایسے مانگنے والے! ٹریننگ ان کو دی جاتی ہے۔

پیشہ ور گداگر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سلوک

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز مغرب کے بعد لوگوں سے سوال کیا: بھوکا ہوں کھانا کھلا دو، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی ساتھی سے کہا کہ اس کو کھانا کھلا دو۔ آپ نے پھر سنا کہ وہ پھر سوال کر رہا ہے: بھوکا ہوں کھانا کھلا دو: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس ساتھی سے پوچھا: کیا تم نے اس کو کھانا نہیں کھلایا؟ عرض کیا: حضرت میں نے تو کھانا کھلا دیا، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ اس کا تھیلا روٹیوں سے بھرا ہوا ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَسْتَ سَائِلًا وَلٰكِنَّكَ تَاجِرٌ

ترجمہ: تم فقیر نہیں ہو سوال کرنے والے نہیں ہو، تم تو تاجر ہو

پیشہ بنا رکھا ہے، حالانکہ کہ اس نے چند روٹیاں جمع کی تھی، اس سے روٹیاں لی اور بیت المال کے اونٹوں کو کھلا دی۔ اور اس کو درہ مارا اور بھگا دیا۔ اور کہا کہ آئندہ مجھے یہاں نظر نہ آؤ اور کبھی کسی سے سوال نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے

چند روٹیاں دیکھی اور فرمایا کہ تم تاجر ہو، اور یہاں ہزاروں جمع کر لی بھیک مانگ مانگ کر، اور روپ بدل بدل کر۔ پھر بھی وہ مستحق۔

انسان سے سوال کرنا حرام ہے

یہ بات بھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے: احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ اصل میں اپنی ذات کے اعتبار سے انسانوں سے سوال کرنا حرام ہے، سوائے چند مواقع کے، سوائے چند مجبوریوں کے۔ باقی جو اصول ہے شریعت کا وہ یہ ہے کہ انسانوں سے سوال کرنا حرام ہے۔ اور پھر حرمت کی تین وجہیں بیان کی۔

بھیک مانگنا لوگوں سے اللہ کا شکوہ ہے

پہلی وجہ حرمت کی یہ ہے کہ جو انسانوں سے سوال کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ کا شکوہ کرتا ہے کہ اللہ مجھے نہیں دیتا تم مجھے دے دو۔ بھیک مانگنے والوں کو آپ نہیں دیکھیں گے کہ اللہ سے مانگتے ہیں۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان ہے فرمایا: جو انسانوں سے مانگے گا تو اس کے لیے فقر کا دروازہ کھول دیا جائے گا، اب اس کی ضرورت کو کوئی پورا نہیں کرسکتا، اس کے پیٹ کو کوئی نہیں بھر سکتا اس لیے کہ اس کے لیے فقر کا دروازہ کھول دیا۔ اور جو اللہ سے مانگے گا اللہ پاک اس کی ضروریات کو پورا کر دے گا۔ تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حرمت کی پہلی وجہ تو یہ کہ وہ حقیقت میں اللہ کا شکوہ کر رہا ہے کہ لوگو! اللہ مجھے نہیں دے رہا، تم مجھے دے دو۔

بھیک مانگنا ذلت ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ شخص اپنے آپ کو انسانوں کے سامنے ذلیل کر رہا ہے، اور انسان اپنے آپ کو ذلیل صرف اللہ کے سامنے کر سکتا ہے کسی اور کے سامنے نہیں، اللہ کو کہے: اللہ میں فقیر ہوں، میں غریب ہوں، میں کنگلا ہوں، میں محتاج ہوں، میں بھوکا ہوں تو میری ضروریات پوری کر دے: اللہ کے سامنے جھک بھی جائے، اللہ کے سامنے پیشانی رگڑے بھی اور مانگے، رو رو کر مانگے، فقیری کے جتنے انداز ہو سکتے ہیں اللہ کے سامنے اختیار کرے، قربان آقا کے قدموں کی خاک پر! اللہ سے مانگتے ہیں کیسے: اے اللہ میں تجھ سے اس غریب کی طرح مانگتا ہوں جس غریب کا کوئی نہیں ہے۔ اے اللہ! میں اس کمزور کی طرح مانگتا ہوں جس کا کوئی سہارا نہیں، اے اللہ! میں اس شخص کی طرح مانگتا ہوں جو تیرے سامنے اپنی پیشانی کو رگڑ رہا ہے اور ذلیل ہو رہا ہے۔

یہ صرف اللہ کے سامنے اختیار کرنا جائز ہے، بندوں کے سامنے نہیں۔ غیر اللہ کے سامنے صرف سجدہ ہی حرام نہیں ہے، غیر اللہ کے سامنے جھکنا بھی حرام ہے۔ غیر اللہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی جائز نہیں۔ اور یہ میں نے منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا: انتہائی شرم کا مقام! میں ایک دفعہ ریلوے اسٹیشن پر تھا، میں نے دیکھا: ایک بچہ بھیک مانگ رہا تھا ایک ایسی خاتون سے جس کے گلے میں صلیب لٹک رہی تھی، اور بھیک مانگتے مانگتے وہ

اس کے قدموں میں گر پڑا جیسے سجدہ کرتے ہیں۔ اب اس کو سکھایا یہ گیا ہے کہ تم نے ہر صورت میں مانگنا ہے، ہر طریقے سے مانگنا ہے، کسی نہ کسی طریقے سے جس سے مانگ رہے ہو اس کا دل نرم کرنا ہے تو امام غزالی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ بھیک مانگنے کی حرمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں۔ اور جو انسانوں سے بھیک مانگتا ہے وہ اپنے آپ کو انسانوں کے سامنے ذلیل کرتا ہے۔

بھیک مانگنے میں ایذا رسانی ہے

اور تیسری وجہ فرمایا کہ حرمت کی تیسری وجہ یہ کہ جس سے لوگ مانگتے ہیں اس کو تکلیف دیتے ہیں، یہ مانگنے والے پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں، اذیت دیتے ہیں مسئول کو، جس سے مانگا جا رہا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جس سے مانگا جا رہا ہے یا تو دے گا حیاء کی وجہ سے، یا پھر دے گا ریا کی وجہ سے اور یا پھر دے گا جان چھڑانے کے لیے کہ یہ تو پیچھے ہی پڑ گیا، کچھ نہ کچھ تو دے دو اس کو۔ یہ دلائل ہیں ہے کہ کتاب وسنت کی باتیں صرف پیشہ ور گداگروں کے لیے نہیں ہے۔

چندہ مانگنے والوں کو بھی الحاح کرنا جائز نہیں

مدرسوں اور چندہ مانگنے والوں کے لیے بھی یہ باتیں ہیں ان کو بھی یہ انداز نہیں اختیار کرنا چاہیے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کریں، دوسرے کو تکلیف دیں ان کے لیے بھی جائز نہیں۔ ارے! کس نے کہا: سونا

چاندی کی مسجد بنانا ضروری ہے؟ سنگ مرمر کی مسجد بنانا ضروری ہے؟ کس نے کہا کہ دو ہزار گز کی مسجد بنانا ضروری ہے؟ کس نے کہا کہ عالی شان عمارتیں مدرسے کے لیے، مسجد بنانا ضروری ہے؟ میرے آقا کی مسجد انتہائی سادہ تھی، میرے آقا کا مدرسہ ایک برآمدہ تھا اور چبوترہ، جسے صفہ کہا جاتا ہے۔ لیکن جو کام پوری دنیا میں میری آقا کی مسجد سے ہوا کسی دوسری مسجد سے نہیں ہوا۔ اور جیسے فضلاء میرے آقا کے مدرسہ سے نکلے کسی دوسرے مدرسے نہیں نکلے۔ عمارت نہیں تھی تکلفات نہیں تھے، آسانیاں نہیں تھی، تکلیفیں ہی تکلیفیں! غربت ہی غربت، قربانی ہی قربانی، بھوک ہی بھوک، لیکن کیسے کیسے ہیرے فارغ ہوئے! کوئی سپہ سالار بنا، کوئی شہنشاہ بنا، کوئی مدبر بنا ہے، کوئی مفسر بنا ہے، کوئی مجدد بنا ہے، کوئی مبلغ بنا ہے، کوئی مجاہد بنا ہے، اور پوری دنیا میں انہوں نے دین کے جھنڈے لہرائے۔

ہم سے اللہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے سنگ مرمر کی مسجد کیوں نہیں بنائی تھی؟ ہم سے اللہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے یونیورسٹی کیوں نہیں بنائی؟ لیکن اگر ہم نے اپنے آپ کو انسانوں کے سامنے ذلیل کیا چندہ مانگنے کے لیے اور ان کو تکلیف دی، ان کو ریا پر مجبور کیا تو اللہ ہم سے ضرور پوچھے گا تم نے میرے دین کو کیوں بدنام کیا؟ میرے علم کو کیوں بدنام کیا؟ میرے قرآن کو کیوں بدنام کیا؟ قرآن کا نام لے کر چندہ مانگتے تھے، بھیک مانگتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ مدرسے، مسجدیں چندوں سے چلتے ہیں، لیکن ان کو چلانے کے لیے نہ دین کو بدنام کرنا جائز ہے نہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز

ہے۔ دوسرا سوال صحت مند معاشرے کی تشکیل میں اسلام کی محنت کی ترغیب۔

زکوٰۃ کا نظام گداگری کی حوصلہ افزائی تو نہیں؟

تیسرا سوال کیا نظام زکوٰۃ کا مقصد گداگری کی حوصلہ افزائی ہے؟ ہرگز نہیں! نظام زکوٰۃ یہ گداگری کے سد باب کے لیے ہے، گداگری کو فروغ دینے کے لیے نہیں ہے۔ نظام زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی بھیک مانگنے والا نہ رہے جو مستحق ہے، جو ضرورت مند ہے ان کو خود تلاش کر کے ان کی ضروریات پوری کی جائے۔ اور اصل ذمہ داری تو حکومت کی ہے: بیت المال کو قائم کریں، اور بیت المال کے ذریعے سے پھر ان مصارف پر زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے جن مصارف پر زکوۃ خرچ کرنی چاہیے، ان کا اللہ نے قرآن میں حکم دیا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ

جو بھی اللہ نے بیان فرمایا ہے ان پر خرچ کیا جائے یہ امت کی ذمہ داری ہے۔ اور آج جب کہ حکومت میں بیت المال نہیں تو آج صاحب نصاب کی ذمہ داری ہے کہ وہ مستحق کو تلاش کریں اور اسے باعزت طریقے سے زکوٰۃ دے۔ بعض اوقات جو ہمیں بظاہر فقیر نظر آتے ہیں وہ مستحق نہیں ہوتے، اور جو سفید پوش نظر آتے ہیں وہ مستحق ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی تلاش کرنا ضروری ہے صاحب نصاب کی یہ ذمہ داری ہے۔

میں کبھی کبھی یہ واقعہ سنایا کرتا ہوں: ہمارے ہاں مسجد میں ایک صاحب آتے تھے اور انتہائی بوسیدہ لباس اور جسمانی حالت بھی بڑی قابل رحم اور رویہ بھی ایسے جیسے بھیک مانگنے والوں کا ہوتا ہے، میں سمجھا بڑا غریب آدمی ہے تو میں نے ایک دفعہ کچھ ان کے ساتھ تعاون کر دیا، اور انہوں نے میرا شکریہ بھی ادا کیا، اللہ آپ کو جزا دے! بعد میں جب ان کے حالات کھلے تو پتا چلا کہ جو قرب و جوار کے علاقے ہیں وہاں اس شخص کے تقریباً سو پلاٹ ہیں۔ تو بعض جو فقیر نظر آتے ہیں وہ فقیر نہیں ہوتے امیر ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر امیر نظر آتے ہیں، لیکن مالی اعتبار سے قرض کے اعتبار سے بڑے پریشان ہوتے ہیں۔ تو ان کو تلاش کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے اور یاد رکھو! کہ زکوٰۃ دینے کا حکم ہے زکوٰۃ پھینکنے کا نہیں بہت سے لوگ ایسا لگتا ہے کہ زکوٰۃ پھینکتے ہیں۔ زکوٰۃ دینا کیا ہے؟ مستحق کو تلاش کریں اور باعزت طریقے سے دیں، اور یوں دیں جو آقا نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے ایسے دیں کہ بائیں کو خبر نہ ہو۔

این جی اوز کا ردِّعمل

چوتھا سوال یہ کیا گیا کہ مختلف این جی اوز گداگری کو فروغ دے رہی ہیں یا اسے کنٹرول کر رہی ہیں؟ تو بعض این جی اوز اچھے کام بھی کر رہے ہیں، ہم سب کو ایک ہی صف میں نہیں رکھ سکتے بعض این جی اوز ہسپتال بنا رہی ہیں، تعلیمی ادارے کھول رہی ہیں، لوگوں کو کنویں کھود کر دے رہی ہیں،

ایمبولینس چلا رہی ہیں جس سے ہر کوئی مستفید ہو سکتا ہے، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لیے قرضے دیتی ہیں۔

لیکن بعض این جی اوز کا طریقہ کار ایسا ہے کہ لگتا ہے کہ وہ گداگری کو فروغ دے رہی ہیں اب چوں کہ ہمارے ہاں تعلیمی زوال بھی ہے اور اخلاقی زوال بھی، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ محنت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، مزدوری کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہاں! مفت کی روزی مل جائے، مفت کا راشن مل جائے اس کو لینے کے لیے تیار ہیں۔ کسی ایک کو دے دیا اور پتا دوسروں کو چل گیا تو ایسا لگتا تھا کہ مسجد پر حملہ کر دیں گے، اور ہمارے کپڑے پھاڑ ڈالیں گے۔ واقعہ ایسا ہوا بھی ہے، سب متاثرین ایسے نہیں ہیں تو بعض این جی اوز تو ایسی ہیں کہ وہ مستقل ہمارے ہاں گداگروں کی ایک فوج پیدا کر رہی ہے۔

بھیک مانگنے کی لعنت سے بچاؤ

پانچواں سوال جو کیا گیا کہ پاکستان اور عالم اسلام کو اس لعنت سے کیسے پاک کیا جا سکتا ہے؟ تو بھائی بنیادی ذمہ داری حکومت کی ہے وہ روزگار فراہم کرے، اشیائے ضرورت کی فراہمی کو آسان بنائے، عوام میں خود داری پیدا کرے، محنت پیدا کرے۔ تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا سد باب کرے اور اس لعنت کو ملک پاکستان سے ختم کرے۔

این جی اوز کے دستر خوان

چھٹا سوال کیا فقر و فاقہ ختم کرنے میں این جی اوز کے دستر خوان اور راشن کا کوئی کردار ہے؟ جو لوگ بھوکوں کو غریبوں کو مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں بہت اچھا کام کرتے ہیں، قرآن میں بھی اس کی ترغیب ہے، حدیث میں بھی اللہ نے فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨

ترجمہ: وہ کھلاتے ہیں مسکینوں کو یتیموں کو قیدیوں کو

اور فرمایا کہ:

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝١٤

ترجمہ: گھاٹی پر چڑھنا کیا ہے کسی گردن کو چھڑانا بھوک کے دن میں کسی کو کھانا کھلانا

لیکن یہ جو ہمارے ہاں دستر خوان کا رواج چل پڑا ہے میں بالکل نہیں سمجھتا کہ یہ فقر و فاقہ ختم کرنے میں کردار ادا کر سکتا ہے، بلکہ یہ بھی مفت خوروں، بھکاریوں اور گداگروں کی ایک فوج تیار کر رہے ہیں۔

صدقہ کے بکروں کے اشتہارات

ساتواں سوال این جی اوز کی طرف سے صدقہ کے بکروں کی غیر معمولی اشتہار بازی اور آپس میں مسابقت کہاں تک صحیح ہے؟ پہلی چیز تو یہ ہے کہ نیت کا اعتبار ہے کہ نیت کیسی ہے اگر تو نیت ہے دکھاوا یا کاروباری قسم کی

سوچ ہے کہ ہمارا ٹرسٹ اور ہماری جماعت اور ہمارا ادارہ اس کی شہرت زیادہ ہو جائے، اور لوگوں میں واہ واہ ہو جائے یہ تو غلط ہے اسلامی نکتۂ نظر سے، یہ عمل بے کار ہے۔

دوسری بات کہ اسلام نے صرف صدقے کے بکروں کا حکم نہیں دیا پتا نہیں کہاں سے بات آ گئی صدقے کے بکرے اور صدقے کی بکریاں! بس اسی پہ سارا زور ہے، ادھر اُدھر نظر دوڑائیں صدقے کے بکرے، صدقے کی بکریاں۔ اسلام تو صدقے کے لیے کپڑوں کی بھی تلقین کرتا ہے، راشن کی بھی تلقین کرتا ہے، رقم کی بھی تلقین کرتا ہے، گھریلو سامان کی بھی۔ بلکہ بہت سے علماء نے نقد رقم دینے کو زیادہ افضل کہا ہے، تاکہ جو مستحق آدمی ہے وہ اپنی دوسری ضروریات بھی پوری کر سکے، جس غریب آدمی کو دال روٹی میسر نہیں ہے یا تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے میسر نہیں، سردی میں گرم بستر نہیں، آپ اس کے نام پر صرف صدقے کے بکرے جمع کرتے ہیں، بکرے کھاؤ اور یہ سب کا علاج ہے لباس کا بھی اسی سے مداوی ہو جائے گا اور گرم بستر کی بھی ضرورت ختم ہو جائے گی۔

جب دیکھا جاتا ہے کہ ایک ٹرسٹ اس میدان میں بڑی کامیاب ہو رہا ہے، اور بڑے اس کے بکرے آ رہے ہیں، اور لوگوں میں اس کی بڑی واہ واہ ہے دوسرے بھی اسی کام کو شروع کر دیتے ہیں۔ تو خدارا زمانے کے لوگوں کی، مسلمانوں کی ضروریات کو سمجھا جائے، اور اس کے مطابق کسی چیز کے صدقے اور خیرات کا انتظام کیا جائے۔

مساجد میں بھیک مانگنے والے کو دینا

آٹھواں سوال: کیا مساجد اور مارکیٹ میں بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے؟ اگر کسی کا دل مطمئن ہو جائے کہ واقعی مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ پیشہ ور لوگ ہوتے ہیں، زکوٰۃ کے مستحق تو کیا ہوں گے وہ خود صاحب نصاب ہوتے ہیں۔ اور جو خود صاحب نصاب ہے اس کو زکوٰۃ کیسے دے سکتے ہیں۔

اب جو لوگ حج عمرہ کے لیے جاتے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس بمشکل خرچہ کے لیے ایک ہزار ریال ہوں گے، لیکن بھیک مانگنے والوں کا یہ حال ہے کہ ایک ایک دن میں ایک ہزار ریال مانگتے ہیں تو اس کو زکوٰۃ کیسے دی جا سکتی ہے؟ تو اگر آپ کا دل مطمئن ہے آپ زکوٰۃ دے سکتے ہیں، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ یہ پیشہ ور ہوتے ہیں، خود صاحب نصاب ہوتے ہیں لہٰذا ان کو زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے۔ اور پھر اپنا اپنا ذوق بھی ہے تو ہمارا ذوق تو یہ ہے کہ زکوٰۃ تو کیا خیرات دینے پر بھی دل مطمئن نہیں رہتا، پہلے تو نابینا معذور بوڑھے اور بیمار مانگتے تھے، اب ہر ایک نے بھیک مانگنا شروع کر دیا ہے، ہیجڑوں نے بھی مانگنا شروع کر دیا۔ تو جو پیشہ ور لوگ ہیں ان کو زکوٰۃ دینا یہ حقیقت میں گداگری کو فروغ دینے میں معاون بنتا ہے۔

ہماری ذمہ داری

آخری سوال کہ اس سلسلے میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ میں تو یہ سمجھتا

ہوں کہ ہمارے کرنے کا کام وہ ہے کہ جو ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا: حضور کے پاس ایک سائل آیا، اپنی ضرورت کا اظہار کیا، حضور نے کہا آپ کے پاس کچھ ہے؟ کہا کچھ بھی نہیں، صرف ایک پیالہ ہے اور کچھ بھی نہیں، حضور نے فرمایا: دونوں چیزیں لے آؤ! بولی لگائی، ایک نے کہا، ایک درہم، دوسری بولی لگی دو درہم، حضور نے دونوں چیزوں کو بیچ دیا، کہا جاؤ، ایک درہم سے تو اپنے گھر کے لیے سامان خرید واور دوسرے درہم سے کلہاڑی لے آؤ۔ اور خود دست مبارک سے کلہاڑی تیار کر کے دی، اور فرمایا کہ: جاؤ اب جا کر جنگل سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو، اور پندرہ دن سے پہلے مجھے نظر نہیں آنا، چلے گئے مزدوری کرتے رہے، چند ہی دن گزرتے تھے کہ حضور سے ملاقات ہوئی، حضور نے دیکھا کہ ان کے پاس کئی درہم جمع ہو چکے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر پیٹھ پر لانا بہتر ہے اس سے کہ تم انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ۔ اور قربان جاؤں اپنے آقا ﷺ کی قدموں کی خاک پر حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور نے حضرت معاذ بن جبل سے ہاتھ ملایا (سفر سے آپ واپس آئے حضرت معاذ کو پیچھے چھوڑ کے گئے تھے) ہاتھ ملایا تو حضرت معاذ کے ہاتھوں میں کچھ کھردرا پن تھا، حضور نے پوچھا معاذ کیا ہوا؟ عرض کیا یارسول اللہ! جنگل سے لکڑیاں کاٹ کے لاتا ہوں ہاتھ سخت ہو گئے، بیچتا ہوں۔ قربان جاؤں اپنے آقا کے لبوں پر! میرے آقا نے حضرت معاذ کے ہاتھوں کو اٹھایا اور

بوسہ دے دیا۔ اور فرمایا کہ یہ وہ ہاتھ ہے جن کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ تو وہ صاحب چلے گئے جب چند دنوں بعد آئے غربت ختم ہو چکی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا یہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر کندھوں پر لاد کر لانا اور بیچنا بہتر ہے اس سے کہ تم انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ۔

ایک مزدور کے ہاتھوں کو حضور نے بوسہ دیا، کرنے کا کام یہ کہ جو واقعی مستحق ہو اس کو تلاش کر کے اپنے پیروں پر کھڑا کرے اس کو ٹھیلہ لگوا دے۔ اپنی پرانی تمنا اور حسرت ظاہر کر رہا ہوں اے کاش! ہماری مسجدیں اس سلسلے میں اچھا کردار ادا کریں۔

آزادیٔ رائے

آخری ایک سوال حالات کے اعتبار سے یہ جو حالیہ واقعہ پیش آیا گورنر پنجاب کی قتل کی صورت میں تو یہ سوال کیا گیا کہ آج کل ٹی وی کے ٹاک شوز میں آزادی رائے پر بڑی بحث ہو رہی ہے، اور یہ کہا جا رہا ہے کہ گورنر کو صرف اختلاف رائے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاں تک یہ سوال ہے کہ کسی کو قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے تو ہم اس سے متفق ہے کوئی بھی معاملہ ہو توہین قرآن کا ہو، توہین اسلام کا ہو، توہین رسالت کا ہو، اس کو عدالت میں لے جانا چاہیے، اور عدالت کو آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع دینا چاہیے۔

دوسری بنیادی بات گورنر صاحب اپنا اعمال نامہ لے کر اللہ کے حضور

حاضر ہو چکے، اب اللہ جانے! لیکن حقیقت یہی ہے کہ عوامی سیاست دان ہونے کے باوجود وہ عوامی نفسیات احساسات اور جذبات کا لحاظ نہ کر سکے، اور اپنی زبان پر کنٹرول نہ رکھ سکے یہ ان کی زبان کی بے احتیاطی تھی اور کچھ اپنی دولت اور اقتدار پر ناز، جو لے ڈوبا، یہ گورنر صاحب ہی ہے جنہوں نے ناموس رسالت کو ''کالا قانون'' قرار دیا، اور پھر ان سے اختلاف کرنے والوں کو انہوں نے میڈیا میں کہا کہ میں ان لوگوں کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔ انہوں نے سوچا ہی نہ ہوگا کہ خود میرا محافظ بھی میرے لیے قتل کا پیغام بن جائے گا، اور یہ نہ سمجھ سکے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ یہ صرف مولویوں، صوفیوں، حاجیوں کا مسئلہ نہیں، بلکہ تاریخی واقعات پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ گناہ گار مسلمان اس مسئلے میں نمازیوں اور حاجیوں سے بھی زیادہ حساس اور جذباتی ثابت ہوتے ہیں۔

تیسری بات آزادی رائے کی بات کرنے والے حضرات یہ بتائیں کہ کیا میرا جیسا کمزور شخص کسی کو یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ مجھ کو گالی دے؟ چہ جائیکہ کہ جواز یا عدم جواز پر بحث کرے، یا ان کی عزت و ناموس سے کوئی کھیلے میرے جیسا کمزور انسان جس کی والدہ ایک عام دیہاتی خاتون ہے اور اسے کوئی جانتا بھی نہیں! اور کیا میں اور کیا میری عزت! میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا پاکستان کا کوئی سیاسی مذہبی لیڈر اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا ہے۔ تو پھر وہ ہستی جس کے نام پر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی نبض تیز ہوتی ہے، اور جس سے عشق محبت کرنیوالے ہر خطے میں بستے ہیں،

اور بار ہا یہ ثابت ہو چکا کہ وہ اپنے آپ کو گالی دینا برداشت کر سکتے ہیں، اپنے ماں باپ کو گالی دینا برداشت کر سکتے ہیں، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا برداشت نہیں کر سکتے، تو پھر اس ہستی کی ناموس کو بچوں کا کھیل بنا دینا، اور اس کی ناموس کی حفاظت کے لیے قانون بنا دینا جس پر امت متفق ہے تو ایسا شخص عوام کے جذبات سے کھیل رہا ہوتا ہے، ایسا شخص آزادی رائے کے حق کو غلط طریقے سے استعمال کر رہا ہے۔

قابلِ افسوس

یہ وہ ملک ہے جہاں پر بانی پاکستان کے ناموس کے لیے قانون ہے اور صدر پاکستان کے لیے قانون ہے، گورنر کے ناموس کے لیے قانون ہے، پاکستان کے پرچم کے ناموس کے لیے بھی قانون ہے، کوئی شخص انسانی پرچم کے قانون کا انکار کرے تو وہ غدار ٹھہرتا ہے، اور غدار کی سزا قتل ہے۔ صدر پاکستان پر کرپشن کے الزامات لگ گئے، لیکن عدلیہ ان کا کچھ نہیں کر سکی۔ اس لیے کہ ان کی ناموس ہے تو کیا اگر ان سب کی کوئی ناموس ہے تو میرے آقا حضرت محمد ﷺ کی کوئی ناموس نہیں تو کیا اس ناموس سے کھیلنے والا غدار نہیں؟ اور کیا غدار کی سزا قتل نہیں اور کیا اس سزا پر سارے مسلمان متفق نہیں؟ قرآن سے ثابت کریں: شریعت کے چار مآخذ قرآن، سنت، اجماع، قیاس۔ تو جب امت کا اجماع ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا قتل ہے تو جو شخص اس کے خلاف آواز اٹھاتا ہے وہ حقیقت میں شریعت

کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور ہماری نسلوں کو ناموس رسالت کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جشنِ نزولِ قرآن

ازافادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

- ......رمضان المبارک میں کون سے اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔
- ......لیلۃ القدر میں کونسی دعا مانگنی چاہیے؟
- ......لیلۃ القدر کو مخفی کیوں رکھا گیا ہے؟
- ......رمضان میں کرنے کے کام
- ......روزہ کا مقصد کیا ہے؟
- ......تقویٰ کی صلاحیت کیسے پیدا ہوگی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۵ پ ۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

میرے قابلِ احترام بھائیو!

یہ مبارک مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا آنے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ جشنِ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ اسی لئے سرکارِ دو عالم ﷺ

نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس کے روزوں کو اللہ تعالی نے فرض قرار دیا ہے، راتوں میں جاگ کر عبادت کو، قیام کو نفل قرار دیا۔

دن کو روزہ رکھا جاتا ہے رات کو قیام کیا جاتا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تراویح میں بھی کثرت سے قرآن پڑھا جاتا ہے کوشش ہوتی کہ یہ پورا مہینہ زیادہ سے زیادہ تلاوت میں گزرے۔

یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ تراویح کے اندر پورا قرآن سن لیتے ہیں اور بقیہ ایام میں یا تو تلاوت کرتے ہی نہیں یا کرتے تو ہیں لیکن قرآن کریم سننے کا اہتمام نہیں کرتے یہ طریقہ غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور ہماری نسلوں کو قرآن کریم کے حقوق کی ادائیگی کے لئے قبول فرمائے۔

اور بہت سے لوگ تین دن کے اندر قرآن ختم کر لیتے ہیں لیکن قرآن کریم کے جو آداب ہیں وہ ادا نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ انسان گوشت اور لوتھڑے کا بنا ہوا ہے، پتھر اور لوہے کا بنا ہوا نہیں ہے۔ کچھ انسانی کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ تھکاوٹ ہو جاتی ہے، نیند کا غلبہ بھی ہوتا ہے، لیکن کسی طریقہ سے کھڑے ہو کر بیٹھ کر، لیٹ کر، توجہ سے، بے توجہی سے، غفلت سے رات کو کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں اور تین دن میں قرآن ختم کر لیتے ہیں۔ پھر سورۃ الاخلاص کے ساتھ یا چھوٹی سورتوں کے ساتھ بقیہ تراویح پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی درست نہیں۔

خوب تلاوت کا اہتمام

عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ مہینہ نزولِ قرآن کے جشن کا مہینہ ہے اپنی طاقت کے مطابق، اپنی استطاعت کے مطابق، اپنے حالات اور اپنی مصروفیات کے مطابق، روزوں کو ملحوظ رکھ کر جتنی زیادہ قرآن کی تلاوت کی جا سکے اتنی زیادہ تلاوت کی جائے۔

جسے اللہ تعالیٰ نے دس پارے پڑھنے کی ہمت دی ہے تو ۱۰ پارے پڑھ لے جسے اللہ نے روزانہ ایک پارہ پڑھنے کی ہمت دی ہے ایک پارہ پڑھ لے۔

اور اگر کسی کی مصروفیات ہیں اور وہ ایک پارہ بھی روزانہ نہیں پڑھ سکتا تو آدھا پارہ پڑھ لے، پاؤ پڑھ لے لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ قرآن کی مشغولیت سے بالکل محروم ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ قرآن کے نزول کا مہینہ ہے۔

اور اللہ نے خاص طور پر فرمایا کہ؛

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے اس مہینہ کو فضیلت دی ہے اس لئے کہ اس مہینہ میں قرآن نازل ہوا۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ اس مہینہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انتظار رہتا تھا۔ اور بہت پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ذہنی طور پر تیار کر لیتے تھے۔ صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کثرت کے ساتھ عبادت، تلاوت اور آپس میں ایک دوسرے کو تلقین کرنا شروع کر دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں بعض حضرات نے لکھا ہے کہ چھ مہینے تک وہ رمضان کا انتظار کرتے تھے۔ جب انہیں رمضان المبارک کے مبارک دن اور راتیں نصیب ہو جاتیں تو وہ چھ مہینے دعائیں کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! اس مبارک مہینہ میں عبادت، تلاوت، سخاوت کی توفیق دے اور اس کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرما۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے بارے میں فرمایا کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے یعنی پہلے دس دن، دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پہلے دس دن میں عبادت کرے گا تو وہ پورے دس دن تک اللہ کی رحمت میں آجائے گا۔ جو دوسرے عشرے میں قدم رکھے گا اور خوب عبادت کا اہتمام کرے گا اسے مغفرت حاصل ہوگی اور جو تیسرے عشرے میں قدم رکھے گا اور عبادت کرے گا تو اللہ پاک اسے جہنم سے آزادی عطا فرما دیں گے۔

یہ وہ مہینہ ہے جس میں لاکھوں انسانوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے اور روزہ قیامت کے دن روزہ دار کے لئے سفارش کرے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ میری تلاوت

نے اسے راتوں کی نیند سے محروم رکھا کہ راتوں کو یہ تلاوت کرتا تھا اور روزہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے اسے کھانے پینے کی چیزوں سے، اور شہوات سے باز رکھا۔ دونوں سفارش کریں گے کہ اے اللہ! اس بندے کو جہنم سے بچایا جائے، آزاد کیا جائے۔ اللہ قرآن کی سفارش قبول فرمائیں گے اور اللہ روزے کی بھی سفارش قبول فرمائیں گے۔

لاکھوں لوگوں کو اس مہینہ میں جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے تو میرے بھائیو اور دوستو! ماؤں بہنو! کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس مبارک مہینہ میں ہم عبادت کریں اور اللہ پاک ہمارا نام جہنم سے آزاد ہونے والوں میں درج فرمادیں۔

اجر وثواب کا بڑھنا

یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں عبادت کے ثواب کو بڑھا دیا جاتا ہے، نفلی عبادت کا ثواب فرض کے برابر، اور فرض عبادتوں کا ثواب بڑھا کر ۷۰ گنا اضافہ کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ یہ مہینہ نئے سرے سے انسان کو تازہ کردیتا ہے۔ جس طرح خزاں کے بعد درختوں پر نئے پتے، نئے پھول، نئی شاخیں اُگ آتی ہیں، اسی طرح جو شخص رمضان کا مہینہ عبادتوں میں گزارتا ہے تو اس کے دل کے اندر روحانیت کے پھول، روحانیت کے پتے اور روحانیت کی نئی شاخیں اُگ آتی ہیں۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کی ایک رات جس رات کے بارے میں اللہ

نے فرمایا کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ؛

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝

ہم نے اس قران کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ ارے تمہیں کیا خبر لیلۃ القدر کیا ہے؟ سوال کیا جا رہا ہے، کیوں؟ دلوں پر چوٹ مارنے کے لئے، دلوں میں رغبت پیدا کرنے کے لئے، دلوں کو متوجہ کرنے کے لئے تا کہ پوری توجہ سے بات کو سنا جائے۔

لیلۃ القدر ہزار سالوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ؛

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس نے ایک رات لیلۃ القدر کا قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت کے ساتھ تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہ جو فرمایا کہ سابقہ گناہ معاف ہونگے تو اس سے مراد صغیرہ گناہ ہوں گے۔ اس لئے کہ کبیرہ گناہ کے لئے توبہ کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح حقوق العباد بھی ایسے معاف نہیں ہوں گے بلکہ جس کا حق ضائع کیا، جس پر زیادتی کی، ظلم کیا، دل دکھایا، غیبت کی، اس پر بہتان لگایا، کسی کی زمین دبائی یا مکان پر قبضہ کیا تو صرف توبہ کرنے سے یہ حقوق معاف نہ ہوں

گے بلکہ صاحب حق کو اس کا حق دینا یا ان سے معاف کروانا ضروری ہے۔

لیلۃ القدر میں کیا دعا مانگی جائے

اور حضور اکرم ﷺ نے لیلۃ القدر میں پڑھنے کی دعا تعلیم فرمائی کہ یہ ہر کسی کو پڑھ لینی چاہئے

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عُفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

اے اللہ! آپ معاف کرنے والے ہیں معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، اے اللہ آپ مجھے معاف فرمادیں۔

معاف کرنا اللہ کی شان ہے، گناہوں پر پردہ ڈالنا اللہ کی ستاری کا تقاضا ہے بندوں پر رحم کرنا صفت رحمٰن اور صفت رحیم کا خاصہ ہے اور بندہ جب اپنے گناہوں کی معافی کا طلبگار ہوتا ہے تو وہ بندوں کو معاف کرتا ہے تو فرمایا کہ لیلۃ القدر میں اللہ سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگو۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پورے رمضان کے مہینے میں کوئی بھی رات ہو وہ لیلۃ القدر ہوسکتی ہے، لیکن اکثر کہتے ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ۲۱ سے لے کر ۳۰ ویں رات تک۔

بعض نے کہا کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات لیلۃ القدر ہوسکتی ہے، ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں یا پھر ۲۹ ویں شب۔

لیکن اکثر نے کہا کہ آخری عشرے کی ۲۷ ویں رات لیلۃ القدر ہے۔

لیلۃ القدر کو پوشیدہ اور مخفی اس لئے رکھا گیا کہ بندے جو اللہ کی رضامندی کے

طلبگار ہیں وہ زیادہ سے زیادہ راتوں کو عبادت کریں اور اللہ کے سامنے مانگیں اور اس رات کے قیام میں زیادہ سے زیادہ راتیں قیام میں گزاریں۔

افسوس کی بات

افسوس کی بات یہ ہے کہ جب علماء نے کہہ دیا کہ ۲۷ ویں شب لیلۃ القدر ہے تو اس کے باوجود ۵۰ فیصد لوگ ۲۷ ویں شب رات کو مسجد آتے ہیں یا پھر ۶۰ فیصد لوگ۔ باقی ۵۰ فیصد یا ۴۰ فیصد لوگ ۲۷ ویں شب کو بھی مسجد کی طرف نہیں آتے۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی عبادت کی جاتی ہے اور اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ اگر محلہ کی مسجد میں کوئی ایک بھی اعتکاف میں نہیں بیٹھا تو پورے محلے والوں پر سنت کے چھوڑنے کا وبال آئے گا۔

عورت اپنے گھر کے اندر ایک کمرہ کو مخصوص کردے یا گھر کے ایک کونے میں کپڑا لٹکا کر اسے مسجد تصور کرلیا جائے اور اس کو عبادت کے لئے مخصوص کرلیا جائے تو اس میں وہ اعتکاف کرسکتی ہے۔ جو مرد یا عورت اعتکاف کرلے، اُس کا ہر لمحہ عبادت میں گزرے گا یہاں تک کہ ان کے کھانے کا وقت اور نیند و آرام کا وقت بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

گویا کہ جو معتکف (اعتکاف کرنے والا) ہے وہ لیلۃ القدر کو یقیناً پا ہی لیتا ہے اس لئے کہ اس کا ہر لمحہ عبادت میں گزر رہا ہے۔ اعتکاف کرنے والے کے لئے گناہوں سے بچنا آسان، اور اعتکاف کرنے والے کی مثال

جیسا کہ بھکاری دروازے پر بیٹھا کرتا ہے اور کہے کہ میں تو لیکر ہی جاؤں گا جب تک میرا سوال پورا نہ کر دیا جائے۔ اور میرا دامن نہ بھر دیا جائے۔ اے سخی! اے داتا! میں تیرے دروازے سے نہیں ہٹوں گا۔

تو اعتکاف کرنے والا اللہ کے دروازے پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور میں اعتکاف کرنے والوں سے یہ کہوں گا کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں، ذکر میں، دعامیں اور نفلی نمازوں میں، تہجد میں گزاریں۔

رمضان میں کرنے کا سب سے پہلا کام

رمضان کے مہینے میں یوں تو سارے نیک اعمال کرنے چاہئے، جتنے نیک اعمال ہیں ان کی کثرت ہونی چاہئے۔

سب سے پہلا عمل استغفار، توبہ، گناہوں پر ندامت، گناہوں کے چھوڑنے کا عزم صرف زبان سے نہیں بلکہ دل سے توبہ کرنی چاہئے۔

دوسرا عمل

دوسرا عمل جو رمضان میں کثرت کے ساتھ کرنا چاہئے وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد ہے۔ حدیث میں آتا ہے؛

جَدِّدُوْ اِیْمَانَکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اپنے ایمان کی تجدید وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے کرتے رہو۔

تیسرا عمل

تیسرا عمل جو رمضان کریم میں کثرت سے کرنے کا ہے وہ اللہ کے لئے

اپنی مالی چیزوں میں سخاوت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ یوں تو آپ سخاوت میں اعلیٰ تھے، لیکن جب رمضان کا مہینہ آتا تھا تو آپ کی عبادت اور سخاوت تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ ہو جاتی تھی۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ اگر اس مہینہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق گزارا جائے تو اللہ اس شخص کے دل میں تقویٰ کی صفت پیدا فرمادیتے ہیں۔

تقویٰ کیا ہے؟ گناہوں سے بچنا اور اسے مکروہ سمجھنا۔ قرآن نے بھی اسے ذکر کیا؛

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۳، پ ۲)

اے ایمان والوں! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

تقویٰ کی صلاحیت کیسے پیدا ہوگی؟

مقصد کیا، تا کہ تم لوگ تقویٰ دار بن جاؤ۔ تا کہ تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ یہ تقویٰ کی صلاحیت کیسے پیدا ہوگی؟ وہ اس طرح کہ صرف ایک عضو کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ جسم کے ہر ہر عضو کا روزہ ہو، ہاتھ کا روزہ، کان

کا روزہ، زبان کا روزہ، پیروں کا روزہ۔ ہاتھ کا روزہ کیا ہے؟ کہ کسی ایسے کام میں استعمال نہ کریں کہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہو۔ کانوں کا روزہ کیا ہے؟ کہ ایسی چیز کانوں سے نہ سنی جائے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہو۔ ایسی گفتگو ایسے گانے، ایسے فلمی پوز نہ سنے جس کا سننا ناجائز ہو۔ زبان کا روزہ کیا ہے؟ زبان ایسی گندی بات، گالم گلوچ، غیبت، چغلی اور فحش گوئی میں استعمال نہ ہو۔ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہو۔

حقیقی روزہ

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان میں جھوٹی بات کو نہیں چھوڑتا، گناہ کی بات کو نہیں چھوڑتا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی، کہ کھانے پینے سے تو احتراز ہے، لیکن زبان وہی قینچی کی طرح چل رہی ہے، جب زبان کو بند کیا جائے گا گناہ کی باتوں سے، کانوں کو بند کیا جائے گا حرام سننے سے اور آنکھوں کو بند کیا جائے گا ناجائز مناظر دیکھنے سے تو پھر دل کے اندر تقویٰ پیدا ہوگا، دل کے اندر ایمان کا نور پیدا ہوگا۔

جو شخص سارا دن بھوکا رہے اور پھر شام کو افطاری حرام لقمے سے کرے تو اس نے گویا اپنے عمل کو باطل کر دیا۔ کیا ضرورت تھی پورا دن بھوکا رہنے کی جب حرام کھانا ہے۔

ہمارے بعض حضرات جیسے پولیس والوں کو میں نے خود دیکھا کہ عصر کے

بعد وہ ٹھیلے والوں سے اور دکانداروں سے ڈنڈوں کے زور پر سامان جمع کرر ہے ہوتے ہیں کہ ہم نے بھی روزہ رکھا ہے، ارے بھئی! روزہ کیوں رکھا؟ دن بھر بھوکا رہے اور افطاری کیسے کرر ہے ہیں حرام سے۔

- سحری وافطاری میں احتیاط

حلال کے بارے میں بھی علماء نے لکھا ہے کہ بہت زیادہ نہ کھائے کہ روزہ کا لطف اور مقصد فوت ہو جائے گا۔ اور میں خود کہتا ہوں میرا اندازہ یہ ہے کہ شاید لوگ غیر رمضان میں اتنا نہیں کھاتے جتنا کہ رمضان میں کھاتے ہیں۔

سحری میں نامعلوم کیسے کیسے کھانوں کا اہتمام، غیر سحری میں ایسا کوئی بھی نہیں کھا سکتا، اتنا کھا لیتے ہیں کہ دن کے ۱۱ بجے تک تو کھٹی ڈکاریں آتی رہتی ہیں اور چورن بھی ساتھ ہی کھا لیتے ہیں کہ ہضم تو ہو جائے۔ اور پھر افطاری میں جو انتظام ہوتا ہے اللہ اکبر! طرح طرح کے پھل، شربت، دہی بڑے، سموسے، پکوڑے، جلیبیاں اور کئی کئی قسم کی چیزیں۔ جوس، دودھ کے ڈبے اور بوتل وغیرہ۔

بعض اوقات تو دیکھا گیا کہ افطاری میں اتنا سارا سامان دستر خوان پر رکھا اور کھا لیا گیا اور کہا گیا کہ یہ تو افطاری تھی کھانا بعد میں ہوگا۔ اور پھر کھایا بھی سب کچھ، اللہ جانتا ہے۔ میرا اپنا حال تو یہ ہے کہ میں بہت ہی کم کھاتا ہوں۔ الحمد للہ! اور بہت زیادہ کھانے والے کو دیکھ کر مجھے تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ کھانا بھی کھائیں گے میں حیران ہوتا ہوں کہ افطاری کا جمال تو

یہ ہے پھر کھانا بھی کھاتے ہیں۔

چنانچہ جب تراویح کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو پھر نیند کا غلبہ۔ ہماری مائیں بہنیں ان کو بڑی مشقت ہوگئی افطاری تیار کرنے میں، ۱۲ بجے کے بعد سے ہی یہ شروع ہوجاتی ہوں گی، ہمارے نارتھ ناظم آباد میں جو مدنی مسجد ہے یہاں افطاری کا انتظام ہوتا ہے تو ۱۲ بجے کے بعد برف رکھی جاتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ برف ۱۲ بجے سے پہلے رکھی جائے بڑی مشکل سے افطاری تیار ہوتی ہے ظہر کے بعد۔ لہٰذا برف کا وقت ظہر سے پہلے رکھا جائے۔

حضور ﷺ کی سادہ افطاری

تو میں نے عرض کیا کہ کبھی افطاری حضور اکرم ﷺ کی افطاری کی طرح کرنی چاہئے جیسے اتوار کے دن، ویسے بھی چھٹی کا دن ہوتا ہے اس دن کوشش کرنی چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ کی افطاری کیسی ہوتی تھی؟

کبھی کبھی تو صرف سادہ پانی ہی میسر آتا اور کبھی چند کھجوریں لے کر حضور ﷺ افطاری فرماتے، تو کبھی سنت ادا کرنے کے لئے ایسا بھی کرلینا چاہیے۔ یہ تو ہمارے ہاں رواج چل نکلا۔ تو حضور ﷺ کھجور سے افطار کرلیتے اور بعض خاصیات اللہ نے حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمائی تھیں کہ دن بھر کوئی توانائی کی چیز استعمال نہ فرمائی لیکن شام کو کھجور پر افطار کرنا آپ ﷺ کی مجبوری تھی کہ بعض اوقات کھجور کے علاوہ دوسری کوئی چیز کھانے کو دستیاب ہی نہیں ہوتی تھی۔ کبھی پانی مل جاتا اور کبھی کھجوریں مل جاتیں اور کبھی

دودھ مل جاتا اور وہ نوش فرما کر روزہ افطار کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔

تو میری ماؤں بہنو! بھائیو اور دوستو! ہم ابھی سے اپنے آپ کو رمضان المبارک کے لئے تیار کرلیں۔ اپنے معمولات کو بڑھا دیں۔ اپنی مصروفیات کو کم کردیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت کے لئے، تلاوت کے لئے نکالیں۔ کم سوئیں، کم کھائیں، کم باتیں کریں، کم تعلقات رکھیں۔

مسجدوں میں بیٹھنا شروع کردیں، اور ٹی وی بند کردیں ایک مہینہ تو کم از کم ایسا گزار لیں کہ اس مہینہ میں اللہ ہم سے راضی ہوجائے اور کم از کم ایک مہینہ تو ایسا گزر جائے کہ ہم گناہوں سے بچ کر زندگی گزاریں۔ ۱۱ مہینے گناہوں میں مبتلا ہوں تو ایک مہینہ تو ایسا ہو کہ عبادت میں، اطاعت میں، نیکی میں، تلاوت میں، سخاوت میں، دین کی فکر میں، قرآن کے تدبر میں اور دعاؤں میں ہم لگادیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ مجھے اور آپ سب کو یہ مہینہ اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

رمضان ذریعہ نجات

از افادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

- ......ایک اہم حدیث اور اس کی تشریح
- ......دونوں جہانوں میں نجات کے لئے تین ہدایات
- ......اللہ کی رحمت سے محروم وناامید شخص
- ......ملکِ پاکستان کا ایک بڑا المیہ
- ......آقا ﷺ کی مثالی گھریلو زندگی
- ......ایمان کی اہمیت اور ایمان والوں کے واقعات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَّا نَبِيَّ بَعۡدَهٗ ط
اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝

(سورۃ البقرۃ آیت ۲، پ ۲)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ

میرے محترم بھائیو، دوستو اور بزرگو!

تہجد کا وقت بڑا مبارک وقت ہے لیکن خاص طور پر ماہ مبارک میں یہ وقت نور علی نور کی کیفیت اختیار کر جاتا ہے۔ لیکن ہم تہجد کے وقت سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ بہت کم تھے جو تہجد میں اٹھے۔ اور جو اٹھے وہ سحری کی تیاری میں لگ گئے۔

تہجد کی نماز پڑھنے اور اللہ سے مانگنے کی بہت کم لوگوں کو توفیق ملی اور جنہوں نے مانگا بھی ان میں سے کسی نے تذبذب کے ساتھ مانگا، یقین کے ساتھ نہیں مانگا، غفلت کے ساتھ مانگا، لاپرواہی کے ساتھ مانگا، جیسے اس بادشاہوں کے بادشاہ سے مانگنا چاہئے تھا ویسے نہ مانگ سکے۔ جیسے ابھی آگے ان شاء اللہ بات آئیگی۔

ایک اہم حدیث اور اس کی تشریح

آج جبکہ جمعۃ الوداع ہے۔ میں سوچتا رہا کہ اس اہم اجتماع میں کس حوالے سے آپ کے سامنے گفتگو کروں تو ایک حدیث اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نظر سے گزری۔

جی چاہا کہ اسی حدیث کے حوالے سے آپ کے سامنے کچھ معروضات پیش کردی جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اپنے آقا ﷺ کے ایک ایک ارشاد پر، ایک ایک فرمان پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس حدیث کے راوی ہیں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ سے ملا اور آپ سے میں نے سوال کیا۔ مَنِ النَّجَاةُ ؟

اے اللہ کے نبی! نجات کیسے ہوسکتی ہے؟ ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ سوال دنیا کے لئے بھی تھا اور آخرت کے بارے میں بھی تھا۔ اے اللہ کے نبی! ہم دنیا اور آخرت کے سوالوں سے

کیسے بچ سکتے ؟

ہمارے آقا ﷺ نے جواب میں لمبی چوڑی تقریر نہیں کی بلکہ صرف تین باتیں ارشاد فرمائیں۔

میں وہ تینوں باتیں آپ کے سامنے عرض کروں گا ان کے کہنے سے پہلے یہ گزراش کروں گا کہ اپنے دل میں یہ نیت کر لیجئے کہ ہم تینوں باتوں پر عمل کریں گے۔ اللہ عمل کرنا آسان فرمائے۔

نجات کے لئے پہلی ہدایت

جب پوچھا اے اللہ کے نبی! پریشانیوں سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟
تو پہلی بات یہ فرمائی۔

اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ

اے عقبہ! اپنی زبان پر کنٹرول کرو

اپنی زبان پر کنٹرول کرو یہ زبان تمہیں بہت سی پریشانوں سے نجات دے دے گی۔ زبان گوشت کا ایک ٹکڑا ہے مگر اس کا کردار بہت بڑا ہے۔
عربی میں کہتے ہیں

جِرْمُهُ صَغِيْرٌ وَجُرْمُهُ كَبِيْرٌ

اس کا جسم بہت چھوٹا ہے مگر جرم بہت بڑا ہے۔

جنت کی ضمانت

مشہور حدیث ہے ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا لوگو! تم مجھے دو چیزوں کی

حفاظت کی ضمانت دے دو۔ میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ پہلی چیز ہے زبان، زبان کی حفاظت کی ضمانت دو۔ ہماری زبان غلط استعمال نہیں ہوگی، ہماری زبان سے اللہ کو ناراض کرنے والا کلمہ نہیں نکلے گا، ہماری زبان سے مسلمانوں کو لڑانے والی باتیں نہیں نکلیں گی، ہماری زبان سے غیبت، چغلی اور دوسروں پر بہتان تراشی نہیں ہوگی، ہماری زبان جھوٹ نہیں بولے گی، ہماری زبان شرکیہ اور کفریہ کلمات نہیں بکے گی یہ ضمانت مجھے دے دو، جنت کی ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں اور دوسری چیز اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ ان دو چیزوں کی تاکید فرمائی۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت

ایک حدیث میں ہمارے آقا ﷺ کے محبوب اور چہیتے صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آقا ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں۔ جو مجھے دوزخ سے دور کردے اور جنت کے قریب کردے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے جواب میں توحید کا ذکر کیا اس پر ایمان لاؤ۔

نماز قائم کرنے کا حکم دیا، زکوۃ قائم کرنے کا حکم دیا، حج کا حکم دیا، ساری باتیں ارشاد فرمانے کے بعد آخر میں ارشاد فرمایا۔

اے معاذ! میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جس چیز پر ان سب کا مدار ہے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے۔ فرمایا اے معاذ! زبان پر کنٹرول رکھو۔

عرض کیا اے اللہ کے نبی! کیا زبان کی باتوں کی وجہ سے بھی ہم دوزخ میں جاسکتے ہیں۔فرمایا اے معاذ! بہت سے لوگ اپنی زبان کے غلط استعمال کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

زبان کے ایک بول کی اہمیت ونزاکت

ایک حدیث میں آقا ﷺ نے فرمایا۔

بعض اوقات انسان کی زبان سے ایک کلمہ نکلتا ہے اس کلمہ کی عظمت اور اہمیت کا اسے احساس نہیں ہوتا لیکن یہ کلمہ اسے جنت میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور بعض اوقات اس کی زبان سے ایک کلمہ نکلتا ہے اس کے خطرناک ہونے کا اسے احساس نہیں ہوتا لیکن یہ کلمہ اسے دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

کوئی کلمہ جنت میں لے جانے کا ذریعہ اور کوئی کلمہ دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ۔آپ دیکھئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ بھی تو ایک کلمہ ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ یہ بھی تو ایک کلمہ ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَر، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ،

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

یہ بھی تو کلمیں ہیں جو کہ جنت میں لے جانے کے ذریعے ہیں۔کسی مسلمان کا نقصان ہوگیا،حادثہ پیش آگیا،اس کے کسی عزیز کا انتقال

ہوگیا، اس کا بیٹا چل بسا، بھائی حادثہ کا شکار ہوگیا وہ دکھی ہے ہم نے زبان کے ذریعے سے اس کی تعزیت کی، اسس کے زخم پر مرہم رکھی۔ یہ تعزیت والا کلمہ جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ بیمار تھا دل شکستہ، ہمت ٹوٹی ہوئی تھی اور ہم نے جا کر اسس کی عیادت کی اور ہمت دلائی۔ اللہ صحت دے گا، اللہ شفا عطا فرمائے گا۔ یہ بھی ایک کلمہ ہے اور یہ کلمہ جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔

دو بھائیوں میں اختلاف تھا، ناراضگی تھی، دوری تھی بھائی نے ایسا کلمہ کہہ دیا جس سے دونوں میں جوڑ پیدا ہوگیا اب ہے ایک کلمہ، لیکن یہ جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔

اور دوسری طرف جو شخص شرک کی بات کرتا ہے، کفر کی بات کرتا ہے، نبی کی توہین کرتا ہے، قرآن کی توہین کرتا ہے، صحابہ کی توہین کرتا ہے، دلوں کو دکھاتا ہے، دلوں کو توڑتا ہے، دلوں میں نفرت پیدا کرتا ہے، لوگوں کو لڑاتا ہے یہ بھی تو کلمہ ہی کہتا ہے۔ زبان سے کلمہ کہتا ہے مگر یہ کلمہ دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ کی رحمت سے ناامید اور محروم شخص

ایک حدیث میں آتا ہے سرور عالم ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے کوئی ایسی بات کہی جسے سن کر کوئی مسلمان، کوئی شخص مشتعل ہوگیا اور اس کی وجہ سے اس نے دوسرے مسلمان بھائی کو قتل کر دیا۔ قتل کرنے والا اور ہے اس نے

ایسی بات کہی جو اس کو مشتعل کرنے کا اور قتل پر آمادہ کرنے کا سبب بن گئی۔

آقا ﷺ نے فرمایا جس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا جو دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کا سبب بن گیا۔ قیامت میں اٹھے گا تو اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا۔

هٰذَا آئِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

یہ وہ شخص ہے جو اللہ کی رحمت سے نا امید ہے۔ شرابی نا امید نہیں، زانی نا امید نہیں، بے نمازی نا امید نہیں لیکن مسلمان کے قتل پر آمادہ کرنے والا ایک کلمہ جس نے کہا فرمایا کہ اس کے ماتھے پر لکھا ہوگا یہ اللہ کی رحمت سے نا امید ہے۔

ملک پاکستان کا بہت بڑا المیہ

ہائے اللہ! کیا ہو گیا تمہیں یہ ملک اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت کونسی نعمت ہے جس نعمت سے اللہ پاک نے اس ملک کو نہیں نوازا۔

میں اکثر حکیم سعید صاحب مرحوم کا یہ قول سنایا کرتا ہوں جو کراچی کی بہت بڑی شخصیت تھے وہ کہتے تھے کہ یہ پاکستان سورہ رحمٰن کی تفسیر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ پاک نے پاکستان والوں سے بار بار سوال کیا ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

دنیا کی عالمی منڈی میں جایئے آپ کو پتہ چلے پاکستان کے پھل، پاکستان کے غلے، پاکستان کی سبزیاں، پاکستان کا اناج دنیا بھر کے پھلوں اناجوں اور سبزیوں میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔

جولذت پاکستان کے پھلوں میں ہے،آم میں ہے، کینو میں ہے، مالٹے میں ہے، کیلے میں ہے، امرود میں ہے بہت کم ملکوں کو وہ لذت نصیب ہے اور پھر یہ روشنیوں والا شہر لیکن دن دہاڑے ایسے قتل ہورہے ہیں اور قتل کس کا؟ مسلمان کا قتل، کلمہ پڑھنے والے کا قتل، بے گناہ کا قتل۔ ایسے قتل ہورہے ہیں جیسے جنگل میں درندوں کا قتل ہوتا ہے۔

بلکہ درندے بھی محفوظ ہیں لیکن اس شہر کے رہنے والے باشندے محفوظ نہیں ہیں۔ نہ قتل کرنے والے کو پتہ کہ میں کیوں قتل کررہا ہوں اور نہ جسے قتل کیا جارہا ہے اسے نہیں پتا میں کیوں قتل کیا جارہا ہوں، میرا کیا جرم ہے؟

آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک کلمہ کہا جو مسلمان کے قتل کرنے کا سبب بن گیا تو قیامت کے دن یہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوگا۔ تو اس بدبخت کا کیا بنے گا جو براہِ راست اس قتل میں ملوث ہوتا ہے۔ تو آقا ﷺ نے فرمایا۔ زبان کو کنٹرول میں رکھو۔

خطبہ نکاح میں موجود نصیحت

نکاح کے موقع پر جو آیات پڑھی جاتی ہیں، خطبہ نکاح میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں ایک چیز تو یہ کہ ان آیات میں چار دفعہ حکم ہے۔

اِتَّقُوا اللّٰہَ، اِتَّقُوا اللّٰہَ، اِتَّقُوا اللّٰہَ

اے میاں بیوی! اللہ سے ڈرتے رہنا، ازدواجی زندگی میں اللہ سے ڈرتے ہوئے گزارنا اور ایک آیت جو پڑھی جاتی ہے اس میں یہ ہے

اِتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا

اللہ سے ڈرتے رہنا اور درست بات کہتے رہنا اور زبان کا صحیح استعمال کرنا

یہ آیت آقا ﷺ نے منتخب کی ہے خطبہ نکاح میں پڑھنے کے لئے اس لئے کہ میاں بیوی ایک نئے سفر کا آغاز کر رہے ہیں ان کو نصیحت کی جارہی ہے دیکھو زبان کا درست استعمال کرنا۔

زبان کے غلط استعمال کی تباہ کاریاں

زبان کو درست استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے گھر دوزخ بن جاتے ہیں بہت ساری طلاقیں، جدائیاں، زبان کے غلط استعمال کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ بعض اوقات شوہر زبان پر کنٹرول نہیں کرتا اور بعض اوقات بیوی زبان پر کنٹرول نہیں کرتی۔ بات بڑھتی چلی جاتی ہے حتی کہ طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے، گھر اجڑ جاتے ہیں، بچے یتیم ہو جاتے ہیں، زندہ ماں باپ کے یتیم بچے، بے سہارا بچے۔ سبب کیا بنا؟ یہ زبان کا غلط استعمال۔

ہماری بہت ساری بہنیں اور بیٹیاں یہ سب زبان پر کنٹرول نہیں رکھ پاتیں اپنا گھر تباہ کر لیتی ہیں۔ اور کتنے ہی لوگ ہیں اپنے زبان کی وجہ سے نیکیوں کا ابنار جلا کر راکھ کر دیتے ہیں، یہ کام تو شاید ہی کوئی مسلمان اس سے بچا ہوا ہو۔

غیبت کی بیماری

ورنہ کیا نمازی اور کیا حاجی سارے اس میں ملوث ہیں کہ زبان کی وجہ

سے اپنے نیکیوں کے انبار کو آگ لگا دیتے ہیں۔ کیسے؟ دوسرے مسلمان کی غیبت اور چغلی کی وجہ سے۔

غیبت کی بیماری ایسی عام ہے شاید ہی کوئی خوش قسمت بچا ہوا ہو جہاں دو بیٹھتے ہیں، تیسرے کی برائی شروع کر دیتے ہیں اور یہ بیماری خواتین میں زیادہ ہے۔ فارغ بیٹھی ہوئی ہیں گھر میں کوئی کام نہیں ہے دو جمع ہو گئیں، تین جمع ہو گئیں کسی دوسری بہن کی غیبت اور چغلی شروع کر دی۔ محلے میں کیا ہو رہا ہے، فلاں کیا کر رہی ہے۔ بس تجسس، تجسس اور پھر تبصرے اور زبان کا غلط استعمال ایک صاحب نے یہاں پر ہوٹل بنایا اور ابتداء میں تو کم ہی لوگ آتے ہیں مجھے بتاتے ہیں کہ مولانا میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہوٹل میں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں تیسرے کی غیبت شروع کر دیتے ہیں اتفاق سے تیسرا آتا ہے اور ایک اٹھ کر چلا جاتا ہے تو یہ جو جاتا ہے پھر اسکی غیبت شروع کر دیتے ہیں۔

آپ اندازہ کریں کہ اگر ایک شخص دن میں دو دفعہ غیبت کرتا ہے تو مہینہ میں ۶۰ دفعہ ہوا سال میں ۷۲۰ دفعہ ہوا اور دس سال میں ۷۲۰۰ دفعہ گویا اس نے غیبت کی ہے۔ آپ ۵۰ سال ۶۰ سال کی زندگی کا حساب لگالیں۔ کتنی غیبت کی اور کتنوں کی غیبت کی ہے؟

لمحہ فکریہ

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب یہ لوگ آئیں گے تو

جن کی غیبت کی ہوگی۔غیبت کرنے والوں کی نیکیاں لے کران کودے دی جائیں گی۔ بتایئے جس نے ۱۰سال میں ۷۲۰۰، ۲۰سال میں ۱۴۴۰۰ اور ۴۰ سال میں ۲۸۸۰۰ غیبتیں کی ہیں یا اتنے لوگوں کی غیبت کی ہے جب اس کی نیکیاں سب کودی جائیں گی تو اس بدنصیب کے پاس کیا بچے گا۔

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو پتہ چلا کہ فلاں فلاں شخص میری غیبت میں ملوث ہے تو فرمایا کہ ان سب کی خدمت میں میری طرف سے ہدیہ بھیج دو فرمایا یہ میرے محسن ہیں۔ پوچھا حضرت! یہ کیسے آپ کے محسن ہوگئے یہ تو آپ کی برائیاں کرتے ہیں؟ فرمایا قیامت کے دن ان کی نیکیاں مفت میں مجھے مل جائیں گی۔ میں نے کیا کچھ بھی نہیں ان کی نیکیاں مجھے مل جائیں گی میرے گناہ معاف ہوجائیں گے تو یہ میرے محسن ہوئے۔ یہ تو میری نیکیوں کا سامان جمع کررہے ہیں۔

بڑے بول اللہ کو پسند نہیں

میرے بھائیو! جتنا دور تک چلے جاؤ۔آقا ﷺ کی بات سچ ہے۔ بہت سی مصیبتیں، بہت سی پریشانیاں زبان کی وجہ سے ہیں۔گھروں کی پریشانیاں، بازاروں کی پریشانیاں، جماعتوں کی پریشانیاں یہ زبان کے غلط استعمال کی وجہ سے ہیں۔ بڑے بول بولتے ہیں لوگ، بڑے بڑے بول زبان سے بولتے ہیں اللہ کو یہ بڑے بول پسند نہیں ہیں۔

انسان کی حقیقت

ایک اللہ والا جنگل میں آرام کر رہا تھا۔ تھک گیا جنگل میں چلتے چلتے لیٹ گیا۔ ایک مسخرہ سرمایہ دار وہاں سے گزرا ٹھوکر ماری اللہ والے نے ذرا سخت الفاظ میں بات کی۔ ارے بدتمیز! ارے حیوان! کیا انسانوں کی طرح رہنا نہیں آتا۔ سرمایہ دار چیخ اٹھا۔ ارے جانتے ہو میں کون ہوں؟ اتنی دولت ہے میرے پاس، اتنے نوکر ہیں میرے پاس، اتنے بنگلے ہیں میرے پاس یہ ہیں اور وہ ہیں، اللہ والے نے کہا" یہ ساری چیزیں تو باہر کی ہیں یہ بتا تیرے اندر کیا ہے؟" اللہ کے ہاں باہر کی چیزیں تو نہیں دیکھی جائیں گی اللہ کے ہاں تو اندر کی چیزیں دیکھی جائیں گی۔

جب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔

یا رسول اللہ! نجات کیسے ملے گی اور پریشانیوں سے چھٹکارہ کیسے ہوگا؟

تو پہلی بات جو ارشاد فرمائی فرمایا کہ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ اپنی زبان پر کنٹرول کرو۔ مصیبتوں سے نجات ملے گی، گھروں کے جھگڑے ختم ہوں گے، میاں بیوی میں محبت ہوگی صرف زبان پر کنٹرول کرلیں۔

نجات کے لئے دوسری ہدایت

فرمایا کہ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ اے عقبہ! کوشش کیا کرو کہ اپنا زیادہ وقت گھر میں گزارو۔ مارکیٹوں میں نہیں، بازاروں میں نہیں اور دوسروں کے گھروں میں بھی نہیں اور ہوٹلوں میں بھی نہیں، کوشش کرو کہ اپنا زیادہ وقت

گھر میں گزارو یا تو وقت گزارو اللہ کے گھر میں یا وقت گزارو اپنے گھر میں، بازار میں جاؤ تو مجبوری کے تحت جاؤ شوق کے تحت نہیں۔

بہت سے لوگ ہیں جنہیں بازاروں میں پھرنے کا شوق ہے۔حد یہ کہ ہماری خواتین کو بھی بڑا شوق ہوگیا بازاروں میں پھرنے کا۔یہ مبارک مہینہ جس مبارک مہینے کی مبارک راتیں، کتنی ہی بہنیں اور بیٹیاں ایسی ہیں جو عید کی تیاری کے نام پر سرِشام گھر سے نکلتی ہیں اور ساری رات بازاروں میں بے پردہ و بے حجاب پھرتی ہیں، مرد دھکے دے رہے ہیں، کندھے سے کندھے لگ رہے ہیں۔لعنتی جگہ بازار اور وہاں پھر رہی ہیں پوری پوری رات وہاں گزار کر واپس آرہی ہیں۔خوش ہورہی ہیں کہ شاپنگ کر کے آئی ہیں اور بہت سی خواتین اس طرح شاپنگ کرتی ہیں کہ ان کے شوہروں کو قرضے اٹھانے پڑتے ہیں، مجبور کرتی ہیں اپنے مردوں کو کہ وہ ان کے شوق پورا کرنے کے لئے قرضے لیں۔نئے کپڑے، نیا فرنیچر، نئے پردے، نئے قالین، نئی نئی چیزیں، نئے شوپیس لوگ آئیں گے عید ملنے کے لئے تو کیا سوچیں گے وہی چیزیں رکھی ہیں پچھلے سال والی۔

سعودی عرب کے لوگ مقروض کیوں رہتے ہیں؟

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کو پتا بھی ہے ابھی سعودیہ کے سفر سے واپسی ہوئی اللہ اکبر۔

وہاں کی کرنسی بڑی مضبوط، تنخواہیں بڑی اچھی، لیکن پھر بھی بہت

سارے سعودی مقروض ہی رہتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ خواتین کی شاپنگ، اصل وجہ نئے نئے کپڑے اور پھر آپس میں خواتین کے درمیان مقابلہ، بڑے طبقے کی خواتین جن کو ہم کہتے ہیں ان میں مقابلہ۔ میں نے جو شرٹ پہنی ہے یہ فلاں امریکن کمپنی کی ہے میں نے جو پہنی ہے یہ انگلینڈ کی فلاں کمپنی کی ہے اور اللہ اکبر کیسے کہیں بظاہر تو سعودی خواتین پردہ کرتی ہیں خوب پردہ پیروں تک ہاتھ بھی نظر نہیں آتے۔ لیکن جو لباس ان کے درمیان مقبول ہو رہے ہیں وہ لباس ناقابل بیان ہیں آپ دکانوں میں چلیں تو پتا نہیں چلے گا کہ ہم سعودیہ میں پھر رہے ہیں یا فرانس کے کسی شہر میں پھر رہے ہیں یا امریکہ کے کسی شہر میں پھر رہے ہیں۔ ایسے غلط قسم کے کپڑے اور عریانیت کو ظاہر کرنے والے لباس اور ساتھیوں نے بتایا کہ عید کے دن ان کے ہاں رواج ہے کہ گھر کی ساری چیزیں بدلی جائیں۔ چنانچہ اس وجہ سے سعودی مقروض رہتے ہیں۔

باوفا قسم کے مرد

تو بہت سی خواتین اپنا وقت ضائع کرتی ہیں بازاروں میں بہت سے مرد وقت ضائع کرتے ہیں۔ گویا کہ بڑے باوفا قسم کے مرد سارا شاپنگ کا سامان بیچارے نے اٹھایا ہوا ہے۔ وہ آگے آگے جا رہی ہے یہ پیچھے پیچھے نوکروں کی طرح پھر رہا ہے۔ ایک ہاتھ سے گود میں بچہ دوسرے ہاتھ میں بھاری سامان۔ اور بیگم کا دل بھی نہیں بھر رہا۔ یہ لے رہی ہے، وہ لے رہی

ہے آخر میں موزے کا ایک جوڑا اس بیچارے کو بھی لے کر دے دیا لے کیا یاد کرے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاحی جملہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

بازار ضرورت پوری کرنے کی جگہ ہے ضرورت پیدا کرنے کی جگہ نہیں ہے اور آج ہم بازاروں میں جا کر ضرورت پیدا کرتے ہیں۔ ضرورت تو وہ ہوتی ہے کہ جس کا گھر میں ساتھ ہو اس چیز کی ضرورت ہے۔ آج بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں بازاروں میں چکر لگاتے ہیں کہ ہوسکتا ہے ہمیں بھی کوئی چیز پسند آجائے یعنی ضرورت پیدا کرتے ہیں۔ وہاں پر ضرورت پوری نہیں کرتے تو پریشانیاں، مصیبتیں، قرضے، سودی قرضے لے رہے ہیں اچھی اچھی تنخواہ ہیں پھر بھی قرضے لے رہے ہیں۔ اپنی بیگمات کا شاپنگ کا شوق پورا کرنے کے لئے اور شادیوں، بیاہوں میں نمود و نمائش کے لئے۔ اگر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا ہوتا تو کتنا سکون ہوتا۔

فرمایا! وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ اے عقبہ! کوشش کرو کہ زیادہ وقت گھر پر گزرے بازار میں نہیں۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی گھریلو زندگی

قربان جاؤں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خاک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر ہوتے تھے تو گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے، جھاڑو بھی دیتے تھے، بکری کا

دودھ بھی نکال لیتے تھے، ٹوٹے ہوئے جوتوں کو سی لیتے تھے، پھٹے ہوئے کپڑوں کو سی لیتے تھے، گھروالوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

ایک غلط سوچ

آج صبح بھی میں عرض کررہا تھا کہ بعض مرد یہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں نے عورت کا ہاتھ بٹادیا، بیوی کا ہاتھ بٹادیا تو اس کے دل سے تو میرا رعب ہی ختم ہوجائے گا۔ میں نے اگر برتن دھودیئے تو میں تو اسکی نظروں سے گر جاؤں گا، اللہ نہ کرے کہ یہ حادثہ پیش آگیا کہ میں نے پونچا دے دیا گھر میں تو بس میں تو کیا میری وقعت ہی کیا رہے گی گھر میں۔

ارے میری اورآپ کی وقعت حضور اکرم ﷺ سے زیادہ نہیں۔ حضور ﷺ گھر میں ہاتھ بٹاتے تھے اور کسی کام کے کرنے میں بھی اپنی توہین محسوس نہیں کرتے تھے۔

نجات کے لئے تیسری ہدایت

فرمایا کہ اے عقبہ!

وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ (اپنے گناہوں پر رویا کرو)

یہ تیسری نصیحت فرمائی ہے حضور ﷺ نے۔ ارے! صحابہ رضی اللہ عنہم تو نیک لوگ تھے، وہ تو امت کا سرمایہ ہیں، وہ ہمارے لئے آئیڈیل اور نمونہ ہیں، وہ حق کا معیار ہیں ان کے گناہ کیا ہوں گے؟ لیکن اس کے باوجود آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے گناہوں پر رویا کرو۔ رونا تو ہمیں چاہئے جن

کی زندگی کے رات اور دن سال اور مہینے گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوں۔ اللہ کو گناہوں پر رونے والے لوگ بہت پسند ہیں۔

ایک حدیث نظر سے گزری حدیث میں آتا ہے۔ جبرئیل امین آتے ہیں فرشتوں کے ساتھ شب قدر میں اور پھر فرشتوں سے کہتے ہیں۔ آؤ میں تمہیں ایسی عبادت دکھاؤں جو عبادت صرف زمین پر ہوتی ہے۔ آسمان پر نہیں ہوتی۔ آسمان پر قیام بھی ہے، رکوع بھی ہے، سجود بھی ہے، ذکر بھی ہے، دعا بھی ہے، تسبیح بھی ہے، تحمید بھی ہے، تحلیل بھی ہے۔ لیکن ایک ایسی عبادت ہے جو زمین پر ہوتی ہے مگر آسمان پر نہیں ہوتی۔ فرشتے حیرت سے تکتے ہیں کہ آسمان پر تو ساری عبادتیں ہوتی ہیں کونسی عبادت ہے جو ہم نہیں کرتے؟

تو جب جبرائیل امین فرماتے ہیں۔ یہ ہے گناہگاروں کا رونا دھونا اور یہ ایسی عبادت ہے کہ اے فرشتو! اللہ کو ہماری تسبیح وتحمید وتہلیل سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ گناہگاروں کا رونا اللہ پاک کو فرشتوں کی حمد وثناء سے اور دعا سے زیادہ پسند ہے۔

اللہ والوں کا رونا

اللہ اکبر! اللہ کے نیک بندوں کا حال یہ ہے کہ معمولی سی خطا ہوگئی ساری زندگی روتے ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو دیکھیں۔ اجتہادی خطا ہوئی مگر ساری زندگی روتے ہوئے گزار دی۔ روایات میں آیا ہے کہ اتنا روئے ہیں کہ رونے کی وجہ سے چہرے پر نشان پڑ گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ اتنا روئے کہ بینائی جاتی رہی اللہ نے بینائی دوبارہ لوٹا دی پھر روتے رہے پھر بینائی جاتی رہی اللہ نے پوچھا اے شعیب! اتنا کیوں روتے ہو کہ بینائی جاتی رہی؟ کیا گناہ ہوا ہے تم سے جو اتنا روتے ہو؟ عرض کیا اے اللہ! نہ گناہوں کی وجہ سے روتا ہوں، نہ دوزخ کے ڈر کی وجہ سے روتا ہوں میں تو تیرے دیدار کے شوق میں روتا ہوں۔ ایسے اللہ کی محبت میں رونے والے۔

دوزخ کی آگ حرام

اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

جس کی آنکھ سے اللہ کے ڈر سے آنسو نکل آئے اگرچہ وہ بہت چھوٹے آنسو ہی کیوں نہ ہوں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چہرے پر وہ آنسو گریں گے اللہ اس چہرے پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیں گے۔

بشرطیکہ پھر ان آنسوؤں کی لاج رکھے۔ رو پڑا اللہ کے سامنے اور پھر ان آنسوؤں کی لاج رکھی۔ جان لیجئے! میرے بھائیو میری بہنو! دوزخ کی آگ ایسی سخت اور خوفناک ہے کہ ساتوں سمندر کا رخ دوزخ کی آگ کی طرف پھیر دیا جائے تو یہ ساتوں سمندر دوزخ کی آگ کو نہیں بجھا سکتے۔ لیکن ایک گناہگار کی آنکھوں سے اللہ کے ڈر سے نکلنے والے چند قطرے دوزخ کی آگ کو بجھا دیتے ہیں۔

رونے دھونے کا ثمرہ

ارے اللہ کے سامنے رودھو اور اس طریقے سے رودھو جیسے آدم علیہ السلام اللہ کے سامنے روئے تھے۔ اس یقین کے ساتھ مانگو اللہ سے جیسا کہ اللہ سے اللہ کے حبیب ﷺ نے مانگا ویسے مانگو اللہ سے، جیسا کہ اللہ سے اصحاب کہف نے مانگا۔ قربانی دینے والے نوجوان نے اللہ کے لئے عہدے قربان کئے، خاندان قربان کئے، مستقبل قربان کئے اب اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اپنے پاس سے خصوصی رحمت عطا فرمادے اور ہمارے معاملے میں آسانیاں پیدا فرمادے۔ اللہ ظالموں کے ظلم سے بچالے اللہ نے دعا کو قبول کیا پھر تین سو نو سال (۳۰۹) تک سلا دیا۔ اور پھر جب اٹھے تو جو کل زیرو تھے آج ہیرو بن گئے۔

ایمان ہو تو ایسا

ارے اللہ کے بندو! اللہ سے ایمان مانگو ہائے میرے خالق کیسے کہیں میں تو کہتا ہوں اللہ مجھے معاف فرمائے اگر میں غلط کہتا ہوں کبھی کبھی کہتا ہوں اللہ سے وہ ایمان مانگو جو مصر کے جادوگروں کو اللہ نے عطا کیا تھا اور ویسے مانگو جسے مصر کے جادوگروں نے اللہ سے مانگا۔

ہم تو پچاس سالہ مسلمان ہیں بلکہ ہمارے گھروں میں سو سال سے ایمان ہے، پانچ سو سال سے ایمان ہے ایسے خوش نصیب بھی ہونگے جن کے گھروں میں چودہ سو سال سے ایمان ہے سادات سے تعلق رکھنے والے

لوگ بھی ہونگے۔جن کے رشتے،جن کے نسب جا کر حضور اکرم ﷺ سے ملتے ہونگے،جن کے رشتے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جا کر ملتے ہیں۔ایسے لوگ بھی ہیں جن کے گھروں میں چودہ سو سال سے ایمان ہے،قرآن ہے،دین ہے،نماز ہے۔

مصر کے جادوگروں کا قابلِ رشک ایمان

لیکن مصر کے جادوگروں کے گھروں میں تو ابھی ابھی ایمان آیا۔آج ایمان لائے ہیں،آج ایمان لائے،کل نہیں اور سال پہلے نہیں اور دس سال پہلے نہیں۔ابھی ایمان لائے ہیں ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے،معجزہ دیکھا ہے تو ایمان قبول کر لیا سجدہ میں گر پڑے ابھی ایمان لے آئے۔

اور وقت کا سپر پاور حکمران دھمکی دیتا ہے کہ اگر تم نے ایمان نہ چھوڑا تو عبرت کا نشان بنا کر سولیوں پر لٹکا دوں گا،جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ارے ایمان نے کیا مضبوط کر دیا ایک دن کے ایمان نے،چند گھنٹوں کے ایمان نے کہ اکڑ کر کہتے ہیں لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ

ایک طرف اللہ کے دلائل ہیں اور دوسری طرف تیری دھمکیاں ہیں اور تیرا اقتدار ہے اللہ کی آیات کے مقابلے میں اور دلائل کے مقابلے میں تیری دھمکیوں کی حیثیت کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے جو چاہتے ہو کر لو۔ایک تو فرعون سے یوں کہا اور اللہ سے مانگا۔

ہائے! میں کہتا ہوں وہ مانگا کرو جو مصر کے جادوگروں نے مانگا اور اس یقین کے ساتھ مانگو جس یقین کے ساتھ ساحران مصر نے مانگا، کیا مانگا؟ عجیب دعا مانگی

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ۝۱۲۶

(سورۃ الاعراف آیت ۱۲۶، پ ۹)

اے اللہ! ہم پر صبر انڈیل دے اے اللہ! لگتا ہے کہ یہ ظالم ظلم کی انتہا کر دے گا ہمیں ایمان سے پھرنے کے لئے ظلم کی انتہا کر دے گا مولی ہم پر صبر انڈیل دے سر سے لیکر پاؤں تک ہمیں صبر عطا فرما دے، صبر کی صفت سے متصف کر دے اے اللہ انڈیل دے تاکہ ہم جبر و تشدد سے پریشان ہوکر ایمان کا دامن نہ چھوڑ دیں اور دعا کرتے ہیں۔

وَتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ۝

اے اللہ! آپ ہمیں موت دینا تو اسلام کی حالت میں موت دینا، ہم نہیں مرنا چاہتے کفر کی حالت میں، اے اللہ! ہم تو اسلام کی حالت میں مرنا چاہتے ہیں

خاتمہ بالایمان کی اہمیت

بہت بڑی دعا کی ہے ساحران مصر نے خاتمہ بالایمان کی دعا۔ خوش نصیب ہے وہ جو دنیا سے ایمان کے ساتھ چلا گیا۔ اور رب کعبہ کی قسم! ڈالروں اور پونڈز اور سونے چاندی کے ڈھیر پر بیٹھا ہو مگر دنیا سے ایمان سے محروم ہو کر گیا سب سے بڑا بدنصیب ہے۔ اللہ سے خاتمہ بالایمان مانگا کرو۔ اللہ خاتمہ کرے تو ایمان پر کرے۔ اللہ کو واسطہ دیا کرو مولیٰ! تجھے تیرے

سارے ناموں کا واسطہ رحمٰن، رحیم، کریم، سمیع، علیم، بصیر، خبیر، وھاب، رزاق، فتاح، قابض، باسط، رافع ہونے کا واسطہ اللہ! ہمیں اور ہماری اولاد کو ایمان سے محروم نہ فرمانا اللہ! ایمان کے بغیر دنیا سے نہ لے جانا۔

تو ویسے مانگو اللہ کے بندو! اس یقین کے ساتھ مانگو جیسے ساحران مصر نے مانگا اور میں نے اس دن وعدہ کیا تھا کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر خیر کروں گا۔ میں کہتا ہوں ویسے مانگو، ویسے مانگو، جیسے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے مانگا تھا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان

ہائے اللہ! تیرا بھی عجیب انتخاب ہے، فرعون اپنے آپ کو عقل مند سمجھتا تھا بہت کچھ دیا ہے اللہ نے مگر ایمان سے محروم ہے اور اس کی بیوی اس کے گھر میں رہنے والی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اللہ نے ان کے سینے کو ایمان سے روشن کر دیا اللہ اکبر! بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ فرعون بدترین جبر وتشدد پر اتر آیا، آسیہ کو ایمان سے پھیرنے کے لئے مگر کہہ دیا۔ اے فرعون! اب ایمان کو نہیں چھوڑ سکتی جو چاہتے ہو کر لو۔

فرعون کے ظلم کی انتہا

اس نے آخری آخری جو ظلم کیا۔ لکھا ہے کہ نیچے لٹا دیا اور اپنے کارندوں کو حکم دیا اس کے ہاتھوں میں اس کے پیروں میں میخیں ٹھونک دو میخیں ٹھونک دی گئیں۔ کسی مرد کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونک دی جائیں وہ بھی برداشت نہیں

کرسکتا تھا اور یہ تو صنف نازک ہے، نازک سی عورت میخیں ٹھونکی ہوئی ہیں اور نیچے لیٹی ہوئی ہیں اللہ اکبر! اپنے اللہ سے دعا کرتی ہیں۔ یہ دعا کی ہے۔

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ

(سورۃ التحریم آیت ۱۲، پ ۲۸)

میرے رب! (میں فرعون کے محل کو ٹھوکر مارتی ہوں میں اس کو بھی ٹھوکر مارتی ہوں) تو میرے لئے جنت میں اپنے پاس گھر بنا دے، اے اللہ! مجھے فرعون سے نجات عطا فرما۔

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی صبر کی انتہا

یہ اللہ کی محبت میں مستغرق ہو کر کہہ رہی ہیں میرے رب اپنے پاس میرا گھر بنا دے کہ میں تیرا دیدار کرتی رہوں۔ میں آپ سے بھی کہوں گا۔ ایک بزرگ کے بارے میں سنا۔ میں ابھی ان شاء اللہ عرض کروں گا ایک ساتھی نے بتایا ان کے گھر میں جانا ہوا تو سامنے یہ دعا لکھی ہوئی تھی۔

آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دینا اور مجھے فرعون کے اور اس کے ظلم سے اور اس کے اعمال سے اللہ! نجات دے دے۔

فرعون جب مجبور ہو گیا اپنے کارندوں کو حکم دیا اوپر چڑھ کر ایک بھاری

چٹان اس کے چہرے پر گرا دو لیکن قبل اس کے کہ چٹان گراتے اللہ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی روح کو قبض کر دیا اپنے پاس بلا لیا۔

جنت میں صرف ایک نکاح

اور عجیب بات بتاؤں کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جنت میں صرف ایک نکاح ہوگا اور وہ نکاح ہوگا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا، اللہ اکبر! اللہ فرمائیں گے میری بندی! تو نے میری محبت میں میری خاطر وقت کے بڑے بادشاہ کے شوہر ہونے کو ٹھکرا دیا تھا۔

آج میں تیرا نکاح کائنات کے بڑے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرواؤں گا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔ تو بھائیو! ویسے مانگو جیسے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے مانگا، یقین کے ساتھ مانگو اس ایمان کے ساتھ مانگو جیسا انہوں نے مانگا۔

عرض کر رہا تھا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اے اللہ کے نبی! دنیا اور آخرت کی پریشانیوں سے نجات کیسے ملے گی؟

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائیں؛ پہلی بات یہ کہ اپنی زبان کو کنٹرول کرو، دوسری بات کوشش کرو کہ زیادہ وقت گھر میں گزرے، بازاروں میں مارکیٹوں میں نہیں، تیسری بات فرمایا کہ اپنے گناہوں پر رویا کرو۔

رجوع الی اللہ کی ضرورت

تو میرے بھائیو! اللہ سے تو ہر وقت مانگنا چاہئے خوشحالی میں بھی، بدحالی

میں بھی، صحت میں بھی، بیماری میں بھی، امیری میں بھی، غریبی میں بھی ہر حال میں اللہ سے مانگنا چاہئے۔

ہمارا حال اس وقت تو یہ ہے کہ ہم ہر طرف سے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں حالات ایسے گھمبیر ہیں کہ معاذ اللہ! لوگ باتیں کر رہے ہیں پاکستان کے ٹوٹنے کی، نہ امن، نہ تحفظ، نہ بجلی، نہ گیس، نہ دوسری سہولیات اور سب لٹیرے ہیں۔ آج بھی ہم نے اللہ کی طرف رجوع نہ کیا تو کب کریں گے۔ اللہ کے بندو! کب کریں گے اللہ کی طرف رجوع، جو مصائب ہم پر آرہے ہیں، جو حالات ہم پر آرہے ہیں اللہ کے سوا ان کو کوئی حل نہیں کرسکتا۔ ہم بے سہارا ہیں اس وقت، ہمارا کوئی سہارا نہیں سوائے اللہ کے سہارے کے، اللہ سے مانگو چند دن رہ گئے، چند راتیں رہ گئیں اس کو ضائع مت کرو، زور لگا دو اللہ کے بندو۔ ٹھیک ہے رحمت کا عشرہ گزر گیا، مغفرت کا عشرہ گزر گیا مگر آخری عشرے کی تو کچھ راتیں اور دن باقی ہیں۔

گناہوں سے سچی توبہ

ایک حدیث میں آقا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پورے رمضان میں دوزخ سے جتنے لوگوں کو آزاد فرماتے ہیں ان سب سے زیادہ رمضان کی آخری رات میں دوزخ سے لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔ تو اب بھی وقت ہے اپنے اللہ سامنے رجوع کرو بھائیو! اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو۔ یہ کراچی کے حالات میری بد اعمالیوں کی وجہ سے ہیں آپ یہ سمجھیں یہ میری بد اعمالیوں کی

وجہ سے ہیں، ہم میں سے ہر ایک اللہ سے سچے دل سے مانگے، یقین کیساتھ مانگے اللہ سے امید ہے وہ ہم غریبوں پر، بےکسوں پر ضرور ترس کھائے گا، اس کی رحمت متوجہ ہوگی، ہمارے حالات بدلیں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ مجھے اور آپ سب کو زندگی کی آخری سانس تک اللہ سے مانگنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حفظ قرآن کی اہمیت
اور
ہماری ذمہ داریاں

ازافادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞......حفظ قرآن کریم ایک بہت بڑی سعادت

۞......عجیب غریب حفاظ کا ذکر

۞......قبولیت کا حامل خوش نصیب انسان

۞......حفظ کے لئے کیسے بچے کا انتخاب کیا جائے

۞......بنیاد پرستی کیا ہے؟

۞......یوم آزادی: ہمارا کردار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

۞......قرآن کریم کے حقوق اور ان کی ادائیگی

۞......بشارتیں اور فضائل کن حفاظ کے لئے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲﴾

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

قابلِ صدر احترام، علماء کرام، بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز، میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو اور عزیز طالبات۔

برادرِ عزیز حضرت مولانا قاری عثمان صاحب زید مجدہم کی پرخلوص دعوت پر آج پہلی بار یہاں "مدرسہ حسن الرحمن" میں حاضری کا اتفاق ہوا ہے اور جیسا کہ آپ کو بتایا گیا کہ آج کی یہ تقریب ان خوش قسمت طلباءُ و طالبات کے اعزاز میں منعقد کی گئی ہے جنہوں نے حفظِ قرآن کی تکمیل کی سعادت حاصل کی ہے جن بچے اور بچیوں کے سینوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن

کے نور سے منور فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے سب کے سینوں کو، ہماری نسلوں کے سینوں کو اور پوری امت کے سینوں کو اسی طریقے سے قرآن کے نور سے منور فرمائے۔

حفظ قرآن کریم ایک بڑی سعادت

قرآن کریم کا حفظ کرنا بہت بڑی سعادت ہے اور قرآن کریم کے اعجاز کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اس طریقے سے حفظ کی ہی نہیں جاسکتی جس طریقے سے قرآن حفظ کرنا اللہ نے آسان کر دیا۔ آپ نے ان بچوں کو دیکھا جن کو انعامات دیئے گئے۔ ان میں وہ بچے بھی ہیں جو ابھی دس سال کو نہیں پہنچے۔ لیکن اتنی بڑی کتاب اپنی ساری نزاکتوں کیساتھ ان کے سینوں میں محفوظ ہوگئی ہے۔

دنیا میں حافظ صرف قرآن کے ہیں

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ پاک کی یہ کتاب اپنی حفاظت کے لئے نہ یہ قلم کی محتاج ہے، نہ کاغذ کی محتاج ہے، نہ سیاہی کی محتاج ہے، نہ پریس کی محتاج ہے اللہ پاک نے انسانوں کے سینوں کو اس کا مخزن بنادیا۔ آپ پاکستان میں اور سعودیہ میں، افغانستان اور عالم اسلام کے دوسرے ملکوں میں نہیں آپ ان ممالک کو دیکھیں جنہیں ہم دارالکفر کہتے ہیں۔ جن میں کافروں کی اکثریت ہے اور حکومت ہے۔

آپ امریکہ کو دیکھ لیں، آپ برطانیہ کو دیکھ لیں، آپ فرانس کو دیکھ

لیں، آپ نیوزی لینڈ کو دیکھ لیں، آپ آسٹریلیا کو دیکھ لیں جہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہے۔ وہاں آپ کو تورات، زبور اور انجیل کا کوئی ایک بھی حافظ نہیں ملے گا اور قرآن کریم کے حافظ وہاں بے شمار مل جائیں گے۔

غضب کے ذہین لوگ اپنی کتابوں کے بھی حافظ نہ بن سکے

ایسا نہیں ہے کہ ان میں ذہین انسانوں کی کمی ہے۔ بڑے بڑے ذہین لوگ ہیں، غضب کا حافظہ رکھنے والے، آسمان کی بلندیوں تک پہنچنے والے اور زمین کی گہرائیوں کو کھنگالنے والے اور شمس وقمر پر جھنڈے ڈالنے والے، بال کی کھال نکالنے والے اور سمندروں کی تہہ میں جو کچھ ہے وہ نکالنے والے اور اپنی ذہانت کو فتنہ فساد میں استعمال کرنے والے، انسانوں میں جنگ وجدل کو عام کرنے والے، ایٹم بم سب سے پہلے ایجاد کرنے والے اور سب سے پہلے استعمال کرنے والے اور دنیا میں سب سے زیادہ خون بہانے والے، بڑے بڑے ذہین لوگ، غضب کا حافظہ رکھنے والے لوگ لیکن ان میں آپ کو تورات، زبور اور انجیل کا ایک بھی حافظ نہیں ملے گا۔

آپ ہندوؤں کو دیکھ لیں ان میں بڑے بڑے ذہین لوگ ہیں لیکن آپ کو ویدوں کا ایک بھی حافظ نہیں ملے گا، آپ سکھوں کو دیکھ لیں آپ کو ان کے اندر گرنتھ صاحب کا ایک بھی حافظ نہیں ملے گا، آپ پارسیوں کو دیکھ لیں بڑے بڑے ذہین لوگ لیکن آپ کو ان کے اندر اوستا کا ایک بھی حافظ نہیں ملے گا۔

لیکن قرآن کریم کے حافظ بے شمار، میں نے خود ایسی تقریبات میں شرکت کی جن میں صرف چھ سال کا بچہ اور چھ سال کی بچی ان کی بھی دستار بندی کی گئی حفظ قرآن کی تکمیل پر نہ صرف چھ سال کے بچے اور بچی بلکہ میں نے ایسی تقریبات میں بھی شرکت کی جس میں ۶۵ سال کے بوڑھے کی بھی دستار بندی ہوئی ہے کہ اس نے بڑھاپے میں قرآن پاک حفظ کر لیا، ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد۔ حالانکہ اس وقت حافظہ معطل ہو جاتا ہے لیکن اللہ نے اس کتاب کا حفظ کرنا آسان کر دیا اور آپ نے یہ حافظ تو دیکھیں ہیں۔

عجیب وغریب حفاظ کا ذکر

میں آپ کا ایمان تازہ کرنے کے لئے عجیب وغریب حافظوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ دنوں یہی کراچی میں سعید آباد کے ایک مدرسہ میں ایک تقریب میں شرکت کا موقع ملا بہت بڑا جلسہ تھا اس میں مدرسہ کی انتظامیہ نے ۱۵ پندرہ بچوں کو سارے مجمع کے سامنے پیش کیا۔ یہ ہماری قرآنی کمپیوٹر کلاس کے بچے ہیں اور ان میں سے ایک بچہ اس کلاس سے فارغ ہو چکا ہے۔

باقی کسی کے دس پارے ہوئے، کسی کے پانچ پارے ہوئے اور پورے مجمع میں قرآن پاک چند افراد کو دے دیئے گئے کہ ان بچوں کا امتحان لیں ان بچوں کو حیرت انگیز حد تک حفظ قرآن پر عبور حاصل تھا۔

وہ الحمد سے لیکر والناس تک سیدھا بھی قرآن پڑھ سکتے تھے اور والناس

سے لے کر الحمد تک الٹا بھی پورا قرآن کریم پڑھ سکتے تھے حالت ان کی یہ تھی کہ آپ ان سے پوچھیں قرآن کریم کے صفحہ نمبر ۲۰۰ پر کونسی آیت ہے تو وہ آپ کو بتائیں گے پہلا حرف کون سا ہے؟ یہ بھی بتائیں گے آخری حرف کون سا ہے؟ تو یہ بھی بتائیں گے۔

پہلی سطر کون سی ہے؟ آخری سطر کون سی ہے یہ بھی بتائیں گے آپ ان سے پوچھیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۰ کون سے صفحے پر ہے۔ جب آپ ان سے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۰ کے بارے میں سوال کریں گے تو وہ پہلے یہ بتائیں گے سورۂ بقرۃ پہلی منزل میں ہے اس منزل میں اتنی سورتیں ہیں، اتنی مکی ہیں، اتنی مدنی ہیں، ہر سورت میں اتنے رکوع ہیں، اتنے صفحے ہیں اور اتنی آیات ہیں اور اتنے حروف ہیں اور اسکے بعد وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کریں گے۔

گوجرانوالہ سے انعام دینے آیا

میں نے اس پر ایک کالم لکھا۔ ضرب مومن میں شائع ہوا معجزہ کے عنوان سے اس کالم کو پڑھ کر کئی لوگوں کے ٹیلی فون آئے تو ایک فون جو آیا وہ گوجرانوالہ سے آیا۔ ایک تاجر کا فون تھا، چاول کا بہت بڑا تاجر تو اس نے بتایا کہ آپ نے جن بچوں کا ذکر کیا ہے مجھے ان سے ملنے کا بڑا شوق ہے اور وہ شخص صرف ان بچوں سے ملاقات کے لئے اور ان کو انعامات دینے کے لئے گوجرانوالہ سے آیا۔ لیکن ساتھ اس نے یہ بھی بتایا کہ میں نے بھی حفظ

قرآن کا ایک شعبہ شروع کیا ہے اور میرے بچے حفظ قرآن کے اعتبار سے ان بچوں سے دس گنا آگے ہیں۔ میں یہ سمجھتا تھا میں ان بچوں کا جب امتحان لیا تو میرا خیال یہ تھا کہ ان جیسے حافظ بچے پوری دنیا میں نہیں ہوں گے۔

لیکن وہ جس معیار کے بچے تیار کر رہا ہے حقیقت یہ ہے اس معیار کے بچے پوری دنیا میں نہیں ہیں اور صرف اپنے وسائل سے صرف ایک کلاس قائم کی ہے، صرف ایک کلاس اس کی محبت دیکھئے اللہ جس کے دل میں ڈال دے یہ گندگی کا دور ہے کسی کے دل میں نجاست کی محبت ہے، گندگی کی محبت ہے، فلموں کی محبت ہے، ڈراموں کی محبت ہے، کھیل کی محبت ہے، دولت کی محبت ہے، شہرت کی محبت ہے، بدکاری کی محبت ہے۔

قبولیت کا حامل خوش نصیب انسان

خوش نصیب ہیں وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں اللہ نے قرآن کی محبت کو ڈال دیا اور قرآن کو ان کے دل کی بہار بنا دیا، آنکھوں کا نور بنا دیا، غموں اور پریشانیوں کا علاج بنا دیا، زندگی کا امام بنا دیا۔

امید ہے کہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ قرآن جن کی قبر میں ان کا ساتھی ہوگا، حشر میں ان کا سفارشی ہوگا اللہ کہہ دے گا اور ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا، قرآن کہہ دے گا، اے اللہ! یہ وہ شخص ہے کہ اپنے شب و روز کو میری تلاوت و خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اے اللہ! آج میں تیرا قرآن

، تیرا کلام سفارش کرتا ہوں کہ اس کو جنت میں جگہ دے دے اور اللہ قرآن کی سفارش کو رد نہیں کرے گا۔

تو اللہ جسے چاہے قبول کرلے۔ وہ تاجر ہے بالکل ماڈرن سا انسان اب بھی اس حالت میں بھی ماڈرن سا انسان وہ جب آیا میری ملاقات ہوئی تو میں پہچان ہی نہ سکا کہ یہ ہے وہ قرآن کی خدمت کرنے والا بالکل ماڈرن سا انسان۔

پڑھاتا وہ خود ہے اور اس کی بیوی اور کوئی نہیں اور کوئی استاد نہیں دونوں میاں بیوی، تجارت سے وقت نکال کر۔ چندہ کسی سے ایک روپیہ نہیں۔

دل کی آرزو

اس کے بقول میں صرف ایک اس کلاس پر اور چھوٹی سی عمارت پر بغیر ایک روپیہ چندہ لینے کے ۶۵ لاکھ روپیہ خرچ کر چکا ہوں اور میری خواہش ہے کہ جب یہ بچے عالمی اسٹیج پر جائیں تو میں اس دعوی کے ساتھ پیش کروں کہ لاؤ دنیا کی کسی کتاب کا بھی ایسا حافظ جیسے یہ بچے قرآن کے حافظ ہیں۔ آرزو یہ ہے دل کے اندر کہ قرآن کی صداقت اس اعتبار سے دنیا کے سامنے پیش کرسکوں۔ چنانچہ اس نے ۴۰۰ ذہین بچوں میں سے ۳۵ ذہین ترین بچوں کا امتحان کیا حفظ قرآن کے لئے، میں یہاں رک کر کہنا چاہتا ہوں کہ حفظ قرآن ہر کسی کے مقدر میں نہیں ہے اور حفظ قرآن ہر کسی کے لئے ضروری بھی نہیں ہے۔

حفظ ہر ایک کے لئے لازم نہیں

یہ ضروری نہیں ہے کہ ساری امت حافظ بن جائے، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ نہیں تھے، ساری ازواج مطہرات حافظہ نہیں تھیں، ساری بنات طاہرات حافظ نہیں تھیں، سارے تابعین حافظ نہیں تھے، سارے اولیاء حافظ نہیں تھے، سارے محدثین حافظ نہیں تھے۔ بڑے بڑے علماء جن کا نام سن کر ہمارے سر جھک جاتے ہیں ان میں سے کئی ایسے ہیں جو قرآن کریم کے حافظ نہیں ہیں، حفظ ہر کسی کے مقدر میں بھی نہیں اور ہر کسی کو حافظ بنانا یہ ضروری بھی نہیں۔

اس امت کے لئے حافظوں کی بھی ضرورت ہے، عالموں کی بھی، صحافیوں کی بھی، ڈاکٹروں کی بھی ضرورت ہے، سائنسدانوں کی بھی ضرورت ہے، تاجروں کی بھی ضرورت ہے جھونپڑیوں میں زندگی سے تعلق رکھنے والے انسانوں کی بھی ضرورت ہے۔

حفظ کے لئے کیسے بچے کا انتخاب کیا جائے؟

حفظ کے لئے اگر آپ وقف کریں تو اپنے ذہین بچے کو وقف کریں ایسا نہیں کہ جو بچہ کہیں نہ چل سکے اسے مدرسے میں داخل کرالیں۔ لوگ یوں بھی کرتے ہیں، سر توڑ کوشش کرتے ہیں اسکول میں چل جائے، نہیں چل سکتا پھر مولوی صاحب کے حوالے کر دیتے ہیں۔ بہت شیطان ہے ہم اس سے تنگ آئے ہوئے ہیں، اسکول والے بھی تنگ آئے ہوئے ہیں، کسی کام کا نہیں

آپ جانیں اور آپ کا کام جانے اس کو حافظ بنا دیں۔

نہیں بھائیو ایسا نہ کریں۔ اللہ کے دین کے لئے اور اللہ کے دین کی خدمت کے لئے حلال مال دیں، عمدہ مال دیں، پاکیزہ مال دیں اور اللہ کے دین کے لئے ذہین اولاد دیں، ذہین ترین اولاد کو اللہ کے دین کے لئے وقف کریں۔ قرآن کا حافظ بننے کے لئے اپنی ذہین اولاد کو وقف کریں۔

پکا مسلمان کون؟

اور اگر کسی کا بچہ حافظ نہیں بن سکتا تو نہ سہی مسلمان تو بنے۔ بنیادی شرط مسلمان بنانا ہے۔ پکا مسلمان، ڈھیٹ قسم کا مسلمان، بنیاد پرست مسلمان، دین کی بنیادوں پر سب کچھ قربان کرنے والا مسلمان۔ ہمیں یہ بنیاد پرست ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تا کہ ہم کہیں ہم بنیاد پرست نہیں ہیں۔ ہم تو صرف کھوکھلے مسلمان ہیں، ظاہری مسلمان ہیں، نام کے مسلمان ہیں دین کی بنیادوں کو ہم نہیں مانتے۔

بنیاد پرستی کیا ہے؟

ارے جو بنیاد پرست نہیں وہ مسلمان نہیں ہے۔ بنیاد پرست کس کو کہتے ہیں توحید کے ماننے والے کو، قرآن کے ماننے والے کو، ختم نبوت کے ماننے والے کو، آخرت پر یقین رکھنے والے کو، نبی اکرم ﷺ کے ایک ایک فرمان کو حرز جاں بنانے والے کو، ایک ایک فرض زندہ کرنے والے کو، حرام سے بچنے والے کو، حلال پر اکتفاء کرنے والے کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ اور

الحمد للہ ہم سب بنیاد پرست ہیں اور خدا کی قسم اپنی نسلوں کو بنیاد پرست بنانا چاہتے ہیں۔

ہم اپنی بنیادوں سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تو سب سے ضروری چیز اپنی اولاد کو مسلمان بنانا ہے، ڈھیٹ قسم کا مسلمان، بنیاد پرست قسم کا مسلمان، بنیادوں پر یقین رکھنے والا مسلمان۔ اس کے بعد اس کے مقدر میں جو ہو وہ حافظ بنے، وہ ڈاکٹر بنے، وہ انجینئر بنے، وہ سائنسدان بنے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر بچے کو حافظ بنایا جائے۔ تو جن والدین کے بچے حافظ نہ بن سکیں وہ پریشان نہ ہوں۔ لیکن کم از کم ناظرہ قرآن کریم ہر مسلمان کو پڑھنا چاہیے تلفظ کیساتھ بچوں کو بھی اور بڑوں کو بھی۔

میں اس نوجوان کی بات کر رہا تھا ابھی وہ نوجوان ہے۔ غالباً چھبیس، ستائیس سال کی عمر ہو گی۔ جس تاجر کا میں ذکر کر رہا تھا تو اس نے چار سو ذہین بچوں میں سے پینتیس ذہین ترین بچوں کا انتخاب کیا ان بچوں کا حال یہ ہے کہ انہیں اس نے انگریزی بھی پڑھائی، عربی بھی، اردو بھی تاکہ وہ تینوں زبانوں میں قرآن کریم کا جواب دے سکیں۔

آپ انگریزی میں سوال کریں، اردو میں سوال کریں اور عربی میں سوال کریں تو بھی آپ کے سوالوں کا جواب دیں گے اور جن بچوں کا میں نے ذکر کیا ان سے کہیں آگے کئی اعتبار سے، ان سے اگر آپ قرآن کریم کا لفظ دکھا دیں۔ مثال کے طور پر بَسْطَۃً کا لفظ قرآن کریم کے فلاں صفحہ پر ہے، فلاں پارے میں ہے اور فلاں سورۃ میں ہے اور فلاں رکوع میں

ہے۔ یہ سب سوالوں کا وہ جواب دیں گے۔

قرآن میں زبر کتنی دفعہ آیا؟ زیر کتنی دفعہ آئی؟ پیش کتنی دفعہ آیا؟ مد کتنی دفعہ آیا؟ تشدید کتنی دفعہ آئی؟ اور غُنّہ کتنی دفعہ آیا؟ نقطے کتنے ہیں؟ ان سارے سوالوں کا جواب وہ دیں گے۔

ہمارے ہاں عام طور پر یہ ہوتا ہے پہلے بچے قرآن کریم کے حافظ بنتے ہیں اسکے بعد کم از کم ایک سال تک دور کرتے ہیں، دوبارہ دہراتے ہیں قرآن پاک کو اس نے کہا میرے ہاں دور کا کوئی تصور نہیں ہے جو بچہ قرآن کریم کا حافظ بنتا ہے وہ جس دن قرآن کریم ختم کرے گا اسی دن پورے قرآن کریم کا امتحان دے گا۔

صرف نو مہینے میں حفظ مکمل

چنانچہ جو پہلا بچہ حفظ کر کے فارغ ہوا اور اس نے صرف ۹ مہینے میں قرآن پاک حفظ کیا ۹ مہینے میں اور جس دن اس نے حفظ قرآن کی تکمیل کی ہے تو اس نے ابتداء سے انتہاء تک، الحمد سے والناس تک پورا قرآن دس گھنٹوں میں سنایا۔ پورے قرآن میں صرف تین غلطیاں آئیں اور پھر والناس سے لیکر الحمد تک پورا قرآن ۲۶ گھنٹوں میں سنایا اسی دن جس دن اس نے آخری سبق سنایا۔ تو اتنا عبور ان کو۔

خدا کی قسم دنیا کی کوئی کتاب اتنی نزاکتوں کے ساتھ، اتنی باریکیوں کے ساتھ حفظ نہیں کی جاسکتی۔ تو اس کا حفظ کرنا بھی معجزاتی پہلو ہے پوری دنیا

کو چیلنج قرآن تو کرتا ہے۔ اے لوگو! تمہیں اس قرآن میں شک ہے تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۳، پ ۱)

اس جیسی ایک سورۃ لاؤ تو یہ چیلنج صرف کسی ایک پہلو سے نہیں مختلف پہلوؤں سے ہے میں سمجھتا ہوں کہ حفظ قرآن بھی ایک ایسا پہلو ہے کہ قرآن کا پوری دنیا کو چیلنج ہے کہ قرآن جیسا کوئی حافظ لا کر دکھاؤ لیکن پوری دنیا میں قرآن جیسا کوئی حافظ نہیں ملتا ہے۔

میرے بھائیو! بزرگو اور دوستو! جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ حافظ بننا ہر کسی کے مقدر میں نہیں ہے یہ اللہ کی شان ہے، اللہ کی عطا، اللہ کا انتخاب ہے، اللہ جسے چاہے یہ نعمت عطا کر دے جسے چاہے کوئی دوسری نعمت عطا کر دے۔

باتجوید قرآن پڑھنا فرض عین ہے

کوئی حفظ میں باکمال ہے، کوئی دعوت و تبلیغ میں باکمال ہے، کوئی فقہ میں باکمال ہے، کوئی تفسیر میں باکمال ہے، کوئی جہاد میں باکمال ہے، کوئی ادب میں باکمال ہے، کوئی کسی شعبہ میں باکمال ہے اللہ جسے چاہے جس شعبہ کے لئے قبول فرما لے۔ ہر کوئی حافظ تو نہیں بن سکتا۔

لیکن قرآن کریم کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا یہ ہر مسلمان پر لازم ہے یہ

صرف مولوی کا کام نہیں، یہ صرف قاری کا کام نہیں، یہ صرف حافظ کی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ قرآن کریم کو صحیح تلفظ کیساتھ پڑھ سکتا ہو تجوید کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہ بڑی نزاکت والی زبان ہے اس میں "ت" اور "ط" ان کے بدلنے سے معنی بدل جاتا ہے "ث" اور "س" کے بدلنے سے معنی بدل جاتا ہے "ح" اور "ہ" بدلنے سے معنی بدل جاتا ہے "ق" اور "ک" ایک دوسرے کی جگہ پڑھنے سے معنی بدل جاتا ہے۔ کم از کم جو موٹے موٹے تجوید کے قواعد ہیں ان کا لحاظ کرتے ہوئے قرآن کی تلاوت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور قرآن کریم کی تلاوت یہ قرآن کا مسلمانوں پر پہلا حق ہے۔

آج مسلمانوں کے گھر قرآن کی آواز سے محروم ہیں

میرے بھائیو!

بہت اختصار کے ساتھ بات کر رہا ہوں اللہ کی شان کہ آج مروت کی وجہ سے تقریباً پانچ جگہ وعدہ کر بیٹھا ہوں چار جگہ مجھے بات کرنی ہے۔ لمبی بات نہیں کرتا اختصار کے ساتھ بات عرض کر رہا ہوں کہ آج مسلمان کے گھر سے گانے بجانے کی آواز آتی ہے لیکن قرآن کی آواز نہیں آتی۔ آج ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے، معصوم بچے ان کی زبان پر گانوں کے بول تو ہیں لیکن قرآن کریم کی آیات نہیں ہیں، ان کو ماحول ایسا ملا باپ بھی گانوں کا رسیا، ان کی ماں بھی گانوں کی رسیا۔ کیسے کہوں ایسے ایسے بوڑھے، دادا بھی

ہیں، نانا بھی ہیں لیکن سارا خاندان گانوں کا رسیا، حیاء کے جنازے اٹھ رہے ہیں۔

یوم آزادی اور طوفان بدتمیزی

پورے ملک نے یوم آزادی منایا ہے آپ نے دیکھا سڑکوں پر، تفریح گاہوں پر اور ساحل پر کیسے طوفان بدتمیزی، بہنیں بھی ناچ رہی ہیں، بھائی بھی ناچ رہے ہیں، ماں بھی ناچ رہی ہے۔ میرا کسی جگہ بیان تھا جانے کے لئے نکلا تو سڑکوں پر دیکھا میں نے کہا کہ قوم تو کچھ زیادہ ہی آزاد ہوگئی ہے۔ آزادی تو اللہ نے دی۔

آزادی کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کا عمل

حضور اکرم ﷺ نے آزادی کے موقع پر کیا کہا۔ جب مکہ فتح ہوا، مکہ آزاد ہوا اللہ کے سامنے حضور ﷺ جھک گئے۔

اللہ جو کچھ ہوا تیرے کرم سے ہوا، ہم کچھ نہیں جو کچھ ہوا تیرے کرم سے، تیرے فضل سے آزادی ملی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَعَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

یہ بول تھے میرے آقا ﷺ کی زبان پر، آپ ﷺ کعبہ میں شکر کے نفل پڑھ رہے تھے۔ آج ہم کیا کر رہے ہیں پوری دنیا نے دیکھ لیا آزادی کے موقع پر ہندو کیا کرتے ہیں، سکھ کیا کرتے ہیں، انگریز کیا کرتے

ہیں، یہودی کیا کرتے ہیں، عیسائی کیا کرتے ہیں یوم آزادی کے موقع پر تو دیکھا ہوگا۔

تلاوت قرآن کو معمول بنائیں

لیکن یہ نہ دیکھا کہ ہمارے آقا ﷺ نے کیا کیا آزادی کے موقع پر۔گھروں سے گانے کی آواز لیکن قرآن کی تلاوت کی آواز نہیں۔

میرے بھائیو اور بہنو! قرآن کی تلاوت کو اپنا معمول بناؤ۔والد بھی تلاوت کرے، والدہ بھی تلاوت کرے، اولاد بھی تلاوت کرے، پورا گھر تلاوت کرے نور سے منور ہو جائے۔

۱۴ اگست اور ستائیسویں شب

چند دنوں کے بعد نزول قرآن کا مہینہ آنے والا ہے۔میرے اللہ نے عجیب معاملہ کیا ۱۴ اگست کو جو آزادی کا اعلان کیا تو اتفاق دیکھئے رمضان کا مہینہ تھا ۲۷ ویں شب۔کیا رمضان کے مہینے کا انتخاب اور ۲۷ ویں شب کا انتخاب ہندوؤں نے کیا تھا؟ کیا انگریزوں نے کیا تھا؟ رمضان کے مہینے کا انتخاب اور شب قدر کا انتخاب۔میرا دل کہتا ہے کہ اس کا انتخاب میرے اللہ نے کیا تھا تکوینی طور پر اللہ کی طرف سے اس دن کا انتخاب ہوا، اس مہینے کا انتخاب ہوا مسلمانوں کو متوجہ کرنے کے لئے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے کہ تمہیں آزاد خطہ دیا جا رہا ہے تاکہ اس میں قرآن کے قانون کو نافذ کرسکو اور جان لیجئے! کہ دنیا کے چھپن (۵۶) یا ستاون (۵۷) اسلامی

ممالک ہیں ان میں سے کوئی ملک ایسا نہیں کہ جس کی آزادی کے لیے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نعرہ لگایا گیا ہو۔

قومیت کی بنیاد مذہب پر ہے

سعودیہ تو پہلے ہی مسلمان تھا، قطر پہلے ہی مسلمان تھا یہ تو تقسیم کیا ظالموں نے عرب ریاستوں کو چھوٹے چھوٹے ملکوں کے اندر ایک شہر کا ایک ایک ملک بنا دیا آج وہ ظالم ہمیں بھی تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ محمد علی جناح نے تو دو قومی نظریہ پیش کیا تھا ہندو الگ قوم ہیں، مسلمان الگ قوم ہیں۔ قومیت کی بنیاد نسل اور رنگ پر نہیں ہے بلکہ قومیت کی بنیاد مذہب پر ہے۔ آج ہم کہہ رہے ہیں کہ نہیں قومیت کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر نہیں ہے قومیت کی بنیاد صوبے پر ہے۔

بلوچی الگ قوم، سندھی الگ قوم، مہاجر الگ قوم ہے اور اب اور بھی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ سرائیکی الگ قوم ہے، بروہی الگ قوم ہے۔ تقسیم در تقسیم ہمیں بھی تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزارنا چاہتے ہیں۔

آج قرآنی احکامات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے

تو اللہ نے اس دن کا انتخاب کیا، اس رات کا انتخاب کیا، اس مہینے کا انتخاب، تا کہ مسلمانوں کو متوجہ کیا جائے۔ دیکھو! پاکستان میں اس آزاد خطے میں قرآن کو نافذ کیا جائے۔ لیکن آج ہم نے قرآن کو نظر انداز کر دیا ہم پیٹھ تو قرآن کی طرف نہیں کرتے لیکن عمل کی پیٹھ ہم نے قرآن کی طرف کی ہوئی

ہے۔سود کھاتے ہیں تو قرآن کی طرف پیٹھ کرتے ہیں، حرام اگر کھاتے ہیں تو قرآن کی طرف پیٹھ کرتے ہیں، ہم رشوت لیتے ہیں تو قرآن کی طرف پیٹھ کرتے ہیں ، ہم بدکاری کرتے ہیں تو قرآن کی طرف پیٹھ کرتے ہیں، ہم شراب پیتے ہیں تو قرآن کی طرف پیٹھ کرتے ہیں۔

ہم حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہیں لیکن ہمارے قدم مسجد کی طرف نہیں جاتے ہیں تو ہم قرآن کی طرف پیٹھ کرتے ہیں۔جسمانی پیٹھ تو نہیں کرتے لیکن عملی طور پر ۲۴ گھنٹے کی زندگی میں قرآن کو پیچھے ڈالا ہوا ہے، قرآن کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔

میرے بھائیو! گھروں میں قرآن کا ماحول بناؤ۔میں اپنی بہنو سے خاص طور پر کہوں گا، گھروں میں قرآن کا ماحول بنائیں۔مائیں بچوں کو دودھ پلائیں تو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے۔

ماں کی گود میں ایک پاؤ پارے کا حفظ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ نے لکھا کہ میری دادی محترمہ میرے والد صاحب کو دودھ پلاتے ہوئے قرآن پڑھتی تھیں نتیجہ یہ نکلا کہ دودھ پلانے کا زمانہ ختم ہوا تو پہلے پارے کا ایک پاؤ حفظ کر چکے تھے۔ماں کی گود میں ایک پاؤ حفظ کرلیا۔

قرآن کریم کا پہلا حق

میرے بھائیو، میری بہنو! گھروں میں قرآن کی تلاوت کا ماحول بناؤ۔آج کی اس تقریب میں عزم کر کے اٹھو کہ ہمارا کوئی دن انشاءاللہ قرآن کی تلاوت سے خالی نہیں ہوگا۔اللہ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جن کو قرآن صحیح طریقے سے پڑھنا نہیں آتا وہ پڑھیں، دین کا علم حاصل کرنے کی کوئی عمر نہیں ہے، کوئی قید نہیں ہے، ساری زندگی قرآن پڑھا جاسکتا ہے، دین کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد والے ان کے بڑے بھائی ابھی بھی زندہ ہیں۔اور شاید بہت سے لوگوں کو پتہ نہ ہو کہ شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کو پڑھانے والے ان کے بڑے بھائی ہیں وہ ریلوے میں افسر تھے۔انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا ریلوے سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اور مجھے انہوں نے خود بتایا کہ جب میں نے بڑھاپے میں قرآن پاک حفظ کیا تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بڑوں کو قرآن پاک پڑھاؤں گا۔چنانچہ میں نے جو کلاس قائم کی اس میں ۸۵ بوڑھے قرآن پاک پڑھتے تھے۔

قرآن پڑھنے میں مت شرمایئے

تو شرمایئے مت کہ ہم تو بوڑھے ہوگئے ہم قرآن کیسے پڑھیں؟ ہائے اللہ! کاروبار کرتے ہوئے شرم نہیں آتی چاہے کیسا ہی کاروبار ہو۔گندا

کاروبار، بدبودار کاروبار، ایسا کاروبار کہ اگر وہاں سے گزریں تو ناک پر ہاتھ رکھے بغیر انسان گزر نہیں سکتا۔ چمڑوں کا کاروبار، مچھلی کا کاروبار سخت بدبو آرہی ہے۔ ارب پتی لوگ یہ کاروبار کرتے ہیں۔ شرم نہیں آتی ایسا بدبودار کاروبار کرتا ہے۔ بوڑھا کاروبار کرتا ہے، بوڑھا ٹھیلا چلا رہا ہے، بوڑھا مزدوری کررہا ہے۔ دنیا کمانے میں شرم نہیں آتی لیکن دین کا علم حاصل کرنے میں شرم آتی ہے۔ اب کیا علم حاصل کریں گے تو خدارا کچھ وقت نکالیئے تاکہ قرآن کریم صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ سکیں۔

قرآن کریم کا دوسرا حق

دوسرا قرآن کریم کا حق یہ ہے کہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھا جائے، قرآن میں تدبر کیا جائے۔

بہت اختصار کے ساتھ بات کروں گا بات کو ختم کرنا چاہتا ہوں یہ قرآن کریم کا حق ہے اللہ نے قرآن کو نازل کیا ہے تاکہ اس میں تدبر کیا جائے، سمجھ کر پڑھا جائے۔

میرے بھائیو! قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کیجئے۔ میں تین صورتیں بتاتا ہوں قرآن کو سمجھنے کی۔

فہم القرآن کی تین صورتیں

۱) یا تو کوئی ترجمہ قرآن حاصل کیجئے ہمارے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم صاحب کا "آسان ترجمہ قرآن" آگیا ہے اس کو لیجئے روز

صفحے، چار صفحے اس میں سے پڑھ لیا کریں۔

۲) دوسری صورت یہ ہے کہ آپ باقاعدہ صرف اور نحو پڑھیں اور گرائمر پڑھنے کے بعد قرآن کو براہ راست سمجھیں۔

۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اگر آپ کی مسجد میں، محلے میں درس قرآن کا کوئی حلقہ ہے اس میں شرکت کیجئے تا کہ کسی نہ کسی حد تک ہم قرآن کو سمجھ سکیں۔

قرآن کریم کا تیسرا حق

میرے بھائیو اور بہنو! قرآن کریم کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اس کے حلال کو حلال جانا جائے اور اس کے حرام کو حرام مانا جائے۔ یہ جو حافظ بچے ہیں اور حافظوں کے لئے حدیث میں بہت ساری بشارتیں ہیں۔

بشارتیں کون سے حفّاظ کے لئے!

یاد رکھیں! یہ بشارتیں ان حافظوں کے لئے ہیں جو قرآن پڑھ کر اس پر عمل کرنے والے ہوں، اس کے حلال کو حلال جانیں، اس کے حرام کو حرام جانیں، ایسا نہ ہو کہ ہے تو قرآن کا حافظ لیکن حرام کما رہا ہے، ہے تو قرآن کریم کا حافظ لیکن کبھی زکوٰۃ دینے کی توفیق نہیں ہوتی، ہے تو قرآن کریم کا حافظ لیکن قرآن کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگاتا، ہے تو قرآن کا حافظ لیکن پھر قرآن کی طرف پیٹھ کر لی۔ ایسے حافظوں کے خلاف قرآن کریم گواہی دے گا میرے اللہ تو نے تو مجھے اس کے سینے میں محفوظ کر دیا۔ لیکن اس نے اس

نعمت کی قدر نہ کی۔ ان حافظوں کے لئے بشارت ہے جو عمل کرنے والے ہوں تو ہر مسلمان کے لئے قرآن کریم پر عمل کرنا یہ قرآن کریم کا تیسرا حق ہے، بڑے سخت الفاظ ہیں سورۃ مائدہ کے اندر

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾

(سورۃ المائدہ آیت ۴۵، پ ۶)

(۱) جو اپنی زندگی کے فیصلے قرآن کے مطابق نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔
(۲) جو اپنی زندگی کے فیصلے قرآن کے مطابق نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔
(۳) جو اپنی زندگی کے فیصلے قرآن کے مطابق نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔

تین آیتیں آئی ہیں قرآن میں چھٹا پارہ دیکھ کر پڑھ لیجئے۔

میرے بھائیو! قرآن پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے ورنہ قرآن قیامت کے دن ہمارے خلاف گواہ بن جائے گا۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا شکوہ

صرف قرآن نہیں، وہ نبی بھی جس نبی پر قرآن نازل ہوا۔ انیسویں پارے کے شروع میں آتا ہے اللہ فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾

اللہ کا رسول کہے گا، اے میرے رب! میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

(سورۃالفرقان آیت ۳۰، پ ۱۸)

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول کہیں گے میرے رب! میری قوم اس قرآن پر عمل نہیں کرتی۔

ہم کیسے پیاسے ہیں بھائیو؟ کیسے پیاسے ہیں۔ کہ جن کے گھر میں آب حیات کا چشمہ بہہ رہا ہے لیکن دنیا سے پانی مانگ رہے ہیں، ہم کیسے بھوکے ہیں کہ اللہ نے ہمارے گھر میں غذا کا انبار لگا رکھا ہے لیکن کبھی ہم امریکہ کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں، کبھی ہم برطانیہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

ہم کیسے مفلس لوگ ہیں کہ اللہ نے ہمیں بے پناہ دولت دے رکھی ہے لیکن ہم فقیر کے فقیر۔ یہ قرآن کریم کا تیسرا حق ہے بھائیو قرآن پر عمل کیجئے۔

قرآن کریم کا چوتھا حق

اور قرآن کریم کا چوتھا حق یہ ہے کہ اس کی اشاعت کیجئے۔ اس کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کیجئے جو آپ کے بس میں ہے وہ کیجئے ان مدارس کیساتھ تعاون کیجئے یہ مدارس آپ کے چندے سے چلتے ہیں، آپ کے تعاون سے چلتے ہیں، حکومت تعاون نہیں کرتی۔ اللہ اکبر! ہمیں تو ایسے حکمران ملتے ہیں ادل بدل کر کہ اگر ان کے بس میں ہو تو آج شام تک پاکستان کے سارے مدارس کو تالے لگا دیں، مدارس کا وجود ان کی نظروں میں کھٹک رہا ہے آپ غور کیجئے! آج تو سارا پروپیگنڈہ مولوی کے خلاف ہو رہا ہے مولوی دہشت گرد ہیں، مولوی کو ختم کیا جائے آپ ذرا تصور

کیجئے اگر مولوی کو ختم کر دیا جائے تو ان کا پھر پروپیگنڈہ ختم ہو جائے نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ قرآن دہشت گردی سکھاتا ہے، حدیث دہشت گردی سکھاتی ہے، لہٰذا قرآن پر پابندی لگا دی جائے۔ یہ مغرب کا مطالبہ ہے کہ قرآن سے ایسی آیات کو نکال دیا جائے جو جہاد کی آیات ہیں، جو ان سے ٹکراتی ہیں ان آیات کو نکال دیا جائے آپ تصور کیجئے! کہ اگر قرآن کی تعلیم پر پابندی لگ جائے معاذ اللہ کیا ہوگا؟ کون ہوگا جو چھوٹے چھوٹے بچوں کے سینوں کو قرآن سے منور کر سکے گا۔ کہاں جائیں گی مساجد، کہاں جائیں گے مدارس۔

میرے بھائیو! میں عرض کر رہا تھا قرآن کا چوتھا حق اس کی اشاعت کیجئے، اس کے نور کو عام کیجئے جہاں تک آپ پھیلا سکتے ہیں پھیلائیں۔

یہ دولت کس کے لئے ہے؟

میرے تاجر بھائیو!

آپ کی دولت، آپ کا پیسہ اس لیے نہیں ہے کہ لمبی لمبی گاڑیاں خریدیں تاکہ سارے رشتہ داروں پر اور اپنے برادری کے لوگوں پر ایک رعب پڑ جائے کہ سب سے لمبی گاڑی اس کے پاس ہے۔

آپ کی دولت اس لیے نہیں کہ بڑے بڑے بنگلے بنائیں اور دولت اس لیے نہیں کہ امریکہ اور برطانیہ میں جائیدادیں خریدیں اور یہ دولت اس لیے نہیں کہ آپ کلب بنائیں، دولت اس لیے نہیں کہ شادی بیاہ کے موقع پر

نمود و نمائش کے طور پر خرچ کریں یہ دولت اس لیے نہیں کہ اللہ کے حکموں کو توڑنے کے لئے خرچ کریں۔

ارے اللہ کے بندو! اس دولت کا کچھ حصہ دینی اداروں کے لئے بھی وقف کیجئے، دینی تعلیم کے لئے بھی خرچ کیجئے، آپ جو کر سکتے ہیں، جیسے میں نے کہا اس نوجوان کو میں نے دیکھا جس کا میں نے ابتداء میں ذکر کیا۔ کہ ابھی دو ڈھائی سال تھوڑا ہی عرصہ ہوا لیکن بتایا کہ میں ابھی تک صرف اس کلام پاک پر اپنا ۶۵ لاکھ روپیہ خرچ کر چکا۔ کتنا خوش نصیب ہے کہ اس کا پیسہ قرآن کی تعلیم پر خرچ ہو رہا ہے کیوں نہ قیامت کے دن قرآن کریم اس کا سفارشی بن کر کھڑا ہوگا۔

تو قرآن کریم کا یہ چوتھا حق ہے۔ ہم اس خزانے پر سانپ بن کر نہ بیٹھیں بلکہ اسے جہاں تک پہنچا سکتے ہیں پہنچائیں۔ قرآن کریم کی اشاعت یہ قرآن کریم کا چوتھا حق ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک مجھے اور آپ سب کو قرآن کریم کے یہ سارے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کو مبارک باد

میں مبارک باد دیتا ہوں ان والدین کو جن کے بچوں نے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی ہے۔ میں ان سے ایک درخواست کرتا ہوں، ہمارے ہاں پنجابی میں ایک ضرب المثل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اونٹوں والوں کے ساتھ دوستی لگائیں تو گھر کے دروازے اونچے رکھنے پڑتے ہیں۔ اگر

اونٹ والوں کے ساتھ دوستی لگائی جائے تو دروازے کچھ اونچے رکھنے پڑتے ہیں۔

آپ نے قرآن کے ساتھ دوستی لگائی ہے اور اللہ نے آپ کے گھر میں حافظ بچہ اور حافظہ بچی پیدا کردی ہے۔ اللہ کے واسطے اب گھر کے ماحول کو بدل دیجئے۔ حرام مت کھائیں، حلال پر اکتفا کریں اور گھر میں گانے بجانے کی آواز نہ ہو۔ قرآن کی تلاوت کی آواز ہو۔ ماں بے پردہ نہ پھرے اب پردے کا بھی اہتمام کریں، اب سوچ لیں کہ آپ حافظ بچے اور حافظہ بچی کے ماں باپ ہیں اب ہماری زندگی کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہونا چاہیے، بچے کو کچھ اور ماحول ملنا چاہیے۔ اللہ کرے کہ میری بات دلوں پر اثر کر جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

زکوٰۃ کی اہمیت و تاکید

ازافادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......زکوٰۃ کا حکم قرآن میں
- ......انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت
- ......اخلاص کی برکات
- ......خلوص نیت کی فضیلت
- ......زکوۃ اور ٹیکس میں فرق
- ......زکوۃ کے فوائد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ﴿۴۳﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۴۳، پ ۱

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے بزرگو اور دوستو! میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو!

خوش نصیب میاں بیوی

اللہ پاک ہمارے بھائی الطاف صاحب اور ان کی اہلیہ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے کہ دونوں کو اللہ پاک نے قرآن کی خدمت، علوم قرآنیہ کی اشاعت، تعلیم، تبلیغ، اشاعت، اور تربیت کے لئے قبول فرما رکھا ہے جب میں رسمی تعلیم سے فارغ ہوا اور پھر پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ آج سے

کم وبیش پچیس سال پہلے کی بات ہے اس وقت سے میں دیکھ رہا ہوں کہ بڑی استقامت کے ساتھ اور بڑے اہتمام کے ساتھ بھائی الطاف صاحب درسِ قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔

پہلے مدینہ مسجد برنس روڈ میں یہ انتظام ہوتا رہا اور پھر یہاں (بہادرآباد میں) جب یہ منتقل ہوئے تو درس کا سلسلہ بھی یہیں منتقل ہوگیا۔ بلکہ یہاں آنے کے بعد اس سلسلہ کو اور وسعت اور ترقی مل گئی۔

قابلِ تقلید عمل

اگر ہر مسلمان خواہ وہ ملازم ہو یا تاجر، دکاندار ہو یا مزدور اسی طریقے سے علوم قرآن کی اشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کی جاسکتی ہے کہ بہت جلد پوری دنیا میں قرآن کے انوار، قرآن کے برکات، قرآن کی رحمتیں اور قرآن کی تعلیمات یہ پھیل جائیں گی۔ اور پھر ایک اور چیز ان کی جو قابلِ تقلید ہے ہم سب کے لئے وہ یہ کہ ان کے ہاں خوشی کا موقع ہو یا غمی کا موقع ہو، شادی بیاہ کا سلسلہ ہو یا کسی عزیز کا انتقال ہوجائے تو یہ درس قرآن ہی کا اہتمام کرتے ہیں۔

گویا کہ ہر تقریب کے موقع پر کوشش یہ ہوتی ہے کہ جمع ہونے والے رشتہ داروں اور احباب کے کانوں میں اللہ کا پیغام پڑ جائے اور قرآن کریم کا کوئی نہ کوئی حصہ وہ ان کی سمجھ میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ یہ سوچ ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین

زکوٰۃ کا حکم قرآن میں

جیسا کہ بتایا گیا کہ آج کے درس قران کا موضوع "احکام زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ" ہے میں کوشش کروں گا کہ اس مختصر وقت میں اس کے چیدہ چیدہ مقامات پر اپنے محدود علم کے مطابق روشنی ڈال سکوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ اور قرآن کریم میں بہت سارے مقامات ہیں جہاں اللہ نے زکوٰۃ اور نماز کو اکھٹے ذکر کیا ہے۔ تقریباً ۷۰ مقامات پر اللہ پاک نے نماز کے ساتھ اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۶۳ میں اللہ نے فرمایا کہ؛

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

(سورۃالبقرۃآیت ۱۱۰، پ ۱)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جو کچھ تم اپنے لئے آگے بھیجو گے تو اسے اللہ کے پاس پاؤ گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس کی خبر رکھتے ہیں

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷، پ ۲)

حقیقی نیکی قائم کرنے والے کون ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۲ میں اللہ پاک نے فرمایا:

وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

میں خاص طور پر تعریف کرتا ہوں ان لوگوں کی جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳ میں اللہ پاک نے فرمایا

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳

(سورۃ الانفال آیت ۳، پ ۹)

متقی کون ہیں؟ مومن کون ہیں؟ وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایک طرف اللہ پاک نے ان کی تعریف فرمائی۔

جو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں اور دوسری طرف ان لوگوں کی مذمت بھی بیان کی ہے جو کہ بخل کرتے ہیں اور انہیں اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

تعریف کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا سورۃ المومنون میں

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ

فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾

(سورۃ مومنون آیت ۱، ۲، ۳، ۴، پ ۱۸)

وہ مومن کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں۔ اور آگے فرمایا کہ؛

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ ... (اور وہ زکوۃ کے دینے والے ہیں)

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت

اسی طرح سے تعریف کرتے ہوئے اللہ پاک نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۱ میں فرمایا۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۶۱، پ ۳)

ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں کرچ کرتے ہیں اس کاشتکار جیسی ہے جو ایک دانہ زمین میں بوتا ہے اس دانے سے ایک پودا نکلتا ہے جس میں سات بالیاں ہوتی ہیں ہر بالی میں ۱۰۰ دانے ہوتے ہیں۔

تو گویا کہ ایک دانہ سبب بنتا ہے ۱۰۰ دانوں کی پیداوار کا اب دیکھئے کاشت کار زمین میں دانہ بوتا ہے ایسا دانہ جو کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ جو اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس کا روپیہ پیسہ کسی کو نظر نہیں آتا۔

لیکن اللہ جیسے اس دانے کو جانتا ہے جو زمین کی گہرائی میں ہے اسی

طریقے سے اللہ پاک اس شخص کے مال کو جانتا اور دیکھتا ہے جو اخفاء کیساتھ، پوشیدگی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

پھر جیسے زمین پر پڑنے والے دانے سے اللہ پاک ۷۰۰ سو دانے پیدا کردیتا ہے۔اسی طریقے سے اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کیئے ہوئے مال پر ایک روپے کے بدلے میں ۷۰۰ سو روپے کا ثواب عطا فرمادیتے ہیں۔

اخلاص کی برکات

اور اللہ کہتا ہے کہ یہ آخری حد نہیں ہے کہ ۷۰۰ سو نیکیاں عطا فرمائیں گے بلکہ فرمایا کہ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ جسے چاہتا ہے بڑھا چڑھا کر نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

اللہ اس کا پابند نہیں کہ ایک روپے پر ۷۰۰ سو نیکیاں عطا فرمائیں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اخلاص ہو تو ایک روپے پر ۷ ہزار نیکیاں مل جائیں ۷ لاکھ نیکیاں مل جائیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک روپے پر اللہ پاک ۷ کروڑ نیکیاں عطا فرمائیں۔

اللہ کہتا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ بڑھا کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آگے فرمایا کہ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اللہ وسعت والا ہے، اللہ جاننے والا ہے۔

یہ جو آیت کے اختتام پر اللہ کی صفات مذکور ہوتی ہے ان کا آیت کے مضمون کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔

اب مضمون کیا ہے کہ اللہ ۷ سوگنا دیتا ہے ۷ سو سے زیادہ بھی دے سکتا ہے۔ دگنا، چگنا، سوگنا، ہزار گنا، زیادہ بھی دے سکتا ہے اور آخر میں کیا فرمایا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ وسعت والا ہے اس کے خزانے تنگ نہیں ہے، وہ ڈرتا نہیں ہے کہ اگر کسی کو ۷ سوگنا نیکیاں دے دیں تو میرے خزانے تنگ ہو جائیں گے اور اگر ۷ لاکھ نیکیاں دے دیں تو میرے خزانوں میں کوئی کمی آجائے گی۔

اللہ بڑی وسعت والا ہے اور آگے فرمایا عَلِیْمٌ وہ بڑا علم والا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے اندر کتنا جذبہ ہے، کتنا خلوص ہے، کتنی اللہ کی محبت ہے، کتنی اللہ کی رضا کی طلب ہے کسی کو اللہ کے ہاں جو نوازا جاتا ہے وہ سچی طلب کی بناء پر۔

یہ ممکن ہے کہ ایک غریب آدمی ایک روپیہ خرچ کرے اپنی طاقت کے مطابق اس لئے کہ

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط (سورۃ البقرۃ ۲۸۶، پ ۳)

اللہ کسی انسان کو اس سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتے ممکن ہے کہ ایک غریب آدمی ایک روپیہ خرچ کرے اور ایک سرمایہ دار وہ ایک کروڑ خرچ کرے اور ممکن ہے دونوں کو ایک جیسا ثواب ملے۔

بلکہ ہوسکتا ہے کہ اگر اس سرمایہ کار کے دل میں شہرت کا جذبہ تھا، دکھاوے کا جذبہ تھا، لوگوں کو مائل کرنے کی نیت تھی، سیاست مقصد تھی، ووٹ مقصد تھے تو اسے ایک کروڑ خرچ کرنے کے باوجود بھی کچھ نہ ملے اس غریب کو ایک روپیہ خرچ کرنے پر اللہ نواز دے بلکہ نیت کا معاملہ تو

یہ ہے کہ بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں اللہ بغیر خرچ کرنے کے بھی ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ نیت کا معاملہ ایسا ہے اللہ اکبر۔

خلوص نیت کی فضیلت

ایک واقعہ بنی اسرائیل کا اور ایک اصحاب رسول ﷺ کا حدیث میں ہمارے آقا ﷺ نے بیان فرمایا؛ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص جنگل میں گزر رہا تھا۔ راستہ میں ایک ریت کا ٹیلہ دیکھا۔ دل میں خیال آیا اور واقعتاً سچا خیال تھا۔ معاذ اللہ! اللہ سے فراڈ کرنے والی بات نہیں تھی بلکہ سچا جذبہ آیا کہ اے اللہ! تو نے مجھے اس ٹیلے کے برابر دولت عطا کی ہوتی تو میں اسے تیری راہ میں لٹا دیتا۔

اللہ نے وقت کے نبی کو حکم دیا کہ آپ اپنے اس امتی کو بتا دیجئے کہ اللہ پاک نے اس ٹیلے کے برابر دولت خرچ کرنے کا ثواب اس کو عطا کر دیا۔ دیا کچھ نہیں لیکن اللہ پاک نے نواز دیا۔

حدیث میں آتا ہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب آقا ﷺ نے مسلمانوں سے چندے کی اپیل کی تو مسلمانوں نے اپنی حیثیت کے مطابق دیا۔ کسی نے اتنا دیا کہ مسجد نبوی کا صحن بھر گیا اور کوئی بیچارہ تھوڑی سی کھجوریں لے کر آ گیا، تھوڑے سے جو لے کر آ گیا، جو کسی کی طاقت میں تھا وہ لے کر آ گیا ایک صحابی کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ رات کو تہجد میں اٹھے روتے ہوئے اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا دیئے میرے اللہ! آج تیرے

حبیب نے چندے کی اپیل کی ہے میرے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں ہے۔میں اپنی جان پیش کرتا ہوں تو اس کو قبول فرمالے حضور ﷺ نماز فجر کے بعد اٹھے اور فرمایا کون ہے جس نے رات کے وقت اللہ کے حضور اپنی جان کو پیش کیا ہے۔

اب سننے والا تو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں تھا،کوئی انسان نہیں تھا سننے والا، کچھ دیر وہ خاموش رہے حضور ﷺ نے جب بار بار سوال کیا تو وہ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ میں ہوں، میں نے اپنی جان اللہ کے حضور پیش کی میرے پاس مال تو کچھ بھی نہیں تھا۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا؛ کہ اللہ نے تیری جان کے نذرانے کو قبول فرمالیا۔تو نیت کا معاملہ میرے بھائیو! ایسا ہے کہ بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں کہ اللہ پاک انہیں بغیر عمل کے، بغیر خرچ کرنے کے بھی نواز دیتے ہیں۔تو ایک طرف تو اللہ پاک نے اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کی تعریف بیان فرمائی۔

قابل مذمت مالدار لوگ

اور دوسری طرف اللہ پاک نے ان لوگوں مذمت بیان فرمائی جو اللہ کے دیئے ہوئے مال پر ایسے قبضہ جما لیتے ہیں جیسے خزانے پر سانپ ہوتے ہیں۔

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ میں بڑے سخت انداز میں مذمت بیان فرمائی فرمایا کہ؛

وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّھَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَہَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ (سورۃ التوبۃ ۳۴، پ ۱۰)

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادیں۔

یَّوۡمَ یُحۡمٰی عَلَیۡہَا فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ

جس دن کہ مال کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا

فَتُکۡوٰی بِہَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ

(سورۃ التوبۃ ۳۵، پ ۱۰)

پھر اس مال سے ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا اور ان کے پہلو کو داغا جائے گا اور ان کے پیٹ کو داغا جائے گا اور اللہ کی طرف سے کہا جائے گا

ھٰذَا مَا کَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ ... یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا

فَذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَکۡنِزُوۡنَ ﴿۳۵﴾ ... تو چکھو جو تم جمع کیا کرتے تھے

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر سخت وعید

اور خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ؛

مَنۡ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمۡ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ

جس کو اللہ نے مال دیا لیکن وہ اس مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا۔ قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا وہ اس کے جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا۔ اَنَا مَالُکَ اَنَا

کَنْزُکَ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ حضور ﷺ نے یہ فرمایا اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَشَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ (سورۃ آل عمران آیت ۱۸۰، پ ۴)

وہ لوگ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ مال ان کے لئے بہتر ہے میں نے مال کو بچا لیا بڑا چالاک ہوں، بڑا ہوشیار ہوں، مال کو بچایا میں نے خرچ نہیں کیا، بچاتا رہا، بچاتا رہا کسی کی باتوں میں نہیں آیا۔ تو یہ مت سمجھیے کہ یہ بچانا میرے لئے بہتر ہے۔ یہ ان کے لئے بدتر ہے۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جس مال کے ساتھ یہ بخل کرتے ہیں

یہ قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

ہر چیز کا مالک اللہ ہے

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور فرمایا کہ مت سمجھو کہ تم اس مال کے مالک ہو، آسمان وزمین کا مالک، آسمان وزمین کی میراث یہ صرف اللہ کے لئے ہے ان سب کا مالک

اللہ۔ایک مومن کو یہی سوچ دی گئی کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے۔تم بھی اللہ کے اور تمہارے پاس جو کچھ ہے یہ بھی اللہ کا ہے اس کائنات میں جو کچھ ہے سب اللہ کے ہیں۔

زمین اللہ کی اور زمین سے حاصل ہونے والے غلے، پھل، اناج یہ سب اللہ کے یہ آسمان اللہ کا اور آسمان پر چمکنے والا سورج، چاند، ستارے یہ اللہ کے، یہ سمندر، یہ دریا یہ سب اللہ کے، جنت اللہ کی، دوزخ اللہ کا، عرش اللہ کا، فرش اللہ کا، کرسی اللہ کی، لوح اللہ کی، قلم اللہ کا، یہ جسم اللہ کا، یہ جان اللہ کی، ہمارا مکان اللہ کا، ہمارا کاروبار اللہ کا، دکان اللہ کی، فیکٹری اللہ کی، ہماری اولاد اللہ کی، ہماری زبان اور یہ صلاحیتیں یہ سب کچھ اللہ کی ہیں۔

ہماری ملکیت میں تو کچھ نہیں ہے اسی لئے تو کہا گیا کہ جب تمہارے کسی عزیز کا انتقال ہو جائے یا تمہارے مال کا کوئی نقصان ہو جائے یا کوئی چیز گم ہو جائے تو پڑھا کرو۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ صرف کسی کی موت پر پڑھنے کا نہیں ہے بلکہ کوئی نقصان پہنچے، آگ لگ جائے، کوئی چیز گم ہو جائے، جیب کٹ جائے تب بھی یہی ہے یوں پڑھیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ہم اللہ کے ہماوے پاس جو کچھ ہے یہ بھی اللہ کا، ہم بھی آخر اللہ کی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔

حدیث میں یہ آیا کہ جو شخص نقصان کے وقت یہ پڑھتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ پاک اس کو یا تو وہی چیز عطا فرما دیتے ہیں یا اس سے بہتر اس کا بدل عطا فرما دیتے ہیں۔

تو یہ کیا تصور ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہ ہمارا کچھ نہیں جو کچھ ہے اللہ کا ہے تو یہ سوچ دی گئی۔آپ پہلے پارے کی ابتداء کرتے ہیں تو یہ پڑھتے ہیں۔

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ

متقین کون ہے؟ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور آگے اللہ نے کیا فرمایا؛

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۞... (سورۃ البقرہ آیت ۳، پ ۱)

جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں۔

مومن اللہ کے حکم کے پابند

اگر اللہ ہمیں یہ حکم دیتا کہ میں نے جو کچھ دیا اسے خرچ کر دو شام ہونے سے پہلے گھر کا صفایا کر دو۔رات اس حال میں نہ آئے کہ تمہارے پاس کچھ بھی ہو اگر اللہ ہمیں یہ حکم دے دیتا۔

تو ہم اس حکم پر عمل کرنے کے پابند ہوتے۔ہمارے حضور کو تو اللہ نے یہ حکم نہیں دیا حکم کے بغیر ہی آپ اس حکم کے پابند تھے۔کہ کوشش فرمائی کہ زندگی بھر کہ کوئی رات ایسی نہ گزرے کہ میرے گھر میں سونا، چاندی پڑا ہوا۔اللہ اکبر

زندگی کی آخری شب بڑے پریشان۔آخری ایام میں بڑے پریشان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ اتنی پریشانی۔فرمایا کہ وہ تھوڑا سا مال پڑا ہوا تھا میں کیا جواب دوں گا اللہ پاک کو کہ میرے پاس مال

میں دنیا سے آیا تھا کہ میرے گھر میں سونا، چاندی پڑا ہوا تھا۔

اگر اللہ ہمیں حکم دے دیتا کہ جو کماؤ سارا خرچ کردو تو ایک مومن کی حیثیت سے ہم اس کے پابند تھے اللہ کے حکم پر عمل کرتے اللہ جو حکم دے دے اس پر عمل کرنا مومن کے لئے لازم۔

اللہ کے حکم کی اتباع

حضرت شیخ الہند محمود الحسن نور اللہ مرقدہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر میرا اللہ مجھے حکم دیتا۔

کہ اے محمود الحسن اڑو، اب اڑ تو سکتا نہیں، انسان تو نہیں اڑتا پرندے اڑتے ہیں لیکن فرمایا کہ میرا اللہ اگر مجھے حکم فرما دیتا کہ اڑو تو میں اڑنے کی کوشش ضرور کرتا۔

اونچی جگہ پر چڑھ جاتا اور ہاتھ ہلاتا اور پرندے کی طرح اڑنے کی کوشش ضرور کرتا اگرچہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔تو ایک مومن کی شان تو یہ ہے کہ اللہ جب کوئی حکم دے دے تو اس پر عمل کرے، عمل کرنے کی کوشش ضرور کرے جو اس کی طاقت میں ہے۔اپنی طاقت کے مطابق۔تو اللہ یہ حکم دے دیتا میرے بھائیو! تو ہم اس حکم کو کرنے کے پابند تھے۔

جب اللہ نے یہ نہیں کہا کہ سارے دے دو بلکہ اللہ نے فرمایا جو دیا اس میں سے کچھ، ہم نے تو بہت کچھ دیا اس میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو۔

زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق

اور یہ بھی عرض کردوں یہ زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ یہ ٹیکس نہیں ہے یہ عبادت ہے۔اسی لئے اللہ پاک نے زکوٰۃ کا ذکر نماز کے ساتھ کیا ہے۔اگر زکوٰۃ ٹیکس ہوتی تو حکومتی ضروریات میں اسے خرچ کرنے کی اجازت ہوتی لیکن اسے حکومتی ضروریات میں اور اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

آگے آرہا ہے۔آقا ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بھی اجازت نہیں کہ میں اللہ کے مصارف سے ہٹ کر زکوٰۃ کے مال کو خرچ کروں۔

تو زکوٰۃ یہ ٹیکس نہیں عبادت ہے اگر زکوٰۃ ٹیکس ہوتی تو اسے اپنی صوابدید کے مطابق حکومت کو خرچ کرنے کی اجازت ہوتی۔

حالانکہ حکمران تو رہے ایک طرف خود اللہ کے نبی نے فرمایا کہ مجھے بھی اللہ کے بیان کئے ہوئے،متعین کئے ہوئے زکوٰۃ کے مصارف سے ہٹ کر خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

جیسے دوسری عبادات کا مقصد اللہ کی رضا ہے زکوٰۃ کا مقصد بھی اللہ کی رضا ہے۔میرے اللہ کا دیا ہوا مال ہے میرے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ ہوجائے اور میرا اللہ راضی ہوجائے یہ مسلمان کی سوچ زکوٰۃ کی ادائیگی سے ہے۔

خدانخواستہ اگر لوگوں کے پروپیگنڈے کے مطابق ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ زکوٰۃ بھی ایک ٹیکس ہے تو جیسے اللہ ہمیں معاف فرمائے۔ہم ٹیکس

چوری میں مشہور ہیں ہم زکوٰۃ کی بھی چوری شروع کردیں گے تو اب بھی بے شمار مسلمان ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

مسلمان ہیں، ایمان کے دعوے ہیں لیکن زکوٰۃ نہیں دیتے اور اگر ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے تو زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ہزاروں راستے نکال دیئے جائیں گے۔

تو زکوٰۃ کا مقصد بھی اللہ کی رضا جیسے دوسری عبادات کا مقصد وہ اللہ پاک کی رضا لیکن زکوٰۃ کا فائدہ یہ خود ہمیں ہی ہوتا ہے اللہ کی ذات کو کوئی فائدہ نہیں۔

جیسے ہمارے روزوں سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں، پاکستان میں بسنے والے ۱۷،۱۶ کروڑ مسلمان اگر سارے کے سارے بھوکے رہیں تو اللہ کو کوئی فائدہ نہیں اور سارے کے سارے روزہ خور بن جائیں اور کوئی ایک بھی روزہ نہ رکھے تو اللہ کو کوئی نقصان نہیں فائدہ بھی ہمارا نقصان بھی ہمارا۔ یوں ہی زکوٰۃ کے فوائد ہم ہی کو حاصل ہوتے ہیں اللہ کی ذات کو کوئی فائدہ نہیں۔

زکوٰۃ کے فوائد

زکوٰۃ کے جو فوائد کھلی آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور علماء نے کتابوں میں بیان کیئے ہیں۔

زکوٰۃ کا پہلا فائدہ

سب سے پہلے تو یہ کہ زکوٰۃ کے ذریعے سے ہم اپنے ہی بھائی، بہنوں کی

ضروریات پوری کرتے ہیں، اپنے عزیز رشتہ داروں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ مسکینوں کے کام آتے ہیں، یتیموں کے کام آتے ہیں، بیواؤں کے کام آتے ہیں، پوری دنیا کے مسلمانوں کے کام آتے ہیں اور سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔

زکوٰۃ کا دوسرا فائدہ

اور زکوٰۃ کا جو دوسرا فائدہ کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کی وجہ سے دولت پورے مسلمان معاشرے میں گردش کرتی ہے۔ چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہیں رہ جاتی۔ اللہ پاک نے جو مال غنیمت کی تقسیم کا حکم دیا اور میراث کی تقسیم کا حکم دیا اور زکوٰۃ اور صدقات کا جو نظام رکھا۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے بلکہ دولت پورے مسلم معاشرے میں گردش کرتی رہے۔

چنانچہ اللہ فرماتے ہیں؛

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (سورۃ الحشر آیت ۷، پ۲۸)

ایسا نہ ہو کہ دولت چند سرمایہ کاروں کے درمیان ہی گردش کرتی رہے بلکہ سارے مسلمانوں تک اس دولت کے فوائد پہنچے۔ آج جو سرمایہ دارانہ معاشرہ ہے جس میں زکوٰۃ کا کوئی تصور نہیں۔ اس میں بڑی خرابی یہ

سامنے آرہی ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گئی۔

کہا جاتا ہے کہ پوری دنیا پر اس وقت جو حکومت کر رہی ہے پانچ سو ملٹی نیشنل کمپنیاں ان کے درمیان دولت محدود ہو کر سمٹ کر رہ گئی ہے اور وہ چاہتے یہ ہیں کہ زیادہ سے زیادہ دنیا کے وسائل پر ان کا قبضہ ہو جائے۔

ان کی درندگی کی انتہا یہ ہے کہ وہ ہر سال لاکھوں ٹن گندم سمندر میں ضائع کر دیتے ہیں تاکہ مارکیٹ میں قیمتیں مستحکم رہیں، قیمتیں نہ گر جائیں اور غریبوں کو ان کا فائدہ نہ پہنچ جائے۔

تو جب اللہ کے نظام پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا تو اس قسم کی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ آج جو بھوک نظر آتی ہے، فقر اور غربت دکھائی دیتی ہے اور بعض لوگ اپنے بچوں کو بھوک سے بلک کر دیکھ کر خودکشی پر تیار ہو جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ پاک نے انسان تو زیادہ پیدا کر دیئے اور رزق کم پیدا کر دیا ایسا نہیں ہے اللہ ایسا نہیں کرتا کہ انسان تو زیادہ پیدا کر دے اور رزق کم پیدا کرے ایسا نہیں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بے شمار انسان ہیں جن کے رزق پر دوسروں نے قبضہ جما رکھا ہے۔

ایسے بھی ہیں جنہوں نے ایک لاکھ انسانوں کے رزق پر ایک کروڑ انسانوں کے رزق پر قبضہ جما رکھا ہے اور ان کے قبضہ کی وجہ سے ہی غربت پیدا ہوتی ہے اور بعض لوگ خودکشی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

تو زکوٰۃ کا ایک بڑا فائدہ جو نظر آتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے دولت پورے مسلم معاشرے میں گردش کرتی ہے چند ہاتھوں میں سمٹ

کرنہیں رہ جاتی۔

زکوٰۃ کا تیسرا فائدہ

اور ایک تیسرا فائدہ جو اللہ پاک نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ جب زکوٰۃ دی جاتی ہے تو مال بھی پاک ہوتا ہے اور دل بھی پاک ہوتا ہے۔تزکیہ اور پاکیزگی یہ زکوٰۃ کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔

اللہ نے سورۂ توبہ میں ہمارے آقا ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

(سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳،پ ۱۱)

اے میرے حبیب آپ ان کے مال میں سے صدقہ اور زکوۃ لیں۔کیا ہوگا زکوۃ لینے کی وجہ سے ان کی تطہیر ہوگی، ان کا تزکیہ ہوگا یہ پاک ہوجائیں گے۔

اسی طرح سورہ لیل میں اللہ نے فرمایا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾

(سورۃ اللیل آیت ۱۷، ۱۸،پ ۳۰)

دوزخ سے بچالیا جائے گا اسے جو اللہ سے ڈرنے والا وہ جو کہ اپنا مال دیتا ہے اس لئے کہ پاک ہونا چاہتا ہے۔

ادائیگی زکوٰۃ سے دو بڑی بیماریوں کا علاج

تو زکوٰۃ سے مال بھی پاک ہوتا ہے اور دل بھی پاک ہوتا ہے دو بڑی

بیماریاں ہیں اور پوری دنیا میں فتنہ اور فساد کا ذریعہ ہیں۔

۱)......حبِّ مال ۲)......حبِّ جاہ

مال کی محبت اور بڑا بننے کی محبت یہ دو بیماریاں ہیں جس کی وجہ سے چوری بھی ہوتی ہے، ڈکیتیاں بھی ہوتی ہیں، ذخیرہ اندوزی بھی ہوتی ہے، ملاوٹ بھی ہوتی ہے، حرام کو بھی کمایا جاتا ہے، تباہی بھی ہوتی ہے، قتل و غارت گری بھی ہوتی ہے۔ انہی دو بیماریوں کی وجہ سے حب مال کی بیماری اور حب جاہ کی بیماری۔ تو جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے تو اللہ پاک اس کو پاک کر دیتے ہیں مال کی محبت کی بیماری سے۔

حب مال کی بیماری کیسی خطرناک ہے آپ اندازہ کیجئے! آج کل ہمارے ہاں ویسے تو ہر چیز میں ہی مہنگائی ہے آج کل چینی کا ایک بحران پیدا ہوا ہے آپ جانتے ہیں یہ بحران پیدا کرنے والے بڑے بڑے مگر مچھ۔ اتنی دولت کے اگر سو سال تک کچھ بھی نہ کریں تو بھی بھوکا مرنے والے نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حب مال اور حب جاہ کی بیماری سے محفوظ فرمائے اور ہمارے مال میں جو اللہ نے فریضہ مقرر فرمایا ہے زکوٰۃ کی صورت میں اسی کو ٹھیک ٹھیک خوش دلی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

احکام و مصارف زکوٰۃ

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞......فرضیت زکوٰۃ

۞......احکام زکوٰۃ پر ایک نظر

۞......ریاست کی فلاح و بہود میں نظام زکوٰۃ کا کردار

۞......کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے؟

۞......قابل زکوٰۃ مال

۞......زکوٰۃ کا حساب کس طرح لگایا جائے

۞......زکوٰۃ کا مستحق کون؟

۞......کن مصارف میں مال زکوٰۃ لگانا افضل ہے؟

۞......غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

۞......کیا زکوٰۃ کی رقم سے مسجد، مدرسے اور ہسپتال تعمیر کیے جاسکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ﴿۴۳﴾

(سورۃالبقرۃ آیت ۴۳، پ ۱)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

میرے محترم بزرگو! عزیز دوستو! بہنو اور بیٹیو!

جیسا کہ اشتہار کے ذریعے معلوم ہو چکا آج کے درس کا موضوع "زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ ہے" لیکن اشتہار مرتب کرنے والے حضرات نے اس موضوع کے ضمن میں کئی اہم سوالات اٹھائے ہیں، اگر میں عمومی طور پر زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ کے بارے میں بات کر دوں تو ممکن ہے کہ ان میں سے بعض سوالات تشنہ رہ جائیں، اس لیے آج کے درس کا انداز ہم نے ذرا

مختلف رکھا ہے اور وہ یوں کہ اس میں میرے سامنے اس وقت جو کم وبیش بارہ سوالات ہیں ان کے جوابات دینے کی کوشش کروں گا، اگر کسی ساتھی کے ذہن میں کوئی اور اشکال وسوال ہو تو وہ بھی تحریری طور پر یہاں پہنچا سکتا ہے، اگر وقت نے اجازت دی تو ان شاء اللہ ان بارہ سوالات کے علاوہ جو سوالات آئیں گے ان کا جواب دینے کی بھی کوشش کی جائے گی۔

فرضیت زکوٰۃ

پہلا سوال زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں ہے، زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رُکن ہے، اس کے فرض ہونے کے دلائل قرآن میں بھی ہیں، احادیث میں بھی ہیں اور اس کی فرضیت پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور زکوٰۃ فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنے والا فاسق ہے۔ اللہ ہمیں کفر سے بھی بچائے اور اللہ ہمیں فسق سے بھی بچائے۔

قرآن کریم میں ستر (۷۰) سے زیادہ مقامات پر اللہ نے اقامت صلوۃ اور ادائے زکوٰۃ کا ساتھ ذکر کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ پاک کی نظر میں جو اہمیت نماز کی ہے وہی اہمیت زکوٰۃ کی بھی ہے، پہلے پارے میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۳ میں اللہ فرماتے ہیں

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ

پہلے ہی پارے میں سورہ البقرۃ کی آیت ۱۱۰ میں اللہ فرماتے ہیں

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں اللہ فرماتے ہیں:

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ

نیک وہ شخص ہے جو نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۲ میں اللہ ایمان والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ

وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

یوں ہی متعدد جگہ اللہ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا اور بعض جگہ زکوٰۃ کے لفظ کی بجائے انفاق کا لفظ استعمال فرمایا، انفاق کا معنی خرچ کرنا، جیسا کہ سورۂ بقرہ کے شروع ہی میں اللہ نے ایمان والوں کی، تقویٰ والوں کی، نیک اور مقرب لوگوں کی نشانیاں بیان فرمائیں، اُن لوگوں کی نشانیاں بیان فرمائیں جن کے لیے قرآن ہدایت ہے فرمایا کہ:

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۳ (سورۃالبقرۃ۳)

جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں

اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ

کرتے ہیں، پھر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں اور صدقہ وزکوٰۃ دینے والوں کے اللہ نے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

مثالوں کے ذریعے سے اجروثواب کی وضاحت

مثالوں کے ذریعہ سے ان کے اجروثواب کو بیان کیا، مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ پارہ نمبر ۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ (البقرۃ ۲۶۱، پ ۳)

جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال اُس کاشتکار کی سی ہے جو زمین کو ایک بیج، ایک دانہ دیتا ہے اور زمین اس کو واپس کرتی ہے سات سو دانے، یعنی ایک بیج سے سات بالیاں اور ہر بالی میں سو دانے، یونہی جو اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ کرے گا، وہ ایک دے گا اللہ اُس کے بدلے میں اُس کو سات سو واپس کرے گا، اور اللہ کہتے ہیں سات سو آخری حد نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ

اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے ثواب کو دوگنا اور دوچند کر دیتا ہے، ایسے بھی ہوں گے جو ایک خرچ کریں گے اور اس ایک کے بدلے میں ان کو سات سو نہیں بلکہ سات ہزار دیئے جائیں گے اور ایسے بھی ہوں گے جو ایک خرچ کریں گے اور ایک کے بدلے میں ان کو سات ہزار نہیں بلکہ سات لاکھ

بھی دیئے جاسکتے ہیں، اس لیے کہ اللہ کے ہاں نیکی کی قدر و قیمت لگاتے وقت اخلاص نیت کو دیکھا جاتا ہے، اخلاص کتنا ہے؟ اللہ کی رضا کی جستجو، چاہت اور طلب کتنی ہے۔

بخل کرنے والوں کی مذمت

جیسے اللہ نے اپنی راہ میں مال خرچ کرنے والوں اور زکوٰۃ وصدقہ دینے والوں کے فضائل بیان فرمائے اس کے برعکس اُن لوگوں کی مذمت بھی بیان فرمائی جو اللہ کی راہ میں مال کو خرچ نہیں کرتے، مثلاً سورۃ التوبہ میں اللہ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾

(سورۃ التوبۃ آیت ۳۴، پ ۱۰)

جو لوگ مال ودولت، سونا، چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ... (سورۃ التوبۃ آیت ۳۵، پ ۱۲)

قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ان کے سونے چاندی کو تپایا جائے گا

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ

(سورۃ التوبۃ آیت ۳۵)

پھر اس سے داغا جائے گا ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان

کی پُشتوں کو، اور کہا جائے گا

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

یہ وہ خزانہ ومال ودولت ہے جسے تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

جو تم جمع کرتے تھے آج اُس کا مزہ چکھو

علماء مفسرین کہتے ہیں اللہ نے تین جگہوں کو داغنے کا ذکر فرمایا پیشانی کو، پہلو کو، اور پیٹھ کو یعنی کمر کو، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا جب سنتے ہیں تو اُن کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں اور پہلو بدل لیتے ہیں، پہلو کے بل پھر جاتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو منہ موڑ لیتے ہیں انہیں ایسا شخص اچھا ہی نہیں لگتا جو اُنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دے، جو انہیں اپنے مال پر پہرا اور حفاظت کا انتظام کرنے کی تلقین کرے، جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا:

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ ... (سورۃ ھود آیت ۸۷، پ ۱۲)

اے شعیب! کیا تمہاری نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کی عبادت چھوڑ دیں اور یہ کہ ہم اپنے اموال جہاں چاہیں جیسے چاہیں خرچ کریں کیا تمہاری نماز ہمیں اس سے روک سکتی ہے؟ یہاں سے ایک بات یہ بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی مشرک قوم یہ سمجھتی تھی

کہ جب نماز پڑھی جائے گی تو نماز اپنے اموال میں من مانی کرنے سے روک دے گی، نماز یہ سکھائے گی کہ مال کو کمانا کیسے ہے اور مال کو خرچ کہاں کرنا ہے؟ قرآن کریم اس طرح کی آیات سے بھرا پڑا ہے جن میں اللہ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کے فضائل بیان فرمائے، اور مال کے ساتھ ڈوب کر محبت کرنے والوں اور مال کو معبود بنانے والوں کی مذمت بیان فرمائی۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ہدایت

اسی طرح حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب صحابی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے معاذ! یمن میں اہل کتاب کافی تعداد میں رہتے ہیں انہیں سب سے پہلے تو توحید کی دعوت دینا اور پھر ایمان بالرسالت کی، اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ اس کی شہادت دیتے ہوئے ایمان کا اقرار کرلیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ نے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ نے ان کے مال میں صدقہ فرض کیا ہے جو کہ ان کے امیروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقیروں کو دیا جائے گا تو بہت سی احادیث ہیں جن میں زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت کا بیان ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کی مذمت کا ذکر ہے، تو پہلا سوال تو زکوٰۃ کی فرضیت کا بارے میں تھا۔

احکام زکوٰۃ پر ایک نظر

دوسرا سوال زکوٰۃ کے احکام کے بارے میں ہے، اب زکوٰۃ کے احکام تو بیسیوں ہیں اگر اُن کو لکھا جائے تو سینکڑوں صفحات لکھے جائیں اور بیان کیے جائیں تو گھنٹوں لگ جائیں، میں اختصار کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام نے ہر ایسے بالغ، عاقل مسلمان پر زکوٰۃ کو فرض کیا ہے جو صاحبِ نصاب ہو اور صاحبِ نصاب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اُس کی قیمت کا نقد روپیہ یا سامان تجارت ہو، اور اس نصاب پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، جو شخص ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقد روپے یا سامان تجارت کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، لیکن اس میں ایک ایک روپے کا الگ الگ حساب نہیں کیا جائے گا بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے یا زکوٰۃ کے حساب کے لیے جو تاریخ متعین کر لی جائے ہر سال اُس تاریخ کو اپنی ملکیت میں موجود چیزوں کا حساب لگایا جائے گا۔

سال گزرنے کا حساب کیسے لگایا جائے؟

مثال کے طور پر آج چودہ رمضان ہے ایک شخص چودہ رمضان ۱۴۲۷ھ میں صاحب نصاب بنا اور اس نے اپنی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقد روپیہ، سامان تجارت ان سب کا حساب لگایا تو اس کی مالیت دو

لاکھ روپے بنی اور اس نے دو لاکھ روپے کی زکوٰۃ اس رمضان میں یعنی ۱۴ رمضان ۱۴۲۷ھ میں ادا کر دی، اب اگلے سال ۱۴ رمضان کو وہ دوبارہ اپنی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقدی اور سامان تجارت کا حساب لگائے گا اور جو کچھ موجود ہوگا اس پر زکوٰۃ ادا کرے گا یہاں تک کہ اگر وہ ۱۳ رمضان کو دو لاکھ روپے کا مالک تھا، پچھلے سال ۱۴ رمضان کو وہ دو لاکھ روپے کا مالک تھا اور ایک سال بعد حساب کی تاریخ سے ایک دن پہلے اس کی ملکیت میں دو لاکھ روپے مزید آ گئے تو اب وہ چار لاکھ روپے کی زکوٰۃ ادا کرے گا، یہ نہیں کہے گا کہ ایک سال جو گزرا ہے وہ تو دو لاکھ روپے پر گزرا ہے اور یہ جو دو لاکھ روپے آئے ہیں یہ تو مقررہ دن اور حساب سے ایک دن پہلے آئے لہٰذا انہیں مال زکوٰۃ میں شامل نہ کروں، اس کی زکوٰۃ ادا نہ کروں ایسا نہیں لیا جائے گا بلکہ حساب کی جو تاریخ مقرر کر لے گا اس متعین تاریخ سے اگر ایک دن پہلے بھی اس کے پاس کچھ مال آ گیا تو اس کو بھی نصاب میں شامل کر لیا جائے گا اور اس کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

البتہ یہاں ایک بات ذہن میں رکھیں کہ ضروری نہیں کہ حساب کے بعد ہی زکوٰۃ ادا کی جائے بلکہ حساب سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر سال ۱۴ رمضان کو زکوٰۃ ادا کی جائے بلکہ رمضان سے بھی قبل شعبان میں، رجب میں، ربیع الثانی میں، ربیع الاول میں کسی بھی مہینے میں ادا کر دے۔

سال بھر میں تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ ادا کرنے کے دو فائدے

بلکہ میرے تجربہ کے مطابق اگر انسان پورا سال تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ ادا کرتا رہے تو اس میں دو بڑے فائدے ہیں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ایک دم بوجھ نہیں پڑتا، اب اگر ایک دن حساب لگایا اور اس کی زکوٰۃ بن گئی ایک لاکھ روپے تو ممکن ہے کہ اس کا نفس حیلے بہانے کرنے لگے، ایک لاکھ روپے کا یکمشت ادا کرنا اسے مشکل محسوس ہو، لیکن اگر پورے سال تھوڑا تھوڑا ادا کرتا رہے گا تو یہ بوجھ نہیں ہوگا۔

اور دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ صحیح مصرف اور صحیح مستحق کو تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے، جو لوگ یہ عہد کر لیتے ہیں اور عادت بنا لیتے ہیں کہ ہم تو بس رمضان میں ہی متعین تاریخ میں زکوٰۃ ادا کریں گے تو بعض اوقات صورت ایسی ہوتی ہے کہ وہ ادا نہیں کر پاتے، پھر عین وقت پر صحیح مستحق نہ مل پایا تو جو بھی سامنے آ گیا بس اس کو دے دی، بعض اوقات مستحق بھی لیتے ہیں اور بعض اوقات غیر مستحق بھی لے اڑتے ہیں، رمضان کے فضائل اپنی جگہ لیکن رمضان کی فضیلت حاصل کرنے سے زیادہ صحیح مصرف اور صحیح مستحق تک زکوٰۃ کا پہنچانا ضروری ہے۔

یہاں تک کہ میں تو یہ بھی کہوں گا بعض حضرات یہ کرتے ہیں کہ عمرہ کرنے کے لیے جاتے ہیں تو وہاں زکوٰۃ ادا کر دیتے ہیں یہ سوچ کر کہ یہاں تو ایک کا ایک لاکھ ملے گا اور ایک کا پچاس ہزار ملے گا، چنانچہ بعض ایسے لوگوں کو زکوٰۃ

دے کر آ جاتے ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ خود صاحبِ نصاب ہوتے ہیں اور سعودیہ میں ایک ایک دن میں پاکستان کے حساب سے دس دس ہزار روپیہ کما لیتے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر ایک بھیک والے نے سعودیہ میں پورے دن میں ایک ہزار ریال جمع کر لیے تو گویا کہ پندرہ یا سولہ ہزار اس نے ایک دن میں کما لیے اور ہم اس کو زکوٰۃ دے رہے ہیں یہ سوچ کر کہ مجھے ایک کے لاکھ ملیں، وہ تو زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوئی، جب آپ نے ایسے شخص کو زکوٰۃ دے دی جو مستحق زکوٰۃ تھا ہی نہیں جو خود صاحب نصاب ہے تو اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوئی۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ انسان پورا سال ادا کرے اور صحیح مصرف تلاش کرے، پھر یہ حساب بھی رکھے کہ میں اب تک کتنی زکوٰۃ ادا کر چکا ہوں اور کتنی زکوٰۃ میرے ذمے باقی ہے۔

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ہمیں وہ شخص غریب و نادار، زخموں سے چُور، کئی کئی دن فاقے کرنے والا، بچوں کی آہیں اور سسکیاں سننے والا رمضان سے پہلے نظر تو آئے لیکن ہم اس کو زکوٰۃ نہ دیں اور یہ کہیں کہ نہیں جناب رمضان میں ہی دوں گا تاکہ ایک کے ستر ملیں، کیا یہ اللہ کی رضا کی صورت ہے یا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے؟ پاکستان میں ہی کتنے گاؤں، گوٹھوں میں مفلس و قلاش لوگ ہیں، قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے لیکن ہم ان کو زکوٰۃ نہیں دیتے، ہم زکوٰۃ دیتے ہیں سعودیہ میں جا کر اور وہ بھی ایسے نام نہاد فقیروں کو جو مالدار ہیں جن کو بعض لوگ خاص طور پر وہاں بھیک مانگنے کے لیے لے کر

جاتے ہیں، ہم وہاں دیتے ہیں تاکہ ہمیں ایک کے ایک لاکھ ملیں۔

تو دیکھئے! وقت اور جگہ سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں مصرف کی اہمیت ہے، صحیح مصرف اور صحیح مستحق تک پہنچانا ضروری ہے۔

ریاست کی فلاح وبہبود میں زکوٰۃ کا کردار

تیسرا سوال یہ کیا گیا ہے کہ ریاست میں زکوٰۃ کا کردار کیا ہے؟ یہاں یہ سمجھئے کہ اسلام جس قسم کی ریاست چاہتا ہے وہ ایسی ریاست ہے جس میں اللہ کے قانون کا غلبہ ہو اور وہ فلاحی قسم کی ریاست ہو، میں ان دو چیزوں کو ساتھ شامل کر رہا ہوں یعنی اسلامی ریاست وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین کا غلبہ ہو اور فلاحی قسم کی ریاست ہو، یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج کل بہت سے لوگ اس بات کو تو نمایاں کر کے بیان کرتے ہیں کہ اسلام فلاحی ریاست کا تقاضا کرتا ہے لیکن ان کا مقصد فلاحی ریاست سے بس یہ ہوتا ہے کہ جہاں لوگوں کو ضروریات زندگی فراہم کی جائیں، چنانچہ ان کی نظر میں مغرب ویورپ کی وہ حکومتیں جہاں شہریوں کی اور انسانوں کی بنیادی ضروریات پوری کی جاتی ہیں وہ ایک آئیڈیل اور فلاحی ریاست ہے، تو گویا مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ اسی قسم کی فلاحی ریاستیں قائم کریں۔

حقیقی فلاحی ریاست

ویسے اسلام واقعی فلاحی ریاست چاہتا ہے اور اسلام کے تقاضے تب ہی پورے ہوں گے جبکہ ریاست میں رہنے والے شہریوں کی بنیادی ضروریات

پوری کی جائیں۔لیکن صرف بنیادی ضروریات کا پورا کر دینا ہی اسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں بلکہ ایمانی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنا بھی اسلام کا تقاضا ہے، وہاں صرف رفاعی اور فلاح و بہبود کا کام نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہاں معیشت میں، معاشرت میں، سیاست میں، تجارت میں، عدالتوں میں اور ایوانِ حکومت میں بھی اللہ کے احکام کا غلبہ ہو۔

مغرب نے اچھے تصورات اسلام سے حاصل کیے

اور یہ بھی عرض کر دوں کہ آج اہل مغرب کی جن فلاحی ریاستوں کی ہم مثالیں دیتے ہیں دیکھا جائے تو انہوں نے فلاحی ریاست کا یہ تصور مسلمانوں سے لیا ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیا ہے، کیا ہم نہیں جانتے کہ خلفائے راشدین خلافت کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ مسلمان مجاہدین کے لشکروں کو روانہ کرنے کے ساتھ ساتھ، غیر مسلم حکومتوں سے مذاکرات کے ساتھ ساتھ اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے پر بھی توجہ دیتے تھے، یہاں تک کہ ایسا بھی ہوا کہ خلفاء نے خلافت کے ہوتے ہوئے بیواؤں کے گھر کا پانی بھرا، اور خود مدینہ کی گلی کوچوں میں پہرہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح و تاریخ میں کتنے ہی واقعات ہم پڑھتے ہیں کہ وہ راتوں کو مدینہ کی گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے اور ایسے گھرانے تلاش کرتے تھے جو فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہوں، جو کسی بھی مصیبت یا پریشانی کا شکار ہوں۔

آج کل مغرب میں بے روزگاری الاؤنس اور بچہ الاؤنس دیا جاتا ہے کیا وہ واقعہ آپ کی نظر سے نہیں گزرا کہ جس میں آتا ہے کہ ایک شخص حسب عادت مدینہ کی گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک گھر سے بچہ کے رونے کی آواز آئی، ماں نے اپنی بڑی بیٹی سے کہا اسے چپ کراؤ، اس نے کہا کہ یہ دودھ مانگتا ہے تو اس نے کہا کہ دودھ پلا دو تو عورت نے کہا کہ میں اس کو دودھ چھوڑنے کی عادت ڈال رہی ہوں اس لیے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت تک کسی بچے کا الاؤنس مقرر نہیں کرتے جب تک وہ دودھ پینا نہ چھوڑ دے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سُنا تو تڑپ اٹھے اور فرمایا اے عمر! نامعلوم تو نے کتنے بچوں کو دودھ سے محروم رکھا ہوگا، اس دن سے اعلان کر دیا اب ہر بچے کا پیدا ہوتے ہی بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا، دودھ چھوڑنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، تو یہ تصور تو مسلمانوں سے لیا گیا ہے، یہ ایک بڑا المیہ کہ اہل مغرب نے مسلمانوں کی بعض اچھی باتوں کو لے لیا اور ہم نے ان کی بری باتوں کو لے لیا۔

عدالتی نظام کا صاف شفاف ہونا مسلمانوں کی پہچان

عدالتی نظام کا صاف شفاف ہونا مسلمانوں کی پہچان تھی، عدالت کے کٹہرے میں امیر اور غریب سب کا اکٹھے کھڑا ہونا، یہ تو مسلمان قاضیوں نے متعارف کرایا تھا، آج اہل مغرب نے اس چیز کو لے لیا، اور ہم نے ان کی بری باتوں کو لے لیا، ان کے ہاں اپنے شہریوں کا خوب خیال رکھا جاتا ہے،

یہاں تک کہ آپ اندازہ کیجئے! کہ حجاج بن یوسف جیسا جلاد اور قاتل انسان جب سندھ میں ایک مسلمان بیٹی پر ہونے والے ظلم وستم کی خبر سنتا ہے تو بے تاب ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور قسم کھالیتا ہے کہ جب تک میں اس کی امداد نہیں کرلوں گا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا، آج امریکا اور برطانیہ کا کوئی ایک شہری دنیا کے کسی کونے میں مشکل کا شکار ہو تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں لیکن ہمارے شہری ملک میں کیا بیرون ملک میں بھی ظلم وستم کی چکی میں پستے رہیں تو ہمیں اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی، تو بہت سی اخلاقی امور انہوں نے ہم سے لیے ہیں اور اسلام میں فلاح وبہود کے کام کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اسلام نے زکوٰۃ کی وصولی کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ زکوٰۃ وصول کر کے مستحق ناداروں، غریبوں پر خرچ کرے۔

منکرین زکوٰۃ کے خلاف اعلانِ جہاد

یاد ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد جو مختلف فتنے کھڑے ہو گئے تھے ان میں سے ایک فتنہ منکرین زکوٰۃ کا بھی تھا، ان میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا اور بعض ایسے تھے کہ ہم زکوٰۃ تو دیں گے لیکن حکومت وبیت المال کو نہیں بلکہ اپنے طور پر دیں گے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورے عزم کے ساتھ کہا تھا:

وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

اللہ کی قسم میں اُن لوگوں کے ساتھ ضرور بالضرور جہاد کروں گا جو نماز اور

زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں
نماز کی فرضیت کو تو مانتے ہیں لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں میں ان کے ساتھ جہاد کروں گا، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگر جانور کی رسی بھی زکوٰۃ میں دیتے تھے اب اگر یہ اس کا بھی انکار کریں گے یعنی وہ رسّی تک بھی زکوٰۃ میں نہیں دیں گے تو میں تب بھی ان سے جہاد کروں گا،

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی استقامت تھی کہ تمام فتنوں سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے تمام فتنوں کا قلعہ قمع کر دیا۔ اور کسی فتنے کو سر نہیں اٹھانے دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر اس استقامت کا مظاہرہ نہ کرتے تو لگتا یوں ہے کہ شاید چند سالوں میں اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا جاتا اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیا جاتا، کہیں جھوٹے نبی، کہیں مرتدین، کہیں زکوٰۃ کا انکار کرنے والے، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک کہ زکوٰۃ کا وہ نظام جاری نہ کر دیا جو نظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت میں تھا۔

اسلام نے وصولی زکوٰۃ کے لئے حکومت کو ذمہ دار ٹھہرایا تو اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت وہ ہو جو زکوٰۃ کو وصول کر کے واقعی صحیح مصرف میں خرچ کرے اور حکومت وہ ہو جو صرف زکوٰۃ وصولی کر کے صرف اسی حکم کو زندہ نہ کرے بلکہ اللہ کے ہر حکم کو زندہ کرنے کا عزم بھی رکھے اور اسلام کے تمام احکام پر خود عمل کرتے ہوئے سب کو ان پر عمل درآمد کروائے۔

بینک کا زکوٰۃ کاٹنا

آج ہمارے یہاں بھی زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، بینکوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے لیکن اس میں ایک تو فرقوں کے اعتبار سے فرق کیا جاتا ہے کہ فلاں فرقے کی زکوٰۃ تو کاٹی جائے گی اور فلاں فرقے کی زکوٰۃ بینک سے نہیں کاٹی جائے گی، اور بینک میں پیسے ہونا اس کا صاحب نصاب ہونے کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے، چنانچہ بس جس کے بھی بینک میں پیسے ہوں گے اس کی زکوٰۃ کاٹ لی جائے گی چاہے وہ مقروض ہو، حالانکہ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ اگر کسی کی ملکیت میں دو چار لاکھ روپے ہیں لیکن اس پر دو چار لاکھ روپے قرض بھی ہیں تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اور ہمارے ہاں یہ زکوٰۃ وصول کر کے امیروں پر بھی خرچ کی جارہی ہے اور غریبوں پر بھی خرچ کی جارہی ہے۔

بعض مالدار لوگوں کے بچوں کو باہر مہنگی سے مہنگی تعلیم دینے کے لیے مہنگی سے مہنگی اسکالرشپ دی جارہی ہے حالانکہ وہ ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جن پر خود زکوٰۃ فرض ہے لیکن ان کو بھی زکوٰۃ میں سے حصہ دیا جارہا ہے اور پھر جو ناظمین مقرر کیے گئے بعض ان میں سے ایسے خائن ہیں کہ گھپلے کی خبریں آئے دن شائع ہوجاتی ہیں۔

ہمارے گاؤں کے قریب ایسا ہوا کہ حکومت کی طرف سے زکوٰۃ آتی تھی اور گاؤں والوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ یہ زکوٰۃ پورے گاؤں میں ہر

گھر میں برابر تقسیم کی جائے گی، اس میں امیر، غریب، صاحب نصاب، غیر نصاب کو نہیں دیکھا گیا سب کو برابر اس میں سے حصہ دے دیا گیا۔

ان تمام خرابیوں کے باوجود ہمارے بہت سے علماء اس کے قائل ہیں کہ اگر کسی کے اکاؤنٹ میں سے حکومت زکوٰۃ کاٹ لے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور آپ کو یاد ہوگا کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

پھر حکومت زکوٰۃ وصول کرتی ہے سودی کھاتے سے۔ اکاؤنٹ سودی ہے اور مسلمان کے لیے سود کھانا یہ زیبا نہیں ہے اللہ فرماتے ہیں کہ سود کھانا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ کرنا ہے، حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام اگر زکوٰۃ کا نظام اس کی روح کے مطابق نافذ کردے تو اللہ کی قسم! عالم اسلام میں ایک بھی مسلمان رات کو بھوکا نہ سوئے، ایک بھی مسلمان فٹ پاتھ پر رات نہ گزارے، ایک بھی بیمار علاج معالجے سے محروم نہ رہے، کوئی بچہ، کوئی بچی تعلیم سے محروم نہ رہے، اللہ نے عالم اسلام کو اس قدر فراوانی عطا کی ہے۔

اور عالم اسلام میں بعض افراد اس قدر متمول، غنی اور صاحب ثروت ہیں کہ اگر ان میں سے ایک ایک انصاف کے ساتھ پوری زکوٰۃ نکال دیں تو وہ سینکڑوں دیہاتوں اور سینکڑوں شہروں کے لیے اس ایک کی زکوٰۃ کافی ہو سکتی ہے، کیا آپ نہیں جانتے کہ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کے اثاثے اور مال مغربی ممالک کے بینکوں میں پڑے ہیں؟ اگر یہ انصاف کے ساتھ زکوٰۃ ادا کریں تو کوئی بھی اسلامی ریاست غریب نہ رہے اور کوئی بھی

مسلمان باشندہ بھوکا نہ سوئے۔

کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں زکوٰۃ ایک عبادت ہے، اس لیے کہ عبادت اسے کہتے ہیں جس کا مقصد اللہ کی بندگی کرنا ہو اور اللہ کی رضا اور اس کے رحم وکرم کو طلب کرنا ہو۔

عبادت کے معنیٰ

عبادت اس کو کہتے ہیں کہ جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے اور اللہ کی رضا اور اس کے رحم وکرم کا طالب ہوتا ہے، نماز میں بھی یہی روح پائی جاتی ہے کہ نماز کے ذریعہ سے بندہ بندگی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے، حج میں بھی یہی چیز پائی جاتی ہے، روزے میں بھی یہی چیز پائی جاتی ہے، زکوٰۃ میں بھی یہی چیز پائی جاتی ہے، زکوٰۃ ادا کرنے والے اللہ کے سامنے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! میں اور میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ تیرا ہے اور تیرا ہی دیا ہوا ہے میں تیری رضا کے لیے تیرے حکم کے مطابق تیرے بندوں پر خرچ کر رہا ہوں

جان دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ایک مسلمان کی سوچ یہ ہے کہ اے اللہ! میرے پاس جو کچھ بھی ہے میرا جسم، میری زندگی، میری جان، میری اولاد، میرا کاروبار، میری ذہنی

صلاحیتیں، میرا دل و دماغ، یہ سب کچھ تو نے عطا کیا ہے اور تیری ملکیت ہے، لہٰذا اس میں میں صرف وہی تصرف کروں گا جس تصرف کے کرنے کا تو مجھے حکم دے گا، اولاد میں بھی وہی جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہے، جسم میں بھی وہی تصرف جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہے چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ خودکشی کرنا حرام ہے حالانکہ خودکشی کرنے والا کیا کرتا ہے؟ اپنی جان لیتا ہے کسی کو تو نقصان نہیں پہنچاتا لیکن اسلام کی سوچ یہ ہے کہ یہ جان تمہاری نہیں ہے، یہ جان اللہ تعالیٰ کی ہے چنانچہ اس جان کو وہاں لگانا ہے جہاں لگانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں جب اس جان کو لگاتا ہے اللہ کے حکم کے مطابق، سر کٹواتا ہے اللہ کی رضا کے لیے تو اتنا اونچا ہو جاتا ہے کہ اللہ کہتے ہیں کہ اسے مردہ نہ کہو یہ زندہ ہے تم اس کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے۔

لیکن جب اس جان کو لیتا ہے اور سر کو کاٹتا ہے، نفس کے لیے خودکشی کرتا ہے تو اللہ کی نظر میں اتنا گر جاتا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمیشہ جہنم میں اپنے ساتھ وہی کچھ کرے گا جو دنیا میں اس نے اپنے ساتھ کیا، اگر زہر کھا کر مرا تو جہنم میں بھی بار بار زہر کھاتا رہے گا، اگر خنجر گھونپ کر اپنے آپ کو مارا تو قیامت کے دن تک بار بار اپنے جسم میں خنجر گھونپ رہا ہوگا تو عبادت وہ ہے جس میں بندہ اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے، اللہ کے معبود ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

مجھے ایک چھوٹی سی بات یاد آ گئی ہے، ہے تو موضوع سے غیر متعلق لیکن عبرت اور نصیحت والی بات ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ بڑے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے جدید دنیاوی تعلیم کے اعتبار سے، لیکن اس تعلیم میں

اتنا آگے نکل گئے کہ اللہ کا بھی انکار کر دیا تھا، رسالت کا بھی انکار، دین کا انکار، ملحد ہو گئے تو انہیں جو لوگ دوبارہ دین کی طرف واپس لائے ان میں مشہور شاعر اکبر الٰہ آبادی صاحب کا بھی بہت بڑا ہاتھ تھا۔

خود دریا آبادی صاحب نے لکھا ہے کہ الٰہ آبادی صاحب عجیب انداز میں مجھے سمجھاتے رہتے تھے اور دین کی طرف لانے کی کوشش کرتے تھے ایک دن مجھ سے کہنے لگے عبدالماجد صاحب! آپ کو اللہ کے بارے میں تو شک ہے اپنے بندہ ہونے میں بھی شک ہے؟ کہنے لگے میں نے کہا کہ اپنا بندہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے تو کہنے لگے پھر جب بندہ اپنے آپ کو مانتے ہو تو پھر بندہ نواز کو بھی مان لو۔ تو عبادت کا مقصد اللہ کی بندگی کا اظہار ہے، میں بندہ ہوں تو بندہ نواز ہے، میں عابد ہوں تو معبود ہے، میں محتاج ہوں تو غنی ہے، میں لینے والا ہوں تو دینے والا ہے لہٰذا تیرے دیئے ہوئے کو وہیں خرچ کروں گا جہاں خرچ کرنے کا تو حکم دے گا۔ تو زکوٰۃ ٹیکس نہیں زکوٰۃ عبادت ہے۔ تو خدارا! اسے دے کر ایک اور ٹیکس کی چوری کا راستہ ہموار نہ کیجئے ٹیکس کی چوری کا ارتکاب تو ہمارا ایک معاشرتی رویہ بن گیا اس میں کچھ دخل ٹیکس کے ظالمانہ نظام کو بھی ہے کہ ٹیکس لینے کے باوجود ٹیکس دینے والوں کو سہولیات فراہم نہیں کی جاتیں لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم زکوٰۃ کو ٹیکس قرار دیں اور جو ٹیکس چوری کرنے کے عادی ہیں وہ زکوٰۃ کی بھی چوری شروع کر دیں، یہ حکومت کا ٹیکس نہیں ہے چنانچہ زکوٰۃ ایسی جگہ بھی ادا کی جاتی ہے جہاں اسلامی حکومت نہیں ہوتی اگر زکوٰۃ ٹیکس ہوتی تو ایک اسلامی

حکومت میں تو مسلمان زکوٰۃ دینے کے لیے آمادہ ہوتے لیکن غیر مسلم حکومت میں رہنے والے مسلمان زکوٰۃ ادا نہ کرتے لیکن وہاں بھی الحمد للہ! مسلمان زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بلکہ شاید ہم سے زیادہ ادا کرتے ہیں۔

بیرون ممالک مسلمانوں کے صدقہ وغیرہ کا معمول

مجھے گزشتہ دنوں باہر ملک جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں دیکھا کہ اکثر صاحب نصاب مسلمانوں نے اپنے لیے تین مدیں مقرر کی ہوئی ہیں جن میں خرچ کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اپنی حیثیت کے مطابق ان کے ہاں جو رسید چھپی ہوتی ہے اس میں تین مدیں لکھی ہوتی ہیں، سب سے پہلی مد لکھی ہوتی ہے للہ، اس کو وہ کہتے ہیں للہ اللہ کے لیئے مجھے بڑی خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ پہلی مد انہوں نے لکھی ہے للہ اللہ کے لیے۔ یہ للہ کہتے ہیں زکوٰۃ بھی نہیں اور واجب صدقہ بھی نہیں بلکہ یہ محض اللہ کی رضا کے لیے، ایسا پیسا جو وہاں خرچ کیا جاسکتا ہے جہاں زکوٰۃ خرچ نہیں کی جاسکتی اب مسجد پر زکوٰۃ خرچ نہیں ہوسکتی، مدرسہ کی عمارت پر زکوٰۃ خرچ نہیں ہوسکتی تو اس کے لیے انہوں نے مد مقرر کی ہوئی ہے للہ۔

دوسری مد زکوٰۃ اور تیسری مد صدقہ۔ تین مدیں انہوں نے رکھی ہوئی ہیں اور اکثر دکانداروں نے اپنے پاس جو صندوقچی رکھی ہوئی ہے اس پر ایک میں لکھا ہے للہ اور دوسری پر زکوٰۃ اور تیسری پر صدقہ۔ تینوں مدات پر خرچ کرتے ہیں اور ان کے خرچ کرنے کی وجہ سے شاید دنیا میں سب سے زیادہ

چندہ کرنے والے وہاں جاتے ہیں۔

افسوس ناک بات

اور افسوس کی بات یہ کہ اس میں واقعی مستحق بھی ہوتے ہیں اور بہت سارے جعلی اور جھوٹے لوگ بھی ہوتے ہیں، فراڈیے مدرسہ کے نام پر چندہ کررہا ہے، مسجد کے نام پر چندہ کررہا ہے اور اس کا کوئی وجود ہی نہیں یقین جانیے ایسے لوگ چندہ نہیں کھاتے اور پیسہ نہیں کھاتے، مردار کھاتے ہیں۔ مدرسہ کے نام پر، مسجد کے نام، غریبوں اور یتیموں کے نام پر چندہ اکٹھا کرکے، چندہ جمع کرکے کھانے والا حقیقت میں مردار کھانے والے سے بھی بدتر ہے، یہ لوگ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط

(سورۃالنساء:۱۰ پ۴)

تو میں چونکہ اس سوال کا جواب دے رہا تھا کہ کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے تو میں نے عرض کیا کہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں منکر حدیث کا فتویٰ

اور افسوس کی بات یہ ہے کہ میں نے کل ہی ایک جگہ دیکھا کہ آج کل جس منکر حدیث کو بڑا اٹھایا جارہا ہے اور میڈیا پر لایا جارہا ہے اس ظالم نے یہ فتویٰ بھی دے دیا کہ ٹیکس دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، چھٹی ہی دے دی چونکہ تم ٹیکس دیتے ہو لہٰذا

تمہیں زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اکبر! نا معلوم اگر اس فتویٰ پر عمل ہو جائے تو کتنے ہی مدارس اور کتنے ہی رفاہی ادارے، کتنے ہی شفا خانے، وہ بند ہو کر رہ جائیں جو مسلمانوں کے زکوٰۃ صدقات سے چل رہے ہیں، جب آپ نے کہہ دیا ٹیکس کے دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ حکومت کو ٹیکس بھی دے اور یتیم خانوں میں، رفاہی اداروں میں، شفا خانوں میں وہ زکوٰۃ اور صدقہ بھی دیں تو زکوٰۃ کے اندر غالب پہلو وہ تو ہے عبادت کا۔

زکوٰۃ میں حکمت کے پہلو

اس کے علاوہ زکوٰۃ کے اندر ایک اور پہلو بھی ہے آپ حکمت بھی کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ اس کا مقصد ضرورت مند مسلمانوں کی اعانت ہے، جو بذات خود بہت بڑی نیکی ہے، اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی مدد میں لگا ہوا ہے میں اس کی مدد میں لگا ہوا ہوں اور جو کسی مسلمان سے دنیا کی ایک پریشانی دور کرتا ہے میں اس سے قیامت کی پریشانیوں کو دور کروں گا۔ تو اس میں ایک دوسرا پہلو مسلمانوں کی اعانت ہے۔

ایک تیسرا پہلو اور حکمت زکوٰۃ کے اندر وہ یہ اللہ چاہتے ہیں کہ مال و دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے بلکہ یہ پیسہ گردش کرتا رہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ

(سورۂ حشر:۷،پ۲۸)

ترجمہ: (اللہ یہ نہیں چاہتا کہ چند ہاتھوں میں، چند سرمایہ داروں میں دولت سمٹ کر رہ جائے)

جیسا کہ ہورہا ہے سرمایہ دارانہ نظام پاکستان اور ہندوستان میں دولت ہے مگر چند ہاتھوں میں سمٹی ہوئی۔ امیر امیر تر ہورہا ہے اور غریب غریب تر ہورہا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ چند ہاتھوں میں دولت سمٹ کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ اسلام نے زکوٰۃ کو فرض کیا اور بعض صدقات کو واجب کیا، نفلی صدقات کی ترغیب دی، میراث کو تقسیم کرنے کا حکم دیا اس لیے تاکہ پیسہ کم ہاتھوں میں نہ سمٹ جائے بلکہ سارے معاشرے میں گردش کرتا رہے کہ پیسے کی مثال تو ایسی ہے جیسے خون، جو جسم میں گردش کرتا ہے اگر جسم کے ایک حصے میں خون ہو اور دوسرے حصہ میں خون نہ ہو تو وہ خشک ہوجائے گا اور اسلام سارے مسلمانوں کو ایک جسم قرار دیتا ہے اور پیسہ جس کی حیثیت خون کی سی ہے کہ یہ پورے جسم میں یعنی سارے مسلمانوں میں گردش کرتا رہے ایسا نہ ہو کہ کچھ تو بغیر بھوک کے کھا کھا کر بدہضمی کا شکار ہوجائیں اور کچھ ایسے ہوں کہ بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہوں۔

فرمادیا اللہ کے نبی ﷺ نے تم مومن نہیں ہوسکتے اگر تم نے پیٹ بھر کر کھایا اور تمہارے پڑوس میں دوسرا مسلمان بھوکا ہے تو یہ تیسری حکمت ہے۔

چوتھی حکمت زکوٰۃ کے اندر یہ ہے کہ یہ مال کی محبت کا علاج ہے، دو بڑی

روحانی بیماریاں ہیں ایک حب جاہ، بڑا بننے کی چاہت اور دوسری حب مال مال کی محبت۔ نماز کا حکم دے کر حب جاہ کا علاج کر دیا اور زکوٰۃ کا حکم دیا تاکہ حب مال کا علاج ہو جائے۔

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾

سورۃ اللیل: ۱۸، پ ۳۰

دوزخ سے بچا لیا جائے گا اس تقویٰ والے کو جو اپنا مال دیتا ہے اور کس لیے دیتا ہے؟ پاک ہونا چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں پاک ہو جاؤں۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے کہا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا

سورۃ التوبۃ آیت ۱۰۳، پ ۱۱

آپ ان کے اموال میں سے صدقہ اور زکوٰۃ لیں تاکہ آپ ان کو پاک کر دیں ان کے مال پاک کر دیں۔

مسئلہ: رہائشی مکان، استعمال کے کپڑے، فیکٹری اور کارخانے میں مشین لگی ہوتی ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے البتہ ان کی جو پیداوار ہے، جو خام مال ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ: اسی طرح کمپنیوں کے حصص بعض لوگ خرید کر رکھتے ہیں ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ کا حساب کس طریقہ سے کیا جائے؟

ایک چھٹا سوال یہ کیا گیا کہ زکوٰۃ کا حساب کس طریقہ سے کیا جائے؟

جیسا کہ شروع میں عرض کر دیا کہ آج کا جو درس ہے اس میں بس سوالوں کے جواب دیئے جا رہے ہیں تسلسل کے ساتھ اپنے مضمون کو بیان نہیں کیا جا رہا تو سوال کیا گیا کہ زکوٰۃ کا حساب کس طریقہ سے کیا جائے؟ تو بھائی! شروع میں بھی عرض کر دیا کہ اور اس میں اس کا جواب بھی آ گیا کہ قمری تاریخ کا تعین کر لیا جائے اور پھر حساب کر لیا کہ اس وقت میرے پاس کیا کچھ ہے نقدی کی صورت میں، زیورات کی شکل میں، سامان تجارت کی شکل میں یا تجارتی پلاٹوں کی صورت میں میرے پاس کیا کچھ ہے اس کا ایک قمری تاریخ کے اعتبار سے تعین کر لیا جائے اور یہ بھی دیکھا جائے کہ دوسروں پر میرا قرض کتنا ہے؟ اور میرے ذمہ دوسروں کا قرض کتنا ہے؟ تو جو دوسروں کے ذمہ قرض ہے اس کی زکوٰۃ قرض والے پر ہے اور جو دوسروں کا قرض اس کے ذمہ ہے تو زکوٰۃ کا حساب کرتے ہوئے اپنی اصل مالیت سے منہا کر لیا جائے اور بقیہ کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

مستحقینِ زکوٰۃ ومصارف زکوٰۃ

ایک ساتواں سوال یہ کیا گیا کہ زکوٰۃ کا مستحق کون ہے؟ میں اس کا جواب دینے کے لیے ابوداؤد کی روایت سناؤں گا۔

حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا أَعْطِنِي کہ آپ مجھے زکوٰۃ میں سے کچھ دیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقات کا معاملہ تو ایسا ہے کہ اللہ نے

نہ تو نبی کی مرضی پر چھوڑا ہے اور نہ غیر نبی کی مرضی پر چھوڑا ہے بلکہ زکوٰۃ کی تقسیم کے مصارف اللہ نے خود بیان کیے ہیں، اللہ نے مجھ پر نہیں چھوڑا کہ میں جہاں چاہوں زکوٰۃ دوں اور جہاں چاہوں زکوٰۃ نہ دوں اور نہ غیر نبی نہ قاضی، نہ امام، نہ وقت کے بادشاہ، نہ مفتی، نہ کسی عالم۔ کسی کی رائے پر اللہ نے تقسیم زکوٰۃ کو رکھا نہیں ہے بلکہ اللہ نے اس کے مصارف، اس کے مستحقین خود بیان فرمائے ہیں تو اگر تم ان میں سے ہو تو میں تمہیں زکوٰۃ دیتا ہوں اور اگر تم ان میں سے نہیں ہو جو مستحق زکوٰۃ اللہ نے بیان فرمائے ہیں پھر میں تمہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور وہ مستحق کون سے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں سورۂ توبہ کی یہ آیت پڑھی۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ (سورۃ توبہ آیت ۶۰، پ ۱۰)

۱)......فقرآء: فقیر کی جمع ہے عام طور پر غریب کو کہتے ہیں جس کے پاس اتنا سرمایہ نہ ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو سکے۔

۲)......والمساکین: مساکین مسکین کی جمع۔ مسکین اس کو کہتے ہیں جو بالکل خالی ہاتھ ہو گویا کہ اس کی مالی حالت فقیر سے بھی پتلی ہوتی ہے۔

۳)...... والعاملین: وہ لوگ جو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے، زکوٰۃ کا حساب و کتاب رکھنے کے لیے، زکوٰۃ کے نظام کو چلانے کے لیے اس میں مختلف لوگ بھی ہو سکتے ہیں، اس میں وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو شہر شہر، گھر گھر

جا کر گاؤں گاؤں جا کر زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اور جو تقسیم کرتے ہیں وہ بھی ہو سکتے ہیں، جو اس کا حساب رکھتے ہیں یہ سب عاملین میں آئیں گے ان کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور عامل کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اگر چہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

ایک حدیث میں زکوٰۃ کے عامل کو، زکوٰۃ کے وصول کرنے والے کو، مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے اس لیے ایسے لوگ جو باعزت طریقے سے، دیانت کے ساتھ، زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، خدارا انہیں نفرت کی نظر سے نہ دیکھا جائے، اللہ کے نبی ان کو مجاہد فی سبیل اللہ قرار دے رہے ہیں۔

۴)...... والمؤلفة قلوبهم، ایسے لوگ جنہیں دینی مصلحتوں کے لیے تالیف قلبی کے لیے کچھ دیا جائے یہ بھی مصرف ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ جب اللہ نے اسلام کو طاقت دے دی تو اب بھی تالیف قلبی کے لیے کسی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں۔

۵)...... وفی الرقاب، پانچواں مصرف گردنیں چھڑانے کے لیے۔ غلاموں کو زکوٰۃ کے پیسے سے خرید کر آزاد کیا جائے، لونڈیوں کو آزاد کیا جائے اور یونہی مسلمان قیدیوں کو چھڑا کر آزاد کیا جائے ان پر زکوٰۃ لگائی جائے۔

وہ مسلمان جو ناحق کفار کی جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں انہیں زکوٰۃ کا پیسہ لگا کر آزاد کرنا یہ وقت کا تقاضا بھی ہے اور ہمارے ایمان کی پکار بھی ہے۔

۶)......والغارمین (وہ لوگ جن پر قرض کا اور مالی تاوان کا بوجھ آپڑے)

۷)......وفی سبیل اللہ (اور اللہ کی راہ میں)

اکثر علماء کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد یہ ہے کہ دین کی نصرت اور دین کی حفاظت کی جو ضروریات ہیں ان میں پیسہ کو لگایا جائے۔

یہاں رک کر ایک بات کہنا چاہوں گا وہ یہ کہ بعض اوقات ایک عمل کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے حالات کی نزاکت کی وجہ سے، حالات کے تقاضوں کی وجہ سے، مثال کے طور پر اللہ نہ کرے یہاں ایسی غربت ہوجائے کہ لوگ ایک ایک لقمہ کو ترسنے لگیں تو سب سے بڑی نیکی یہ ہوگی کہ ان کو کچھ کھلایا جائے۔ آج کا دور جو کہ دین کی کسمپرسی کا دور ہے اور اغیار کی طرف سے دین پر، قرآن اور حدیث پر شدت سے حملے جاری ہیں آج زکوٰۃ کا ایک بہترین مصرف یہ ہے کہ دین کی حفاظت اور نصرت کے لیے جو لوگ کام کررہے ہیں ان پر زکوٰۃ خرچ کی جائے۔

۸)...... وابن السبیل مسافر

مسافر اگرچہ اپنے وطن میں مالدار ہی کیوں نہ ہو، سفر میں جیب کٹ گئی۔ زادراہ ختم ہوگیا تو وہ بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

جو حدیث میں نے آپ کے سامنے بیان کی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب سے کہا کہ دیکھو بھائی! اللہ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے ہیں اگر تم ان میں سے ہو تو میں تمہیں زکوٰۃ دیتا ہوں ورنہ میں تمہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

آٹھ مصارف کا بیان تو ہوگیا لیکن ضمناً ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ ان

مصارف میں سے کون سا مصرف افضل ہے۔

افضل مصارف زکوٰۃ

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض اوقات افضیلت کا تعلق حالات کے تقاضوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں ایک مصرف افضل ہو اور ایک دوسرے وقت میں دوسرا مصرف افضل ہو۔

صحیح مصرف کو تلاش کرنا ضروری ہے

لیکن صحیح مصرف کا تلاش کرنا یہ ضروری ہے۔ لازم ہے جیسے زکوٰۃ کا دینا ضروری ہے تو صحیح مصرف کا تلاش کرنا بھی ضروری ہے۔

سب سے پہلے تو اپنے رشتہ داروں کو دیکھا جائے جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں انہیں زکوٰۃ دی جائے، میں بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ عجیب ان کی ذہنیت ہوتی ہے معاشرے میں بڑی سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہیں، سوسائٹی میں بڑی سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہیں، لوگوں کے سامنے، پبلک کے سامنے سخاوت کے مظاہرے کرتے ہیں لیکن اپنے خاندان میں، اپنے رشتہ داروں میں بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کے قریبی رشتہ داروں میں سے ایسے ایسے ہوں گے جو ایک ایک لقمہ کو ترس رہے ہوں گے ان کو زکوٰۃ بھی نہیں دیتے۔

حالانکہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں اللہ کے نبی نے دُہرا اجر بیان کیا ہے۔ زکوٰۃ کا ثواب الگ اور صلہ رحمی کا ثواب الگ اور یہ بھی جان لیں! کہ ایک تو باپ اور بیٹا جو رشتہ ہے یہ ولادت کا رشتہ ہے آپس میں ایک

دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، دوسرا میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، باقی سب رشتہ داروں کو اگر وہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں تو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

ادائیگی زکوٰۃ کے لئے زکوٰۃ کی وضاحت ضروری نہیں

زکوٰۃ دینے کے لیے یہ بتانا بھی ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے بلکہ اگر مستحق ہے تو اس کو گفٹ اور ہدیہ کے نام سے بھی زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ غیر مستحق کو ہدیے اور تحفے دینے شروع کردیں اور یہ سمجھے کہ مولوی صاحب سے سنا تھا کہ گفٹ کے نام پر اور ہدیے کے نام پر زکوٰۃ دے سکتے ہیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مستحق کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ ذکر کرنا کہ یہ زکوٰۃ ہے یہ ضروری نہیں ہے۔

اسلام نے انسانی جذبات کا کتنا لحاظ رکھا ہے آپ اندازہ کیجئے! کہ ایک دعا آتی ہے اگر کسی مصیبت زدہ کو دیکھو تو یہ دعا پڑھا کرو۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا

ترجمہ: (اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس مصیبت سے بچایا جس مصیبت اور بیماری میں میرا یہ بھائی مبتلا ہے)

اور حکم یہ ہے کہ یہ دعا بلند آواز سے نہ پڑھی جائے تاکہ اس تکلیف زدہ کے جذبات مجروح نہ ہوں اس قدر لحاظ رکھا گیا تو یہ کہنا یہ لو بھائی! یہ زکوٰۃ

ہے یہ طریقہ غلط ہے، اللہ جانتا ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے اور آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ کا مستحق ہے اور میری نظر میں غریب رشتہ داروں کے بعد سب سے زیادہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف وہ دینی ادارے ہیں، اس بات کو کھول کھول کر بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ دشمن جتنی کوشش کر رہے ہیں دینی اداروں کو ختم کرنے کی تو جن کا دین سے تعلق ہے ان پر لازم ہے کہ وہ اتنی ہی کوشش کریں دینی اداروں کو پھیلانے کی۔

ان کی کوششیں اور سوچ وہی ہے جو ابوجہل کی سوچ تھی۔ منافقوں کی سوچ تھی عبداللہ بن ابی اور سبا کی سوچ تھی، قرآن نے ذکر کیا عبداللہ بن ابی کہتا تھا

لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰی مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنۡفَضُّوۡا ط

(سورۃ النافقون آیت ۷، پ ۲۸)

جو رسول کے اردگرد بیٹھے ہیں ناں غریب صحابی یہ بلال، یہ خبیب، یہ صہیب ان پر خرچ نہ کرو جب خرچ نہیں کرو گے تو یہ خود ہی بھاگ جائیں گے۔ آج دین دشمنوں کی سوچ یہ ہے کہ دینی اداروں کو کچھ نہ دو جب کچھ نہیں ملے گا بھوکے مریں گے تو بھاگ جائیں گے اور اللہ کی شان ہو یہ رہا ہے کہ دینی اداروں میں ایسے بھی ہیں جہاں ایک ایک طالب علم دو دو تین تین ہزار روپے فیس دے کر تعلیم حاصل کر رہا ہے لیکن سارے ایسے نہیں ہیں تو لہٰذا ان پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا یہ بہترین مصرف ہے۔

غیر مسلم کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: ایک نواں سوال یہ ہے کہ کیا غیر مسلم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: واجب صدقات اور زکوٰۃ یہ غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی۔ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ تو بڑی زیادتی ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ نہ غیر مسلموں سے زکوٰۃ لی جاتی ہے اور نہ ان کو دی جاتی ہے۔ زکوٰۃ اسی قوم پر خرچ کی جائے جس قوم سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، زکوٰۃ لی جاتی ہے مسلمانوں سے لہٰذا خرچ بھی کی جائے گی مسلمانوں پر، ہاں غیر مسلموں پر نفلی صدقات آپ دے سکتے ہیں کسی اور طریقہ سے آپ ان کی مدد کرسکتے ہیں لیکن زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسے، مسجد اور ہسپتال کی تعمیر کا حکم

دسواں سوال یہ کیا گیا کہ مساجد، مدارس اور ہسپتال ان کی جو عمارتیں ہیں کیا ان پر زکوٰۃ لگ سکتی ہے؟

تو بات یہ ہے کہ ان کی تعمیر پر زکوٰۃ کا لگانا جائز نہیں۔ بہت سے لوگ کہیں گے کہ ہم نے تو دیکھا ہے کہ زکوٰۃ لگ جاتی ہے کیسے لگ جاتی ہے؟ یہ ویسے ہی ہے جیسے ایک صاحب نے سنا کہ مولوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی اس نے کہا میں نے تو کئی دفعہ پڑھی ہے ہو جاتی ہے، تو میں کہہ رہا ہوں کہ نہیں لگتی کوئی کہے کہ لگ جاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں لوگ لگا رہے ہیں تو بھائی! کسی کے لگانے سے نہیں لگتی جب اسلام کا حکم یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے یا اس کے وکیل کے حوالے کرنے ضروری

ہے اور تعمیر پر لگانے سے ملکیت نہیں ہوتی۔

اور دیکھیں اگر تعمیرات پر لگانے کی اجازت دے دی گئی ویسے عرض کر رہا ہوں عملی زندگی کے اعتبار سے تو ممکن ہے بہت سے نادار افراد کھانے پینے کی ضروریات سے بھی محروم رہ جائیں، آپ نے ہسپتالوں کے پلازے اور بڑی بڑی بلڈنگیں کھڑی کرنا شروع کر دیں زکوٰۃ کے پیسے سے اور مسجدیں بنانا شروع کر دیں پھر اس میں بڑی خرابی یہ کہ مسلمان پھر زکوٰۃ کے علاوہ اور کچھ دے گا ہی نہیں جبکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا

اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃِ

مال کے اندر زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے

صرف زکوٰۃ پر کیوں اکتفاء کرتے ہیں آپ غیر زکوٰۃ سے دیجئے تا کہ عمارتیں بھی بن سکیں اور ملازمین کی تنخواہیں بھی ادا ہو سکیں۔

این جی اوز کو زکوٰۃ دینے کا حکم

ایک گیارہوں سوال این جی اوز کے بارے میں کیا گیا ہے کہ ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

دیکھیے! این جی اوز یہ تو ایک ایسا لفظ ہے اب فلاحی کام کرنے والی جماعتیں، انجمنیں ان میں اچھے لوگ بھی ہیں اور برے لوگ بھی ہیں ایسی این جی اوز بھی ہیں، ایسے فلاحی ادارے بھی ہیں جو علماء کی نگرانی میں، شریعت کے حکم کے مطابق کام کر رہے ہیں تو ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی

ہے جن کے بارے میں اطمینان ہوجائے کہ وہ زکوٰۃ کے استعمال میں اسلامی احکام کوملحوظ نظر رکھیں گے، لیکن ایسی این جی اوز جن کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہوانہیں زکوٰۃ کا دینا جائز نہیں، اب ہو یہ رہا ہے کہ جو این جی اوز زکوٰۃ اکھٹی کرتی ہیں حیرت ہے مسلمان بھی زکوٰۃ اکھٹی کررہے ہیں اور غیر مسلم این جی اوز بھی زکوٰۃ اکھٹی کررہی ہیں، قربانی کے چمڑے مسلمان بھی جمع کررہے ہیں اور غیر مسلم بھی جمع کررہے ہیں کہ ہم غریبوں پر خرچ کریں گے ایسی این جی اوز بھی ہیں جو امتیاز مسلم اور غیر مسلم سب پر زکوٰۃ لگاتے ہیں اور تعمیر پر بھی لگاتی ہیں اور دیواروں پر بھی لگاتی ہیں اور آج کل تو کوئی این جی اوز بنانا، کوئی رفاہی ادارہ بنانا گویا عیاشی کا طریقہ ہوگیا، مفت کے پلنے کا ذریعہ ہوگیا۔

ایک صاحب نے پتانہیں مذاق میں لکھا تھا یا حقیقت، لکھنے والا تو بہت بڑا ہے، اس کا بڑا نام ہے نام نہیں لیتا ہوں لیکن میرے پاس حوالہ موجود انہوں نے کہا کہ ایک رفاہی ادرے میں جانے کا اتفاق ہوا اور دفتر کی شان وشوکت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا، اتفاق سے مجھے پیشاب کا تقاضا ہوا باتھ روم میں گیا تو دیکھا کہ استنجاء کے لیے منرل واٹر رکھا ہوا ہے میں نے کہا کہ اس میں کیا حکمت ہے انہوں نے بتایا کہ منرل واٹر سے استنجاء کرنے سے کسی کو بواسیر نہیں ہوتی، اتنی نزاکتیں، مفت کا پیسہ ہے جہاں چاہو خرچ کرو، اب ایسے لوگ دیکھیں گے کہ یہاں زکوٰۃ لگے گی اور یہاں زکوٰۃ نہیں لگے گی۔

زکوٰۃ کے حساب میں قمری تاریخ کا لحاظ کیا جائے

اور بارہواں اور آخری سوال کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاریخ کا لحاظ کرنا چاہئے شمسی تاریخ یا قمری تاریخ؟

تو جواب یہ ہے کہ قمری تاریخ کا لحاظ کیا جائے، قمری تاریخ کو مردہ نہ ہونے دیجئے، اللہ نہ کرے کہ کل کلاں روزوں میں بھی شمسی تاریخ کا حساب کرنے لگو، عیدین میں بھی شمسی تاریخ کا حساب کرنے لگو، بہت سے لوگ تو زور لگا رہے ہیں کہ اجتہاد کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ایسے ایسے مجتہد پیدا ہوجائیں جو کہیں کہ حج ہوگیا، عیدین ہوگئیں اور روزے ہوگئے اور زکوٰۃ ہو گئی، ان سب میں شمسی تاریخ کا حساب کرلیا جائے زندگی میں آسانیاں پیدا ہوجائیں گی نہیں بھائی! ہمیں ایسی آسانیاں مطلوب نہیں عبادات کی ادئیگی میں قمری تاریخ کا لحاظ کیا جائے۔

اللہ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور سارے کے سارے دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سفرِ حج کے تاثرات

ازافادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

۞......اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات

۞......سب سے بڑی حکمت کیا ہے؟

۞......سب سے قیمتی کام کی توفیق

۞......سبق آموز واقعات

۞......حج ایک منفرد عبادت

۞......لباس میں دو ضروری خوبیاں

۞......اسلامی مساوات کا ایک خوبصورت منظر

۞......حج کے انوکھے اصول وقواعد

۞......اجتماعیت کی ضرورت واہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

(سورۃ ابراھیم آیت ۳۴، پ ۱۴)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ تعالیٰ کا ہم سب پر اور میں سوچتا ہوں کہ شاید جتنے بھی حاضرین، سامعین ہیں ان میں سے سب سے زیادہ مجھ پر احسانات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات

اس کا پہلا احسان تو یہ کہ اس نے انسان بنایا اگر وہ حیوان بنا دیتا گائے، بھینس، بکری بنا دیتا کتا یا خنزیر بنا دیتا۔ تو ہمیں اعتراض کا کوئی

حق نہیں تھا۔

انسان بنانے کے بعد اس کا بہت بڑا احسان یہ کہ اس نے ہمیں مسلمان بنا دیا۔ایک مسلمان کے گھر میں پیدا کیا اور ہمیں ایمان کی بے بہا نعمت بن مانگے، بغیر خون بہائے، بغیر تکلیف اٹھائے بغیر جستجو کئے، بغیر کسی قربانی کے خود بخود مل گئی۔

اگر وہ ہمیں کسی عیسائی کے گھر میں، یہودی کے گھر میں، ہندو کے گھر میں، مجوسی کے گھر میں، پارسی کے گھر میں، بت پرست کے گھر میں، ملحد اور بے دین کے گھر میں، کیمونسٹ کے گھر میں، دہریہ کے گھر میں پیدا کر دیتا تو ہم اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے تھے۔پھر پتہ نہیں کہ ہم ایمان تک پہنچ پاتے یا کہ ایمان تک نہ پہنچ پاتے۔اُس کا تیسرا بڑا احسان یہ کہ اس نے بچپن ہی میں قرآن جیسی عظیم دولت عطا فرمائی۔

سب سے بڑی حکمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔واٰتینہ الحکم ہم نے بچپن ہی میں ان کو حکمت عطا کر دی، حکم عطا کر دیا بعض علماء نے لکھا ہے۔کہ ہر وہ بچہ جسے اللہ پاک بچپن ہی میں حفظ قرآن کی سعادت عطا فرما دے وہ بھی اس آیت کریمہ کا مصداق ہے۔

بچپن ہی میں اس کو حکمت عطا کر دی اور سب سے بڑی حکمت تو قرآن ہے میں اکثر عرض کیا کرتا ہوں کہ بھئی ہم تو حافظ بننا نہیں چاہتے تھے وہ بچپن کا

زمانہ، کھیل کود کا زمانہ مدرسوں اور شہروں میں تو پھر ایک پڑھائی کا ماحول ہوتا ہے۔ ایک ایک مدرسہ میں کئی کئی سو بچے، دو دو ہزار بچے بھی ہیں ہر طرف کلاسیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک نظام ہوتا ہے دیکھا دیکھی ہر کوئی پڑھتا ہے۔ لیکن جہاں اللہ پاک نے ہمیں حفظ قرآن کی سعادت نصیب فرمائی وہاں یہ ماحول بالکل نہیں تھا رہائشی مدرسہ نہیں تھا غیر رہائشی مسجد تھی ہم گھر سے آتے اور مسجد میں آ کر پڑھتے اور پانچ یا چھ بچے تھے جو امام صاحب کی مسلسل محنت کے بعد حفظ کے لئے تیار ہوئے۔ لیکن اللہ کی شان یہ کہ ان پانچ یا چھ میں سے صرف میں ہی حافظ بنا اور کوئی نہ بن سکا۔ تو اس کا کرم کہ اس نے قرآن جیسی عظیم نعمت بن مانگے ہمارے شوق اور ذوق سے محروم انسان کو عطا فرمادی۔ تو یہ بھی اس کا کرم۔

رزق کی نعمت

اور پھر پیدا ہونے سے پہلے اس نے ہمارے لئے رزق کا انتظام پیدا کر دیا اور جب سے پیدا کیا اس وقت سے لے کر اب تک الحمدللہ وہ فراغت، باسہولت باعزت روزی عطا فرما رہا ہے۔ اللہ اکبر۔

یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ جہاں تک میں سوچتا ہوں تو جب سے پیدا ہوا اب تک ایسا کوئی دن یاد نہیں ہے کہ غربت کی وجہ سے بھوکے رہے ہوں۔

یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ کبھی ہم نے اس پر غور نہیں کیا کتنے لوگ ہیں جنہیں بھوک برداشت کرنی پڑتی ہے، غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو بھوکا دیکھنا پڑتا ہے۔ سادہ تو کھایا، تھوڑا تو کھایا باسی روٹی بھی کھائی، ٹکڑے بھی

کھائے الحمدللہ لیکن کم از کم غربت کی وجہ سے ایسا یاد نہیں ہے کہ کبھی بھوکے رہے ہوں تو یہ اس کا کرم کہ وہ آج تک روزی عطا فرما رہا ہے۔ اور طرح طرح کی روزی اور طرح طرح کی نعمتیں یاد رکھیں! کہ روزی الگ نعمت ہے سہولت کے ساتھ مل جائے الگ نعمت ہے، وسعت کے ساتھ ملنا الگ نعمت ہے، عزت کے ساتھ ملنا یہ الگ نعمت ہے اور پھر اپنوں میں بیٹھ کر کھانا یہ الگ نعمت ہے۔ جب تک بچے تھے اپنے والدین کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے تھے جب تک گاؤں میں رہے۔ وہاں سے نکلے اور شادی ہوگئی وہاں سے اللہ پاک نے اپنے بچوں کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھ کر کھانے کی توفیق عطا فرمائی ہے یہ الگ نعمت ہے۔

ایک شخص جو پردیس میں بیٹھ کر کھاتا ہے اپنے اہل وعیال سے دور اپنوں سے بہت دور وہ سونے کا نوالہ بھی کھائے تو اس نوالے کے برابر نہیں ہوسکتا جو اپنے اہل وعیال میں بیٹھ کر کھاتا ہے۔ محبت کے ماحول میں، اپنائیت کے ماحول میں، پیار کے ماحول میں کھایا جاتا ہے۔

اہل وعیال کی نعمت

پھر اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت کہ اس نے اہل وعیال عطا فرمائے، خدمت کرنے والی بیوی عطا فرمائی الحمدللہ خدمت کرنے والی حقیقت میں خدمت کرنے والی بیوی عطا فرمائی اور خدمت کرنے والے بچے عطا فرمائے۔

مجھے تو اپنے بچوں سے شکایات ہیں اور رہتی بھی ہیں اور والدین کو اپنی اولاد سے شکایات ہونی بھی چاہئے کہ جیسا ہونا چاہئے ویسے نہیں بنتے لیکن کم ازکم چھوٹے سے لیکر بڑے تک میری خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

ایک جگہ میں نے عرض کیا تو بعض ساتھی کہنے لگے کہ مولوی صاحب یہ بھی حقیقت میں بہت بڑی نعمت ہے ورنہ بچے کہاں خدمت کرتے ہیں تو اللہ نے یہ بھی بڑا اکرم عطا فرمایا۔ بیوی عطا فرمائی اور بیٹے بھی عطا فرمائے اور سب سے بڑی حسرت یہ کہ اللہ پاک انہیں قرآن کی خدمت کے لئے، دین کی خدمت کے لئے قبول فرمالیں۔

سب سے بڑی نعمت

پھر اللہ پاک کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت کہ اللہ پاک نے کسی نہ کسی انداز میں دین کی خدمت کے لئے قبول فرمالیا۔ اللہ اکبر! کیسے شکر ادا کیا جائے؟ ہائے اللہ۔

آپ میرا خاندانی پس منظر جانتے، میرا ماحول جانتے، میرے قبیلے والوں کو جانتے تو آپ کو تعجب ہوتا کہ میں کیسے کراچی میں بیٹھ کر درس دے رہا ہوں۔ طالب علمی ہی کے دور میں اساتذہ نے محسوس کیا کہ میرے اندر الحمدللہ پڑھانے کی بھی صلاحیت موجود ہے، لکھنے کی بھی صلاحیت ہے اور تقریر کی بھی صلاحیت ہے، بعض ہوتے ہیں ماشاءاللہ پڑھاتے خوب ہیں لیکن بیان کی صلاحیت نہیں رکھتے، بعض بیان خوب کرتے ہیں لکھ نہیں

سکتے۔لیکن میرے مالک نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ تینوں صلاحتیں مجھے عطا فرمائیں اور یہ تینوں طریقے سے خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

مسلسل کئی سال تک فارسی سے لے کر دورۂ حدیث تک کئی کتابیں اللہ نے پڑھانے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔اور اللہ نے ملک کے کئی شہروں بلکہ بیرون ممالک میں بھی درسِ قرآن اور تقریر اور بیان کی بھی توفیق عطا فرمائی۔اور الحمدللہ اب تک چھوٹی بڑی کوئی پندرہ سے بیں ۲۰ تک کتابیں وہ بھی چھپ کر منظرعام پر آچکی ہیں

سب سے قیمتی کام

اور آپ جانتے ہیں کہ اب جو زندگی کا سب سے قیمتی کام کر رہا ہوں اور جسے میں اپنے لئے ذخیرہ آخرت سمجھ رہا ہوں اور اللہ پاک سے خوب دعا کی کہ اے اللہ! اس کام کو میرے لئے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنادے۔وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے جس کی تین جلدیں آچکی ہیں دعا فرمایئے گا کہ اللہ پاک اس کی بھی تکمیل فرمادے۔

مسجد کا پڑوس

اللہ پاک کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت کہ اللہ پاک نے مسجد کا پڑوس عطا فرمایا۔یہ بھی زندگی کی حسرتوں میں سے ایک حسرت تھی کہ میں جب پڑھنا پڑھانا چھوڑوں تو مسجد مدرسہ سے محروم نہ ہوجاؤں۔امامت تو میں کرنہیں سکتا۔خدا جانتا ہے دل میں یہ تھا کہ ایسا مکان ملے کہ محراب کی

طرف ہو اور وہاں سے میں سیدھا مسجد آجایا کروں دل میں یہ خیال تھا اسے خواب آپ کہہ لیں۔

اور جن حضرات نے "جامع مسجد توابین" دیکھی وہ جانتے ہیں کہ اللہ پاک نے اس خواب کی تعبیر اسی طریقے سے ظاہر فرمادی تو مسجد کا پڑوس اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔

پانچ وقت کی اذان کا ہمارے کان میں پڑ جانا یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

سبق آموز واقعہ

ایک ساتھی کا فون آیا وہ جماعت میں گئے ہوئے تھے برازیل میں کہنے لگے کہ وہاں ایک نومسلم سے ملاقات ہوئی صرف دو سال پہلے اس نے اسلام قبول کیا۔ اب وہاں ظاہر ہے کہ اِکّا دُکّا مسلمان ہیں دور دراز مسجدیں ہیں۔ جہاں ہفتہ میں کبھی ایک بار حاضری ہوجاتی ہے۔

اب ان کی حسرت یہ کہ کاش کوئی ایسی صورت بن جائے کہ پانچوں وقت مسجد حاضر ہوسکوں۔ نومسلم اس کی یہ حسرت کہنے لگے کہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ پاکستان میں کتنے فیصد مسلمان ہیں۔ میں نے کہا ۹۰ فیصد مسلمان ہیں کتنی مسجدیں ہیں؟ بتایا کہ ہر محلے میں مسجد ہے تو ہر محلے میں اذان ہوتی ہے پانچوں وقت سنتے ہو؟ پانچوں وقت سنتے ہیں پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھتے ہو؟ ہاں پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھتے ہیں دین کی تعلیم پر کتنا خرچہ آتا ہے؟ کہا کہ اور تعلیم پر تو آتا ہے لیکن دین کی تعلیم ہمارے ہاں بالکل

مفت مجھے وہ آدمی حسرت سے دیکھ رہا ہے ارے تمہارے کتنے مزے ہیں اور پھر کہنے لگا مجھ سے پوچھا کیا تم نے مکہ دیکھا ہے؟ مدینہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا دیکھا ہے کہنے لگا بیت اللہ کو ہاتھ لگایا؟ میں نے کہا ہاتھ لگایا کہنے لگا کون سا ہاتھ لگایا؟ وہ ہاتھ چومنے لگا، سینے سے لگانے لگا اور کہا تم کتنے خوش نصیب ہو؟ تم نے بیت اللہ کو ہاتھ لگایا۔

میرے بھائیو! یہ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت مسجدوں کا وجود، مسجدوں سے اذان کی آواز، پانچ وقت کی حاضری اور مسجد کا پڑوس یہ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔

بیت اللہ کی حاضری نعمت

پھر اللہ پاک کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہر نعمت بڑی ہے۔ ایک بہت بڑی نعمت جسمانی اور مالی کمزوریوں کے باوجود اللہ پاک نے بار بار اپنے گھر میں بلایا۔ بیت اللہ کی حاضری اور روضہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف عطا فرمایا۔ حج کی بھی توفیق عطا فرمائی، عمروں کی بھی توفیق عطا فرمائی یہ محض اپنے فضل وکرم سے اور آج کی نشست میں میں حج ہی کے تاثرات بیان کر رہا ہوں درس انشاء اللہ اگلی دفعہ ہوگا۔

حج ایک منفرد عبادت

جتنی بھی عبادات ہیں ہر عبادت کا الگ انداز ہے، الگ طریقہ کار ہے، الگ مزاج ہے، الگ خصوصیات ہیں، الگ تاثیرات ہیں اور الگ ہی

ذائقہ اور لذت ہے۔ اور حج تو بالکل ہی منفرد عبادت ہے، انوکھی عبادت ہے، عاشقانہ عبادت ہے۔ حج کی عبادت میں بعض ایسے اصول جو شارع نے خود بتائے وہ شارع نے خود ہی توڑ دیئے۔ اللہ اکبر۔

اور شریعت نام کس کا ہے؟ شریعت نام تو شارع کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا ہے وہ جیسے کہے اس کا نام شریعت ہے۔ عام حالات میں حکم یہ ہے کہ لباس پہن کر رکھو۔

لباس میں دو ضروری خوبیاں

یاد رکھیئے! کہ لباس ہمیں پہنے کا حکم دیا تو ایسا لباس پہنیں جس میں دو خوبیاں ضرور ہوں۔

۱)...... ایک خوبی تو یہ کہ جو ستر کو چھپائے جو ستر کو نہیں چھپاتا وہ لباس نہیں ہے، وہ لباس کے نام پر عریانیت ہے، وہ لباس کے نام پر بے حجابی ہے، بے لباسی ہے۔

بے پردگی پر وعید

آقا ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب بعض ایسی عورتیں ہوں گی۔ کَاسِیَاتٌ، عَارِیَاتٌ بظاہر کپڑے پہنی ہوں گی۔ حقیقت میں ننگی یہ کون ہوں گی؟ جو لباس تو پہنے گی لیکن لباس ستر کا کام نہیں دے گا۔ چھپانے کا کام نہیں دے گا، نمایاں کرنے کا کام دے گا۔ جو اس بہن اور بیٹی نے لباس پہنا ہے اگر نہ پہنتی تو شاید یہ اتنی نگاہیں اس کی طرف نہ اٹھتی جتنی نگاہیں اس فیشن

والے لباس کی وجہ سے اس کی طرف اٹھ رہی ہیں۔تو لباس کا پہلا مقصد تو سترِ عورت ہے ہمارے ستر کو چھپائے۔جن اعضاء کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ان کو چھپائے مرد کے جن اعضاء کو چھپانے کا حکم دیا ہے اس کے اعضاء کو چھپائے اور عورت کے جن اعضاء کو چھپانے کا حکم دیا ان کو چھپائے یہ لباس کا پہلا مقصد ہے۔

لباس کی زینت تقویٰ کے خلاف نہیں

لباس کا دوسرا مقصد جو خود اللہ نے ذکر فرمایا وہ شخصیت کو باوقار بنانا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ

(سورۃ الاعراف آیت ۲۶، پ ۸)

ہم نے لباس تمہارے لئے پیدا کیا کس لئے؟ تاکہ تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے اور زینت کا کام دے۔

معلوم ہوا کہ اگر لباس کے اندر زینت اور وقار کے پہلو کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ کوئی تقویٰ اور شریعت کے خلاف نہیں ہے۔بعض لوگوں نے یہ جو سوچ رکھا ہے اور مشہور کر رکھا ہے، کہ اللہ والوں کا لباس ایسا ہوتا ہے کہ بالکل بے وقار سا، جس میں زیب و زینت کا کوئی پہلو نہیں، پھٹا پرانا، میلا کچیلا، ایک پائنچہ اوپر اور ایک نیچے، بے ڈھنگے طریقے سے تو یاد رکھیئے۔یہ تصور اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے یہ خودساختہ تصور ہے۔عام حالات میں بھی حکم ہے کہ باوقار لباس پہنو لیکن نماز کے وقت تو اللہ

نے خاص طور پر حکم دیا، اللہ اکبر ذرا تعبیر دیکھئے اللہ نے کیا فرمایا اسی سورت میں سورہ اعراف میں جو آپ پڑھ چکے ہیں، سن چکیں ہیں۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ ...سورۃ الاعراف آیت ۳۱، پ ۸

توحکم دے رہے ہیں کہ اے بنی آدم ہر نماز میں لباس کا اہتمام کیا کرو۔

لیکن اللہ نے لباس کا لفظ استعمال نہیں کیا زینت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اے آدم کی اولاد! نماز کے وقت زینت کا اہتمام کیا کرو یعنی ایسا لباس پہنا کرو جو زینت والا ہو، جو وقار والا ہو اسے پہن کر تم کسی مجلس میں جاسکو وہی لباس پہن کر میرے دربار میں آؤ۔

اہم مسئلہ اور اس کی مثال

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے گھر میں ایسا لباس پہن کر آنا مکروہ ہے۔ جو لباس پہن کر انسان کسی باعزت، باوقار مجلس میں جانا پسند نہیں کرتا ہے۔ اکثر مثال دیا کرتا ہوں اب تو مسجدوں سے یہ ختم ہو گیا چند مسجدوں میں اب بھی باقی ہے یہ تنکوں والی ٹوپیاں آپ نے دیکھی ہوں گی اور آج کل اس کی جگہ پلاسٹک کی ٹوپیاں نکل آئیں مضبوط کام کیا مسلمانوں نے اب یہ تنکون والی ٹوپی ہو یا پلاسٹک کی ٹوپی ہو اور ٹوپی بھی ایسی کہ جسے سو دو سو آدمی استعمال کر چکے۔ تیل لگا ہوا، میل جمی ہوئی کہیں سے ٹوٹی اور پھٹی ہوئی یہ ٹوپی پہنی ہوئی ہم کسی بھی باوقار مجلس میں جانا پسند نہیں کرتے لیکن اللہ کے گھر میں یہی ٹوپی ہم پہنتے ہیں تو کیا سفید ٹوپی کے رکھنے کی ہمیں وسعت نہیں، اہمیت

نہیں، دل میں عظمت نہیں اللہ کے گھر کی کہ اللہ کے گھر میں جارہا ہوں۔ تو عام حالات میں اور بالخصوص نماز کے وقت تو اللہ نے حکم دیا باوقار لباس پہنو۔

اسلامی مساوات کا خوبصورت منظر

لیکن اللہ نے حج کے موقع پر حکم دیا کہ سارے باوقار لباس اتارو۔ دو چادروں پر مشتمل لباس پہنو امیر بھی یہی لباس پہنے، فقیر بھی یہی لباس پہنے۔ امام صاحب بھی یہی لباس پہنے اور مقتدی بھی یہی لباس پہنے، تاجر بھی یہی لباس پہنے اور مزدور بھی یہی لباس پہنے۔ چنانچہ جب ایک حاجی لاکھوں کے مجمع کو دو چادروں میں دیکھتا ہے تو اسلامی مساوات کا خوبصورت منظر اس کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے، لاکھوں کا مجمع اور یقیناً بڑے بڑے پیسے والے بھی ہوتے ہیں بڑے بڑے پیسے والے ایسے جو اپنے جسم پر مکھی نہیں چھوڑتے اور دن میں دو دو لباس بلکہ تین تین لباس بدلتے ہیں دفتر میں جانے کا لباس الگ، دعوت میں جانے کا لباس الگ، ورزش کا لباس الگ اور رات سونے کا لباس الگ، مختلف لباس تجویز کر رکھے ہیں۔

حج کے اُصول انوکھے ہیں

لیکن وہاں ایک کے پاس دو چادریں، دوسرے وسائل میں تو لوگوں نے وسعت پیدا کر لی، اپنے لئے سہولتیں تو کہیں سے تلاش کر لیں، منیٰ میں بھی پلنگ کہیں سے تلاش کر لیئے لیکن چادروں کا متبادل کوئی نہیں تلاش کر سکا یہ تو پہننی پڑیں گی۔ شاہ عبداللہ بھی اگر حج کرے گا تو اس کو بھی پہنا پڑیں گی۔

پاکستان یا دوسرے ملک کا صدر بھی اگر حج کرے گا تو اس کو بھی پہنا پڑے گا، یہی لباس، تو ہر کسی کے لئے ایک ہی لباس دو چادروں پر مشتمل اور یہ جو اصول تھا عام حالات میں باوقار لباس پہنو حج کے موقع پر پھر اللہ نے اس کو بدل دیا کہ میرا اصول ہے کہ دو چادروں میں نظر آؤ، میں اس میں تمہیں پسند کرتا ہوں عام حالات میں اصول یہ کہ خوشبو کو استعمال کرو یہ پسندیدہ ہے۔

ہمارے آقا ﷺ کے لعاب میں سے بھی خوشبو آتی تھی، پسینے سے بھی خوشبو آتی تھی لیکن اس کے باوجود آپ عرب کی بہتر سے بہتر خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے اور لوگ ایسے مانوس تھے کہ جس گلی میں آپ داخل ہوتے تھے تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں، گلی معطر ہو جاتی تھی لیکن اللہ نے حج کے موقع پر حکم دیا کہ خوشبو نہیں لگانی خوشبو لگائی تو دم واجب ہو جائے گا اور آپ جانتے ہیں! کہ دم ایسا لفظ ہے کہ دم کا لفظ سنتے ہی حاجی کا دم نکل جاتا ہے۔

جب مفتی بار بار کہتے ہیں کہ یہ کام کر لیا تو دم، یہ کام کر لیا تو دم تو اس بیچارے کا دم نکلتا ہے کہ اللہ کیا کروں۔ حج کے اخراجات پورے کروں اور پھر یہ کہ اپنے عزیزوں کے لئے شوپنگ کروں یا مفتی صاحب کے حکم کے مطابق دم پر دم ہی دیتا رہوں تو حکم یہ دے دیا کہ دیکھو خوشبو نہیں لگانی سادگی سے رہنا ہے۔

عام حالات کا حکم

عام حالات میں حکم یہ تھا کہ بال کٹوانے کا اہتمام کرو، ناخن کاٹو یہ حکم

ہے اسلام کا۔ حضور ﷺ کی زلفیں ایسی نہیں ہوتی تھیں جیسے اللہ معاف فرمائے یہ بیوقوف قسم کے ننگ دھڑنگ ملنگ رکھتے ہیں۔ کہ جوئیں پڑی ہوئیں اور میلے کچیلے اور کچھ بال اِدھر اور کچھ اُدھر۔ حضور ﷺ تو اپنے بالوں کو بنا سنوار کر رکھا کرتے تھے، شیشہ دیکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ شیشہ بعض اوقات دیکھنے کو نہیں ہوتا تو پانی میں اپنے سراپا کو دیکھ لیتے کہ کہیں کوئی بے ڈھنگی چیز تو نہیں ہے تو اتنا اہتمام فرماتے تھے۔

لیکن حج کے موقع پر یہ حکم دیا کہ بالوں کو چھیڑنا نہیں حاجی صاحب ورنہ چھیڑو گے تو دم دینا پڑے گا بال نہیں کاٹنے، ناخن نہیں کاٹنے ہمیں یہی انداز پسند ہے۔

عام حالات میں حکم یہ ہے کہ نماز میں تاخیر مت کرو، بچی جوان ہو جائے رشتہ آ جائے نکاح میں تاخیر نہ کرو اور نماز کا وقت آ جائے تو ادائیگی میں تاخیر نہ کرو۔ لیکن حج کے موقع پر کہہ دیا کہ ہم نے حکم دیا کہ اب نماز وقت پر نہیں پڑھنی بے وقت پڑھنی ہے، عرفات میں حکم دے دیا آج عصر کی نماز کو وقت سے پہلے پڑھ لو یہ جو عرفات میں امام کے ساتھ نماز ادا کریں گے تو وہ عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھیں گے۔ امام عرفات کیساتھ نہ پڑھ سکے اکیلے پڑھی تو پھر اپنے اپنے وقت پر لیکن مزدلفہ میں حکم یہ ہے کہ ہر کوئی مغرب کی نماز عشاء کے ساتھ پڑھے گا چاہئے جماعت کے ساتھ پڑھے یا اکیلا پڑھے۔ مغرب کو اپنے وقت پر نہیں پڑھنا تو نماز کو بے وقت کر دیا عرفات میں عصر کو اپنے وقت سے پہلے اور مزدلفہ میں مغرب کو اپنے وقت کے بعد عشاء کے ساتھ۔

رب کو پکارنا

عام حالات میں حکم یہ ہے کہ

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ط

اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ

آہستہ آہستہ پکارا کرو، چیخ چیخ کر نہیں جیسے ہم اجتماعی دعا کرتے ہیں۔ تو تعلیم کے لئے بلند آواز سے دعا کرنا جائز لیکن اکیلا کوئی دعا کر رہا ہو تو بلند آواز سے دعا نہ کرے۔ آہستہ آہستہ اللہ سے مانگے۔

ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ بلند آواز سے اللہ کو پکار رہے تھے۔ فرمایا کہ اپنی آوازوں کو پست کرو تم کسی بہرے خدا کو نہیں پکار رہے ہو وہ تو سنتا ہے ہر کسی کی سنتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ جواب یاد ہوگا جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں رات کو نکلا تو تم بہت آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے تو فرمایا کہ میں جس کو سنا رہا تھا تو وہ آہستہ بھی سن لیتا ہے تو میں جس کو سنا رہا تھا وہ میری سن رہا تھا کسی اور کو سنانا میرا مقصد نہیں تھا، اللہ کو سنانا مقصد تھا اور اللہ آہستہ بھی سن لیتا ہے لیکن اللہ نے حاجی صاحب کو حکم دیا کہ حاجی صاحب زور لگا کر کہو۔

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ

ایک حدیث میں آیا کہ سرور دو عالم ﷺ سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ!

حج کی نیکی کیا ہے؟ بہترین حج کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا حج تو وہ ہے جس میں خوب شور کیا جائے اور خوب قربانیاں دی جائیں۔

شور کیا جائے؟ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

اجتماعیت کی ضرورت واہمیت

الحمدللہ! جن حضرات کو جانے کی توفیق ملی وہ جانتے ہیں کہ عجیب منظر ہوتا ہے۔ پہاڑوں سے آوازیں، وادیوں سے آوازیں، سڑکوں سے آوازیں پاکستانی تو اکثر الگ الگ ہی رہتے ہیں۔ ہمارا کچھ مزاج ہی ایسا ہے ایک کا چہرہ اِدھر اور ایک کا چہرہ اُدھر یہ الگ الگ رہتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ

لیکن دوسرے ملکوں کے حاجی عام طور پر وہ اکھٹے رہتے ہیں ایک جھنڈے تلے، ایک جیسی وردی، اجتماعی طور پر چلتے ہیں تو وہ جب اکھٹے طور پر یہ تلبیہ بلند کرتے ہیں یہ ترانہ پڑھتے ہیں لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ تو ایک عجیب کیف پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک وظیفہ

جملہ معترضہ کے طور پر رک کر بتا رہا ہوں کہ ایک مستند عالم کے واسطے سے یہ وظیفہ ہم تک پہنچا۔ انہوں نے کسی بیان میں یہ وظیفہ بتایا کہ اگر اذان سن کر اور اذان کی دعا پڑھنے کے بعد خاموشی سے یہ تلبیہ پڑھ لیا کریں۔ کہ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ تو اللہ پاک کسی نہ کسی وقت اس کے لئے حج کی

صورت پیدا فرمادے گا۔ اللہ سب کے لئے آسان فرمادے۔

بھئی یہ جو لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ہے اس کا معنی کیا ہے؟ اے اللہ میں حاضر ہوں، ہائے اللہ میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، ساری نعمتیں اور تعریفیں تیری ہیں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں اے اللہ میں حاضر ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت

یہ تلبیہ پڑھنے کے اصل حقدار تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اللہ اکبر۔ یا وہ تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے والے۔ اللہ نے حکم دیا کہ اے ابراہیم! مشرکوں کو توحید کی دعوت دو۔

فرمایا لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ للہ حاضر ہوں آپ نے حکم دیا تو میں حاضر ہوں، میں دعوت دوں گا میں حاضر ہوں۔ دعوت دوں گا لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ پتھر کھاؤں گا، گالیاں سنوں گا، مخالفت برداشت کروں گا۔ لیکن حاضر ہوں اور جب نمرود نے آگ تیار کر لی اور کہہ دیا گیا کہ دعوت توحید کے جرم کی وجہ سے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اے ابراہیم آگ میں ڈھلنے کے لئے تیار ہو جاؤ تو عرض کیا لَبَّیْكَ میں حاضر ہوں۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ اے اللہ میں حاضر ہوں۔ اللہ نے حکم دیا وطن چھوڑنا پڑے گا میرے لئے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ اے اللہ میں حاضر ہوں حکم ہوا، اپنے اہل وعیال کو، اپنی بیوی اور بیٹے کو بے آباد وادی میں چھوڑ و اللہ حاضر ہوں حکم دیا اے ابراہیم اپنے بیٹے کو

جا کر ذبح کر دو رب نے حکم دیا فوراً کہا۔اے اللہ میں حاضر ہوں۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ شیطان نے تین مقامات پر وسوسہ ڈالا کیا کر رہے ہو؟ کتنی دعائیں مانگیں بیٹے کے لئے اور یہ بیٹا بڑھاپے کا سہارا بنے گا، نبی بنے گا تو اس بیٹے کو ذبح کر دو گے اپنے ہاتھوں سے کہاہاں اللہ کا حکم ہے

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اور پھر اس کو پہلے کنکریاں ماریں زمین کے اندر ہی چھپ گیا تھوڑی دیر بعد پھر ظاہر ہوا پھر وسوسہ ڈالا پھر کنکریاں ماریں، پھر چھپ گیا، تیسری دفعہ پھر ظاہر ہوا پھر کنکریاں ماریں اب منظر سے غائب ہوگیا۔ہم مسلمانوں کو حکم یہ ہے کہ تم بھی وہاں کنکریان مارو تو فرمایا کہ اے اللہ ! میں حاضر ہوں میں حاضر تین مقامات پر ہمیں بھی حکم ہے کہ تم بھی کنکریاں مارو اب ہم کنکریان تو مارتے ہیں۔

لیکن ہمارا عمل کنکریاں مارنے کے عمل کی تائید نہیں کرتا۔ہم کنکریاں تو مارتے ہیں۔لیکن شیطان کی دوستی نہیں چھوڑتے۔ شیطان کی اتباع نہیں چھوڑتے۔ اللہ نے الحمد للہ مختلف دعائیں کرنے کی جو توفیق عطا فرمائی۔تو خاص طور جمرات کے موقع پر۔

پہلے دن تو میں رمی نہ کر سکا رش کی وجہ سے دوسرے دو دن خود رمی کی الحمد للہ! سہولت پیدا ہوگئی بڑی سہولت۔ اب تو کوئی خودکشی کرنا چاہے وہ الگ بات ہے۔وگرنہ سہولتیں اتنی ہیں کہ کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

ایک خاص دعا

تو وہاں جو مختلف دعائیں کیں ان میں سے ایک دعا اس لئے سنا رہا ہوں

کہ آپ بھی اس کو یاد رکھئے گا۔ کیونکہ موقع ایسا تھا شیطان کا مارنے کو تو میں نے دعا کی۔ اے اللہ! تو شیطان سے شیطانی جماعتوں سے، شیطانی اخلاق واعمال اور نظریات سے میری میرے اولاد کی میری متعلقین کی اور پوری امت کی حفاظت فرما۔

اصل مومن کون؟

اور بحمد للہ! آپ میں سے جن کے نام یاد آتے ان کے لئے دعا کرتا رہا اور جن کے نام یاد نہیں آتے رہے تو بحمد للہ اپنے درس کے شرکاء کو خاص طور پر ہر جگہ جہاں یہ سمجھا کہ یہ خاص دعا ہے۔ اللہ نے کچھ خاص مانگنے کی توفیق دے دی ہے وہاں میں الحمد للہ اپنے درس کے ساتھیوں کے لئے ضرور دعا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ تو بھائی اصل تو عرض کر رہا تھا کہ تلبیہ پڑھنے کا حق ان کو ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر حتیٰ کہ ہر حکم کے لئے کہے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اللہ نماز کے لئے پکارے لبیک اللہ میں حاضر ہوں۔ اللہ زکوٰۃ کے لئے پکارے۔ اللہ میں حاضر ہوں، اللہ دین کی دعوت تبلیغ کے لئے بلائے، کہے اللہ میں حاضر ہوں، رمضان کا مہینہ آئے، کہے میں حاضر ہوں تو اصل مومن تو وہ ہے جو اللہ کا ہر حکم سنے اور کہے، میرے مالک میں حاضر ہوں۔ آپ حکم دیجئے میں حاضر ہوں۔

ہم سب محتاج اور غلام ہیں

یاد رکھیئے! کہ ہم اللہ کے ملازم نہیں ہیں اللہ کے غلام ہیں۔ ملازم جز وقتی

ہوتا ہے غلام کل وقتی ہوتا ہے۔ ملازم نے کام ختم کیا تو چھٹی اور غلام کی چھٹی نہیں ہوتی۔ ہم تو اللہ کے غلام ہیں، اللہ کے رسول کے غلام ہیں۔ امیری میں بھی غلام، غریبی میں بھی غلام، گرمی میں بھی غلام، سردی میں بھی غلام ہر حال میں ہم تو غلام ہیں۔ ہمیں حکم دیا جائے گا اے غلام! ہم کہیں گے آقا ہم حاضر ہیں۔ آپ حکم دیجئے ہم حاضر ہیں۔

اللہ کے فضل کی داستان

اس کے علاوہ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور یہ جو کچھ بیان کررہا ہوں۔ یہ اپنے کمالات بیان نہیں کررہا۔ اللہ کے فضل کی داستان بیان کررہا ہوں۔ اللہ کے کرم کی، اللہ کے انعامات کی داستان۔ تو محض اللہ کے فضل وکرم سے۔ خدا کی قسم محض اللہ کے فضل وکرم سے۔ وہ میرے دل کو جانتا ہے کہ میرے کسی کمال کی وجہ سے نہیں علم کی وجہ سے نہیں، فصاحت کی وجہ سے نہیں، زبان کی وجہ سے نہیں، قابلیت کی وجہ سے نہیں محض اس کے فضل وکرم سے۔

اس نے الحمد للہ! وہاں ہوٹلوں میں بھی بار بار قرآن بیان کرنے کی، درس دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس نے منیٰ میں بھی توفیق عطا فرمائی۔ اور میں کیسے اللہ کا شکر ادا کروں کہ عرفات میں بھی اللہ نے اس کی توفیق عطا فرمائی۔

دین میں نقل مطلوب ہے

منیٰ اور عرفات کے جو دن تھے ایک وہاں کا مقامی گروپ تھا پاکستانی اور انڈین حاجی تھے لیکن جو ان میں مقیم ہیں بہت بڑا گروپ 1000 کے قریب

افراد تھے۔ان کے ساتھ اللہ نے وقت گزارنے کی توفیق عطا فرمائی۔

حج نام ہے نقل اتارنے کا

اور اتباعِ سنت میں نقل اتارنے کے لئے بھی کئی جگہ کہا کہ ہم تو بس نقل اتارنی، حج تو نام ہی نقل اتارنے کا ہے، اصل نہیں ہے نقل بس نقل ہے، طواف کرلیا نقل ہے، سعی کرلی نقل ہے، جمرات کی رمی کرلی نقل ہے، منیٰ کے خیموں میں آگئے نقل ہے، عرفات کے میدان میں آگئے نقل ہے، مزدلفہ میں رات گزار لی یہ بھی نقل ہے نقل۔تو نقل کرتے ہوئے شباہت اختیار کرتے ہوئے یہ دعا کرنی ہے اللہ تعالیٰ اس شباہت کو حقیقت بنادے۔نقل کرتے ہوئے یہ جو ہمارا گروپ تھا تو اس کے درمیان میں نے وہ خطبہ سنایا جو ہمارے آقا محمد ﷺ نے کم وبیش سوا چودہ سو سال پہلے عرفات کے میدان میں اور پھر کچھ منیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیا تھا۔

تو میں نے عرض کیا کہ بھئی! روایتی بیانوں کے علاوہ ہم حضور اکرم ﷺ کا خطبہ سنا دیتے ہیں۔تو حضور اکرم ﷺ کا خطبہ پڑھ لیا اور حضور اکرم ﷺ کے خطبہ کا جو مفہوم اور تشریح ہوسکتی تھی وہ اردو میں بیان کردی۔

ایک اور حجت پوری کردی گئی

اس کے علاوہ جو بات بار بار کہی اور کرنے کا موقع ملا وہ یہ کہ دیکھو بھئی! اللہ پاک نے جب یہاں بلالیا تو ہم پر ایک اور حجت پوری کردی، دیکھو بھئی اللہ کسی کو مہلت ہی نہ دے ایسے ہی زندگی پوری ختم ہوجائے۔

نابالغ اگر فوت ہو جائے تو اللہ تو اس سے پوچھتا ہی نہیں نابالغ تو بے حساب گیا۔ بے حساب اس لئے کہ مہلت ہی نہیں ملی اور بھائیو! جس کو جتنا زیادہ وقت مل جائے تو اب اس سے پوچھا جائے گا۔اور بھائیو! جس کو جتنا زیادہ وقت مل جائے اس کو اتنی ہی زیادہ مہلت مل گئی اور اتنی ہی زیادہ حجت پوری ہوگئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ط

کیا میں نے تم کو اتنی زندگی نہیں دی تھی جس میں سمجھنا چاہتے تو سمجھ سکتے تھے توبہ کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔

اور ایک یہ ہے اللہ تعالیٰ نے مہلت دے دی 40 سال کی زندگی دے دی، 50 سال کی زندگی دے دی، 60 سال کی زندگی دے دی۔تو بھائیو! اس پر تو حجت پوری ہوگئی۔

سمجھنا چاہتے تو سمجھ سکتے تھے، باز آنا چاہتے تو باز آسکتے تھے۔

مکہ، مدینہ کا دِکھانا بھی اتمام حجّت ہے

تو میں نے اپنے ہم سفر حاجی ساتھیوں سے عرض کیا کہ اللہ نے مکہ اور مدینہ دکھا کر ہم پر بھی حجت پوری کر دی۔

ارے میں نے تو تمہیں مکہ دکھا دیا، مدینہ دکھا دیا جہاں وحی نازل ہوئی وہ جگہ دکھا دی، مکہ کے بازار دکھا دیئے جہاں 13 سال تک نبی اکرم ﷺ کو

ستایا گیا، ہمارے صحابہ کرام عنہم اجمعین کو تیرہ سال تک مسلسل تڑپایا گیا، اللہ نے وہ جگہ دکھادی۔

قربانیوں کی سرزمین اللہ نے دکھادی پھر بھی اگر ہم باز نہ آئے تو ہمارے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ اللہ نے بیت اللہ دکھادیا، اس کی جاذبیت دکھادی اس کے مزوں سے محظوظ ہونے کی توفیق عطا فرمادی، انوار کی برستی ہوئی بارش دکھلادی تو بھی اب بھی ہم باز نہ آئے تو ہم پکڑے جائیں گے۔

مکہ کی حقیقت اور ہماری غفلت

چنانچہ الحمدللہ مکہ میں حضور اکرم ﷺ کی جو مکی زندگی تھی وہ سرسری طور پر بیان کرنے کی توفیق ملی۔ کہا یہ مت سمجھو کہ مکہ ہوٹلوں کا نام ہے، یہ پلازوں کا نام ہے، یہ دکانوں کا نام ہے، یہ مارکیٹوں کا نام ہے، یہ ریسٹورنٹوں کا نام ہے۔۔نہیں نہیں۔ مکہ ان چیزوں کا نام نہیں ہے، یہ چیزیں تو حجاب بن گئیں۔

ہائے افسوس! آج حاجی انہی چیزوں میں کھویا رہتا ہے انہیں چیزوں میں وہ اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہیں، عمارتوں کو دیکھ رہے ہیں، دکانوں کو دیکھ رہے ہیں، سامان کو دیکھ رہے ہیں، کھلونوں کو دیکھ رہے ہیں، کپڑوں کو دیکھ رہے ہیں، اسی میں کھویا ہوا ہے حاجی، یہ سب حجابات ہیں اور یاد رکھئے! بعض اوقات یہ انسان بھی حجاب بن جاتا ہے۔

بعض اللہ والے کہتے ہیں کسی انسان کو بھی بلا ضرورت بلا وجہ دیکھنا یہ بھی ظلمت پیدا کر دیتا ہے۔

بعض لوگوں کے بے جا خیالات

بعض لوگ ہوتے ہیں ہر کسی کو دیکھتے ہیں، کیا کر رہا ہے؟ اور پھر سوچتے ہیں، کیوں کر رہا ہے اور بعض تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو یوں کہتے ہیں یہ کیا سوچ رہا ہوگا، یہ کیا سوچ رہا ہوگا؟

تو خود بخود یہ کہانی گڑھتے ہیں کہ یہ سوچ رہا ہوگا، یہ خیال ہوگا، میں سمجھ گیا ہوں، تمہارا یہ خیال ہوگا، تم یہ سوچ کر آؤ گے۔ ارے یہ اندر کی بات ہے تمہیں کیسے پتہ چل گیا، تو بے چاروں کا ذہن اسی میں چلتا رہتا ہے، تو یہ سب حجابات ہیں۔

یہ عمارتیں، یہ گاڑیاں، یہ سامان، یہ مادّیت، یہ پھل، یہ پھول، یہ کھانے یہ انسان، یہ انسانوں کی رنگارنگی، یہ حسن و جمال کے کرشمے اور نظارے یہ حجابات ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہاں تیرہ سال گزارے ہیں اور اس وقت تو یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

غم کا سال

دس سال جب حضور ﷺ نے گزار لئے مکہ مکرمہ میں تو دسویں سال ابو طالب کا بھی انتقال ہوگیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور دونوں بڑے پشت پناہ، بہت بڑے معاون اور بہت بڑے محافظ تھے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ابو طالب نے بھی حفاظت کا حق ادا کر لیا ایمان قبول نہ کیا لیکن دشمنوں کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور حضرت خدیجہ

رضی اللہ عنہا نے تو کمال ہی کر دیا۔ یہ نبوت کا دسواں سال ہے۔ اس کو کہتے ہیں "عام الحزن" یعنی غم کا سال، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کو غم کا سال قرار دے دیا۔ پھر یہ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی جدا ہو گئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اظہار خیال

حضرت ابو طالب سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے ہوئے کہا تھا کہ: اس نے اس وقت اسلام قبول کیا جب دوسرے لوگوں نے کفر کیا، اس نے اس وقت تصدیق کی تھی جب دوسرے لوگوں نے تکذیب کی تھی، اس نے اپنے مال میں اس وقت مجھے شریک کیا تھا جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا اور اللہ نے مجھے اولاد عطا کی ہے تو اسی سے عطا کی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بہت کیا کرتے تھے اور ابو طالب نے بھی بڑا ساتھ دیا۔

طائف کی اہمیت

اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور طائف میں بھی مکہ کے برابر کی آبادی تھی۔

مکہ کے برابر کا شہر۔ چنانچہ خود مکہ والوں نے ایک موقع پر کہا تھا:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾

یہ قرآن ان دونوں بستیوں دونوں شہروں کے کسی سردار پر نازل کیوں نہیں ہوتا۔ یہ کون سے دو شہر تھے؟ مکہ اور طائف۔

تو طائف کو وہ بھی بڑا شہر، بڑی بستی قرار دیتے تھے۔ مکہ ھُبل کی عبادت کا مرکز تھا اور طائف جو تھا وہ لات کی عبادت کا مرکز تھا۔

دور دور سے لوگ لات کی عبادت کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور آپ جانتے ہیں مکہ سے طائف کتنا دور ہے اب جو پہاڑوں کو کاٹ کر راستہ بنایا گیا تو تقریباً 120 کلومیٹر ہے اور شاید جو پرانا طائف ہے وہ اس سے بھی زیادہ فاصلہ پر ہو۔

دو طائف ہیں۔ جدید طائف اور قدیم طائف جیسے جدید جدّہ اور قدیم جدّہ۔ بارشوں سے جو تباہی ہوئی ہے تو یہ زیادہ تر قدیم جدّہ میں ہوئی، مکہ اور مدینہ میں نہیں ہوئی۔ عرفات میں نہیں ہوئی۔ حالانکہ اس دن ہم عرفات میں تھے۔

لیکن الحمد للہ حاجیوں کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ تو زیادہ تباہی قدیم جدّہ میں ہوئی۔ جہاں پر سیوریج کا نظام بھی صحیح نہیں ہے۔ تو طائف کے بھی دو حصے ہیں قدیم طائف اور جدید طائف۔

تو نبی اکرم ﷺ نے یہ سارا فاصلہ و مسافت پیدل طے کی، دین کی دعوت کے لئے، یہ مکہ والے نہیں سنتے، شاید طائف والے سن لیں۔ اللہ اکبر۔ لیکن طائف والوں نے ظلم کی حد کر دی۔ ہائے اللہ!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ پوچھا تھا۔ یا رسول اللہ! احد سے بھی مشکل دن آپ پر گزرا ہے؟

کیونکہ احد میں دندان مبارک شہید ہو گئے تھے اور خود کی دو کڑیاں سر

مبارک میں گھس گئی تھیں، شدید زخمی ہو گئے تھے۔ دشمنوں نے افواہ بھی اڑادی تھی کہ آپ ﷺ تو شہید ہو گئے۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ عائشہ! طائف کا دن مجھ سے نہیں بھولتا۔ طائف کا دن احد سے بھی زیادہ سخت تھا، دس دن آپ نے قیام کیا، ہر سردار کا دروازہ کھٹکھٹایا، ہر ایک کو سمجھایا لیکن کوئی سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔

طائف والوں کا ظلم شدید

اور پھر حضور ﷺ کو طائف سے اس حالت میں ان ظالموں نے نکالا کہ اوباشوں کو، بدمعاشوں کو حضور ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ ان کا مذاق اڑاؤ اور ان کو برا بھلا کہو اور پتھر مار مار کر بستی سے نکال دو۔

چنانچہ دو قطار یعنی دونوں طرف لائنیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ قدم اٹھاتے وہ پتھر مارتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک لہولہان ہو گئے۔

اور نبی اکرم ﷺ ایک جگہ انگور کی بیل کے سائے کے نیچے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر تھک کر بیٹھ گئے، دل شکستہ سے ہو کر بیٹھ گئے۔ اللہ اکبر!

آنحضور ﷺ کی مشہور دعا

اور یہاں آپ نے وہ مشہور دعا کی تھی جو آج بھی پڑھیں تو آپ کو بھی اندازہ ہو کہ کیسے مسکنت کے ساتھ دُعا فرمائی کہ دعا سن کر رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْا ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ

اے اللہ! بس میں تیرے سامنے شکوہ کرتا ہوں اپنی کمزوری کا،
اپنے حیلوں کی قلت کا اوران لوگوں کی نظر میں اپنی ذلت کا۔

میں ان کی نظر میں ذلیل ہوں، کمزور ہوں اسلئے تو مجھے مارتے ہیں ناں، اس لئے مارتے ہیں ناں مجھے، کہ محمد کا کوئی نہیں ہے، اس کو مارو، اس کو پیٹو، نکالو اس کو۔ تو ان کی نظر میں جو میری ذلت اور کمزوری ہے بس میں تیرے سامنے شکوہ کرتا ہوں اے اللہ! کسی اور کے سامنے نہیں۔

يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ... اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

يَارَبَّ الْمُسْتَضْعِفِيْنَ... اے کمزوروں کے رب

اللہ تو سب کا رب ہے، لیکن اس موقع پر چونکہ اپنی کمزوری کا ذکر کرنا تھا۔ تو عرض کیا إِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ تو نے مجھے کن کے حوالے کر دیا إِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ ایسے دور دراز لوگوں کے جو مجھے دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں پر بل پڑ جاتا ہے۔ أَمْ إِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِيْ ایسے دشمنوں کے جن کو تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا جو میرے ساتھ سختی کرتے ہیں اور مجھ پر حاوی ہوجاتے ہیں۔

اصل مقصد غضب الٰہی سے حفاظت

إِنْ لَّمْ يَكُنْ غَضَبُكَ عَلَيَّ فَلَا أُبَالِيْ

اگر تو ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔

اَللّٰهُ أَكْبَرُ! اگر تو ناراض نہیں ہے تیرا میرے اوپر غضب نہیں ہے تو پھر مجھے نہ کسی کی گالی کی پرواہ نہ جبیں کے شکن کی پرواہ اور نہ کسی کے پتھروں کی

پرواہ، غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَكَ اَوْسَعُ لِیْ عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اسْتَرَقَتْ ظُلُمَاتُ میں تیرے اس چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس سے تاریکی کے ظلمات چھٹ جاتے ہیں۔ اور روشنی پھیل جاتی ہیں اور دنیا اور آخرت کے معاملات درست ہوجاتے ہیں، میں تیرے اس چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مجھ پر غضب نازل ہوجائے تو مجھ سے ناراض ہوجائے، اے اللہ! بس تو ناراض نہ ہونا۔ لَكَ الْعُتْبٰی حتّٰی تَرْضٰی اے اللہ! میں لگا رہوں گا، لگا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور اے اللہ! نہ میں گناہ سے رک سکتا ہوں اور نہ نیکی کا کام کرسکتا ہوں جب تک کہ تیری طاقت نہ ہو۔

آقا محروم غلام مقبول ہوگیا

جب حضور ﷺ یہاں بیٹھے ہوئے تھے تو سامنے عتبہ اور شیبہ کا انگور کا باغ تھا تو اس نے ایک طباق میں انگور رکھے اور حضور ﷺ پر ترس آ گیا۔

ایک پردیسی، اجنبی انسان، روشن چہرے والا اور زخمی اور دل شکستہ سا بیٹھا ہوا ہے۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ!

تو طباق میں انگور رکھے اور پیش کئے کہ جاؤ حضور اکرم ﷺ کو دے آؤ۔ واہ میرے اللہ! واہ میرے اللہ! واہ میرے اللہ!

آقا تو محروم رہ گئے، اللہ نے غلام کو قبول کرلیا، سردار محروم رہ گئے اور اللہ نے غریب کو قبول کرلیا، غلام کا نام عداس تھا۔

وہ انگور لے کر آیا تو حضور اکرم ﷺ نے انگور اٹھاتے ہوئے پڑھا، بِسۡمِ اللّٰه، بِسۡمِ اللّٰه تو عداس نے کہا، اس ملک میں تو بِسۡمِ اللہ کوئی نہیں پڑھتا تم نے کہاں سے سیکھ لیا۔

ہر ہر سنت کو زندہ رکھیں

یہاں میں رک کر کہہ رہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کے ایک ایک طریقہ کو زندہ کیا کریں۔

بِسۡمِ اللّٰه پڑھا کریں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہا کریں، بعض اوقات کوئی ایک سنت بھی غیر مسلموں کو اسلام کی طرف لانے کا ذریعہ بن جائے گی۔

ایسا ہوتا ہے، کوئی اذان کو سن کر، کوئی وضو کو دیکھ کر متاثر ہو جاتا ہے، کوئی نماز کو دیکھ کر متاثر ہو جاتا ہے۔ کوئی قرآن کو سن کر متاثر ہو جاتا ہے۔

اس نے کہا کہ یہ بسم اللہ کہاں سے آئی؟

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں نصرانی ہو اور میں نینواء کا رہنے والا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہی نینوا جہاں نیک انسان یونس علیہ السلام گزرے ہیں؟ اس نے کہا ہاں!

آپ کیسے جانتے ہیں، حضرت یونس علیہ السلام کو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو میرے بھائی تھے، وہ بھی نبی میں بھی نبی، عداس کے سینے کو اللہ پاک نے اسی بات سے کھول دیا۔ وہ جھکا اور حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں

حضور اکرم ﷺ کے پیروں کو بھی بوسہ دیا اور کلمہ پڑھ لیا۔ ہائے اللہ!

اللہ کا خاص فضل وکرم

میں نے جو طائف کی کہانی سنائی۔ یہ اس لئے بھی کہ الحمدللہ! اللہ پاک نے اس بار خاص کرم یہ بھی فرمایا کہ محض اپنے فضل وکرم سے طائف بھی دکھا دیا اور یہ مقامات بھی دکھا دیئے۔ اور یہ بھی ایک حسرت تھی اور اب بھی باقی ہے اب بھی پوری نہیں ہوئی۔ کچھ حصے اس کے باقی ہیں۔

حسرت تھی کہ جہاں جہاں آقا ﷺ کے قدم مبارک لگے وہ جگہیں اللہ دکھا دے، کئی ایسی جگہیں تو اللہ پاک نے دکھا دیں۔ تو طائف بھی اس دفعہ اللہ پاک نے دکھا دیا۔ باقی مقامات بھی اللہ کو منظور ہوا تو اللہ پاک دکھا دیں گے۔

تو اس مقام کو کہتے حی المسنہ یہ طائف کا قدیم حصہ ہے۔ اس کو حی المسنہ کہتے ہیں۔ تو اس مقام پر نبی اکرم ﷺ نے دعوت دی اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پتھر برسائے گئے۔

تین یادگار مساجد

اور جہاں آپ آکر تشریف فرما ہوئے۔ وہاں تین چھوٹی چھوٹی مسجدیں ترکوں نے بنائی ہوئی ہیں۔

ایک کا نام مسجد موقف ہے اور ایک کا نام مسجد مدہون ہے اور ایک کا نام اس غلام کے نام پر ہے۔ اسی باغ میں وہ باغ اب بھی ہے۔ مسجد عداس رضی اللہ عنہ اسی غلام کے نام پر ہے جنہیں اللہ پاک نے لمحوں میں ایمان کی توفیق عطا فرمادی۔

طائف کی یادگاریں

وہ باغ اب بھی باقی ہے۔ الحمد للہ! وہاں کھیتی باڑی بھی ہو رہی ہے۔ باغ بھی ہے، انگوروں کے پودے بھی ہیں، درخت بھی ہیں اور مختلف چیزیں بھی۔ اللہ نے ہمیں توفیق دی تو ہم گئے تو اس باغ میں پودینہ تیار تھا وہ بھی لیا اور اُس مبارک باغ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جس باغ کے انگور نبی اکرم ﷺ نے تناول فرمائے تھے۔

بہت سی زیارتیں تو مٹادی گئیں

اب ہمارے سعودی بھائی جو ہیں ان پر توحید کا اتنا غلبہ ہے کہ ان زیارات کو اہمیت نہیں دیتے۔ بہت ساری زیارات تو مٹا ہی دیں، ختم ہی کردیں ان کا اب نام ونشان نہیں ہے۔ یہ ان کے بارے میں کچھ بتاتے نہیں ہیں، کچھ نہیں بتاتے اگر جنت البقیع میں پہنچیں اور ان سے پوچھیں کہ فلاں صحابی کی قبر کون سی ہے؟ تو بالکل نہیں بتائیں گے۔

ایمان کی تازگی کا ذریعہ

10 ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، کون کہاں ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے لیکن ہمارے لئے یہ چیزیں ایمان کی تازگی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ یہاں نبی اکرم ﷺ بیٹھے تھے، یہاں آپ نے دعوت دی تھی۔ یہاں آپ نے نماز پڑھی تھی، یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے ہمیں پتہ چلتا ہے تو الحمد للہ! ہمارا

ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔

وگرنہ قبروں کو سجدہ کرنے والے ہم نہیں ہیں۔ ہم تو سجدہ صرف اللہ کو کرتے ہیں۔لیکن ان زیارات سے ہمارا ایمان ضرور تازہ ہوتا ہے۔

ایک انوکھی یادگار اور اہلِ مدینہ کی سعادت عظمیٰ

ایک یادگار تو وہاں ایسی ہے جو اب بھی وہاں موجود ہے، جس کو اللہ توفیق دے وہ وہاں ضرور جائے، وہاں جاکر عجیب سکون ملتا ہے، کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔

یہ جو جمرہ عقبہ ہے بڑا شیطان اس سے تھوڑے فاصلے پر مسجد عقبہ ہے۔ پرانی مسجد، بالکل پرانی اب اس کی چھت بھی گر چکی ہے تو یہ وہ مقام ہے جب حضور اکرم ﷺ مختلف قبیلوں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے ارے مجھے لے جاؤ، مجھے ٹھکانہ دے دو، مکے والے مجھے ستاتے ہیں، مجھے جگہ دے دو، مجھے لے جاؤ میری حفاظت کی ضمانت دے دو، میں توحید کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔

تو سب نے ٹھکرایا کئی قبیلوں کے نام ہیں سیرت کی کتابوں میں، حضور اکرم ﷺ نے اپنے آپ کو پیش کیا ارے! مجھے لے جاؤ سب نے ٹھکرادیا۔ طائف والوں نے بھی ٹھکرادیا۔

اللہ نے یہ عظیم سعادت مدینہ والوں کے مقدر میں ازل سے لکھ دی تھی۔ ازل سے لکھ دیا تھا کہ یہ سعادت انصار مدینہ کو حاصل ہوگی۔

حج کے موقعے پر اسلام کی دعوت

جب حضور اکرم ﷺ حج کے موقعے پر پھر رہے تھے پھرتے پھرتے منیٰ میں پہنچے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر!

کیا بے تابی، کیا اضطراب، یہاں اس مسجد کے پاس چند انصاری ملے، چھ افراد ملے حضور اکرم ﷺ نے ان کو دعوت دی انہوں نے تو فوراً ایمان قبول کرلیا، ایسے جیسے تیار بیٹھے تھے۔ اگلے سال 12 انہوں نے بھی ایمان قبول کیا اور اس سے اگلے سال 83 انہوں نے بھی قبول کرلیا تو اس مقام پر آج بھی مسجد ہے تو یہاں سے گویا کہ اسلام کی بلندی کا آغاز ہوا تھا، انصار مدینہ نے دعوت دی اور پھر نبی اکرم ﷺ مدینہ چلے گئے اور پھر تو انصار سے حضور اکرم ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ انصار! اب جینا بھی تمہارے ساتھ اور مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس قول کو پورا فرمادیا۔

اللہ ہم سب کو وہاں کی زیارات کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اجمالی فہرست

مکمل خطباتِ شیخوپوری (دس جلدیں)

جلد اول

- خُطبہ حجۃ الوداع امن عالم کا بے مثال چارٹر ۳۹
- عصر حاضر میں دین کی صحیح تعبیر وتشریح کا مسئلہ ۷۱
- مکالمہ بین المذاہب اور وحدت ادیان ۹۷
- مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟ ۱۲۹
- مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟ ۱۶۳
- دورجدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں (نشست اول) ۱۹۵
- دورجدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں (نشست ثانی) ۲۳۳
- دورجدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں (نشست ثالث) ۲۶۳
- عصر حاضر میں دین اسلام کی شعبوں میں تقسیم اور پھر کسی ایک شعبے کو مکمل دین سمجھنے کا رُجحان ۳۰۱
- عالمی سطح پر امت مسلمہ کی ذلت کے اسباب ۳۳۷

جلد دوم

- آزادیٔ اظہارِ رائے اور ناموس رسالت ۳۷
- دورِ حاضر اور آنحضرت ﷺ کی نصیحتیں اور وصیتیں ۷۵
- سرور عالم ﷺ کی اقتصادی تعلیمات ۱۱۳
- سرور کائنات ﷺ بحیثیت مبلغ اعظم ۱۴۵
- کیا دنیا میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا؟ ۱۸۷
- اسلام میں حقوق وفرائض قرآن کی روشنی میں ۲۶۳

- اسلام میں حقوق وفرائض سیرت کی روشنی میں ۲۹۵
- قانون توہین رسالت کا حقیقت پسندانہ جائزہ ۳۳۳

جلد سوم

- اسلام میں معاملات کی اہمیت ۳۹
- اسلامی نظامِ عدل کی خصوصیات ۶۵
- اسلام کا نظامِ تعلیم وتربیت ۹۶
- اسلام میں کتنی شادیاں کرنے کی اجازت ہے؟ ۱۲۵
- نکاح، طلاق اور خلع کا اسلامی تصور ۱۶۱
- خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام ۱۹۱
- قتل عمد، قتل خطا، قصاص ودیت کے شرعی احکام ۲۲۰
- حدود تعزیرات کا صحیح اسلامی تصور ۲۶۳
- عالمی وملکی سطح پر بھوک افلاس وغذائی قلت کے اسباب ۲۹۳
- اسلام میں غلامی کا تصور ۳۲۵

جلد چہارم

- اسلام میں وراثت کی تقسیم کا شرعی طریقہ کار (۱) ۴۱
- اسلام میں وراثت کی تقسیم کا شرعی طریقہ کار (۲) ۷۱
- جبر وکراہ کی شرعی حیثیت ۱۰۷
- منصب خلافت امت مسلمہ کی متاع گم گشتہ ۱۳۷
- میڈیا کا مثبت اور منفی کردار (۱) ۱۶۹
- میڈیا کا مثبت اور منفی کردار (۲) ۱۹۹
- تقلید کی شرعی حیثیت ۲۴۵
- مسلم معاشرے میں مسجد کا حقیقی تصور ۲۸۳

- اسلام کا نظام وراثت ۳۲۱

جلد پنجم

- تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات (۱) ۴۳
- تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات (۲) ۶۹
- تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات (۳) ۸۹
- دجالی تہذیب (۱) ۱۲۵
- دجالی تہذیب (۲) ۱۴۱
- جادوٹونے اور ٹوٹکے کی حقیقت (۱) ۱۶۹
- جادوٹونے اور ٹوٹکے کی حقیقت (۲) ۱۹۹
- سیلاب، ابتلاء یا بلاء ۲۳۱
- سیلاب زلزلے اور حوادث (۱) ۲۶۷
- سیلاب زلزلے اور حوادث (۲) ۲۸۹
- غیر مسلموں سے تعلقات کی قرآنی حدود وکار ۳۰۹
- مسئلہ تقدیر ۳۳۵

جلد ششم

- قرآن فہمی کی ضرورت اور اہمیت ۴۳
- فہم قرآن سیمینار لاہور ۶۹
- عظمت قرآن ۸۹
- عظمت قرآن وحقوق قرآن ۱۲۵
- مسلمانوں پر قرآن کریم کے حقوق ۱۴۱
- قرآن خیر کثیر ۱۶۹

- نزولِ قرآن کی رات ۱۹۹
- نورِ ہدایت ۲۳۱
- قرآن اور سائنس ۲۶۷
- فرقہ واریت اور قرآن ۲۸۹
- جہاد سے متعلق قرآنی آیات پر اہلِ مغرب کی تشویش کیوں؟ ۳۱۳
- کیا قرآن آسان ہے ۳۵۳

جلد هفتم

- ازدواجی زندگی: اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ۴۷
- بچے کتنے اچھے ۷۷
- اولاد کی اصلاح وتعلیم وتربیت ۱۰۵
- رشتے کیوں نہیں ہوتے ۱۳۷
- گھر کیوں اجڑتے ہیں ۱۶۷
- طلاق کے متعلق چند غلط فہمیاں اوران کا ازالہ ۱۹۳
- شکر کی اہمیت ۲۱۹
- انسان کی دو خصلتیں ۲۴۵
- انسان کا ناشکرا پن ۲۶۱
- کامل مسلمان کون؟ ۲۸۹
- ہماری مصیبتوں اور پریشانیوں کا حل ۳۱۵
- صراط مستقیم کیا ہے؟ ۳۴۵

جلد هشتم

- قرآن وحدیث کی روشنی میں بڑے بڑے گناہ ۵۱
- خیانت ایک گناہ کبیرہ ۶۹

- جھوٹ ایک گناہ کبیرہ ۸۹
- جھوٹ کی نحوست ۱۰۹
- زنا ایک گناہ کبیرہ ۱۳۵
- عہد شکنی ایک گناہ کبیرہ ۱۵۳
- غیبت ایک گناہ کبیرہ ۱۷۳
- طعنہ زنی اور بگاڑنا ایک گناہ کبیرہ ۱۹۳
- بدگمانی اور عیب جوئی ایک گناہ کبیرہ ۲۱۵
- مسلمانوں کے درمیان مضبوط رشتہ ۲۳۵
- موجودہ حالات اور اسلامی اخوت ۲۵۳
- قومیت کا اسلامی تصور ۲۷۹
- قیامت کا زلزلہ اور اس کی ہولناکی ۳۰۳
- ایک نفسیاتی بیماری اور اس کا علاج ۳۲۹

جلد نہم

- توحید کی حقیقت ۴۵
- اللہ سے سچی محبت ۶۵
- آقا ﷺ سے سچی محبت ۸۹
- آداب رسول ﷺ ۱۱۷
- حضور ﷺ پر تین بڑے احسانات ۱۴۳
- مقام مصطفیٰ ﷺ ۱۷۵
- صاحب خلق عظیم پیغمبر ﷺ ۱۹۹
- رسول اکرم ﷺ کا وصیت نامہ (حصہ اول) ۲۲۷
- رسول اکرم ﷺ کا وصیت نامہ (حصہ دوم) ۲۴۵
- آقا ﷺ کے حقوق ۲۷۷

- ناموسِ رسالت ﷺ کے تقاضے ۳۰۷
- فتنہ انکارِ حدیث ۳۴۵

جلد دہم

- محرم کی حقیقت ۴۱
- محرم کی اہمیت کیوں؟ ۷۳
- پاکستان خطرات کی زد میں کیوں؟ ۱۰۹
- گداگری پاکستانی معاشرے کا رستا ہوا ناسور ۱۳۷
- ماہ صیام جشنِ نزول قرآن ۱۷۷
- رمضان ذریعہ نجات ۱۹۳
- حفظِ قرآن کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریاں ۲۲۱
- زکوٰۃ کی اہمیت وتاکید ۲۴۹
- احکام ومصارف زکوٰۃ ۲۷۱
- سفرِ حج کے تأثرات ۳۱۱

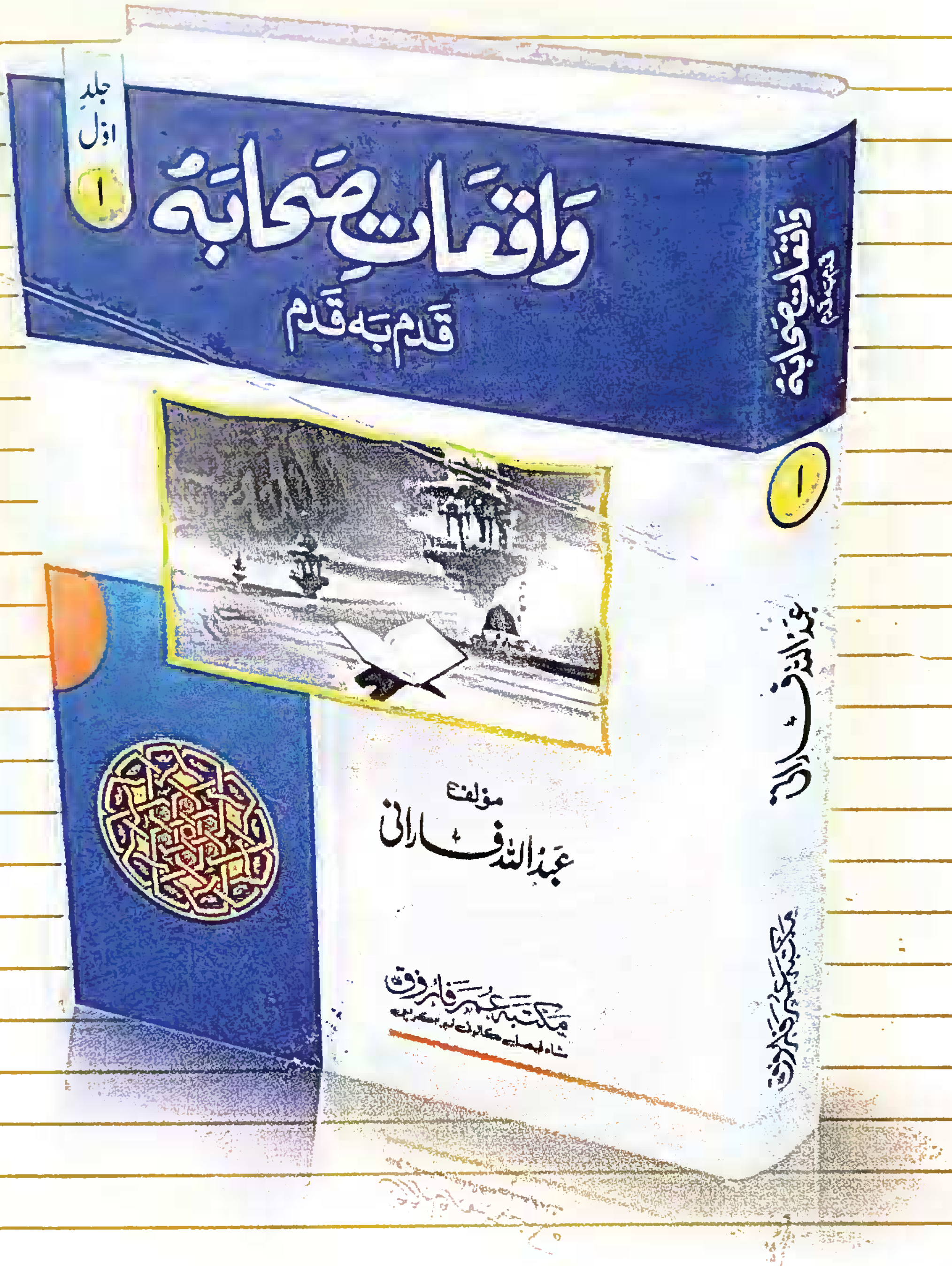

مکتبہ عمر فاروق
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34604566 Cell: 0334-3432345
Designed & Printed by: Luminar Graphics Ph: 021 32727728